ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ



ابرارِ خطابت

مصنف

(فاضلِ علومِ عربیّہ)
قاری ابرار احمد قادری

علی برادران تاجرانِ کتب
ارشد مارکیٹ، جھنگ بازار، فیصل آباد
0345-7755946, 0346-6146660

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ

ابرارِ خطابات

حصّہ اوّل

مصنف

قاری ابرار احمد قادری

(فاضل علوم عربیہ)

علی برادران تاجرانِ کتب

ارشد مارکیٹ، جھنگ بازار، فیصل آباد

0345-7755946, 0346-6146660

نام کتاب .... ابرارِ خطابت (حصہ اوّل)

مصنف .... قاری ابرار احمد قادری

کتابت .... عبدالعزیز خوشنویس فیصل آباد

طباعت .... سعید پریس فیصل آباد

طابع .... محمد ندیم قادری۔ محمد ادیس۔

ناشر .... علی برادران ارشد مارکیٹ فیصل آباد

پروف ریڈنگ .... حاجی نذیر احمد نعمانی

تعداد صفحات 440

قیمت .... 160 روپے

ملنے کے پتے

تقریظ

از ... محقق دوراں شاعر اسلام حضرت علامہ الحاج صائم چشتی مدظلہ العالی

عزیزم قاری ابرار احمد قادری فاضل جامعہ رضویہ اِس لحاظ سے بھی خوش نصیب ہیں کہ آستانہ عالیہ قادریہ ڈھوڈا شریف گجرات سے وابستہ ہیں خواجہ خواجگان پیر طریقت عالی مرتبت فیض درجت حضرت پیر محمد شفیع شاہ صاحب قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میرے نہایت ہی واجب الاحترام کرمفرماؤں میں سے تھے۔ آپ کی ذاتِ اقدس جہاں ظاہری اور باطنی علوم کا سرچشمہ تھی۔ وہاں عطا وسخا، فیوض و برکات، مہر و مروّت اور خُلق و محبت کا ایک ایسا پیکر تھی جسے دیکھ کر سلف صالحین یاد آجاتے۔

یہ آستانۂ اقدس سے وابستگی اور حضور قبلہ پیر حیدر شاہ صاحب مدظلہٗ العالی سجادہ نشین آستانہ عالیہ کا فیضان و کرم ہے۔ جو قاری صاحب کو مواعظ و تذکیر پر مبنی ہے۔ ایک ضخیم کتاب تصنیف کرنے کی سعادت حاصل ہوئی تقریباً ساڑھے چار سو صفحات پر مشتمل پہلی جلد آپ کے سامنے ہے اور یقیناً دوسری جلد بھی تقریباً اتنی ہی ضخامت پر مشتمل ہو گی۔

عزیزم ابرار احمد قادری صاحب ایک عالمِ دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک خوش آواز مقرر بھی ہیں۔ اس لیے انہیں فنِ خطابت پر بھی دسترس حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے واعظین و خطباء حضرات کے مزاج اور ضرورت کے

مطابق مواعظ کو ترتیب دیا ہے۔ مولانا ابرار احمد قادری صاحب نے اپنی کتاب میں بیان کردہ واقعات وقصص کو حوالوں سے مزین کر کے خطیب حضرات کے لئے بھی آسانی پیدا کر دی ہے اور کتاب کو ثقاہت آشنا کر دیا ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوبِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے صدقہ سے مصنف کو اپنی دینی دنیوی نعمتوں سے مالا مال کرے اور اس کی تصنیف کو اپنی بارگاہِ اقدس میں مقبول ومنظور فرمائے۔

آمین بجاہ سیدالمرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

صائم چشتی

10/1/93

اِنتساب

آقائے نامدار، سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، مبدءِ کائنات، تاجدارِ عرب وعجم، فخرِ آدم و بنی آدم، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، حضور رحمۃ اللعالمین ھادیٔ کُل، مولائے کُل، دانائے سُبل، ختم الرُسل آئینۂ جمالِ کبریا، احمد مجتبیٰ، حضرت محمد مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اُولوالعزم عظمتوں کے نام!

نذرِ عقیدت

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، واقفِ رموزِ حقیقت
مبلغِ عالمِ اسلام حضرت علامہ الحافظ ——
پیر محمد حیدر شاہ صاحب (مدظلہ العالی)
سجادہ نشین آستانہ عالیہ ڈھوڈا شریف، (گجرات)

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

گدائے دربارِ عالیہ ڈھوڈا شریف
احقر

قاری ابرار احمد قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

عرضِ مصنّف

اس خدائے بزرگ و برتر جلّ وعلا کا لاتعداد مرتبہ شکر ہے۔ جس نے مجھ جیسے کم علم اور کم فہم کو یہ سعادت بخشی۔ کہ اپنی حمد وثنا۔ اور اپنے پیارے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اپنے محبوب کے محبوبوں کی شانِ اقدس میں لب کشائی کی توفیق عنایت فرمائی۔ عرصۂ دراز سے دل میں ایک ذوق ایک جذبہ اور ولولہ تھا۔ کہ میں ایک بندۂ ناچیز بھی اس بارگاہِ صمدیت میں کچھ نہ کچھ اپنا حقیرانہ نذرانہ عقیدت پیش کروں۔ یہ سمجھ کر نہیں۔ کہ میں کوئی بہت بڑا فاضل یا مصنّف ہوں۔ بلکہ اس خیال سے کہ شاید یہی چند الفاظ بارگاہ الوہیت میں قبول ہو جائیں اور میری نجات کا سبب بن جائے ورنہ مجھ جیسے ایک طفلِ مکتب کی کیا حیثیت کہ اس عظیم بحرِ بیکنار میں غوطہ زن ہوتا۔ درحقیقت یہ سب مجھ پر میرے مُرشد برحق حضرت علامہ پیر حیدر شاہ صاحب مدظلہ العالی کی نگاہِ کرم کا صدقہ ہے اور یہ نتیجہ ہے میرے والدین کی ان دعاؤں اور کوششوں کا جو بچپن سے لے کر آج تک بلکہ تاحیات میرے لئے کامیابی کا باعث بنتی رہیں گی۔

اور پھر یہ فیضان ہے میرے اُن مہربان اور مشفق اساتذہ کرام کی محنتوں کا جن کی وجہ سے اس مقام تک پہنچا۔ جن کا تا زندگی شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ اس لیئے بھی کہ استاد ایک باپ کی حیثیت رکھتا ہے ضروری سمجھتا ہوں کہ ان اہلِ علم اور عظیم شخصیتوں کا ذکر کرتا جاؤں۔ غالباً ۱۹۸۰ء میں منصور آباد کی مشہور جامع مسجد قادریہ میں پیر طریقت حضرت علامہ حافظ محمد شریف صاحب قادری خلیفہ مجاز دربارِ عالیہ ڈھوڈا شریف کی خدمتِ اقدس میں رہ کر قرآن مجید حفظ کیا۔

جن کی مہربانیاں ہر وقت میرے شاملِ حال رہتی ہیں۔ بعدازیں ۱۹۸۲ء میں ملکِ پاکستان کے عظیم اور مرکزی دارالعلوم جامع رضویہ مظہرِ اسلام میں درسِ نظامی کے لیئے داخل ہوگیا۔ وہ محترم المقام عالی مرتبت اساتذہ کرام جن کی خدمت میں اس عاجز نے زانوئے تلمذ طے کیئے ان میں:۔

۱۔ استاد العلماء جناب علامہ حبیب الرحمان صاحب ہیں جن سے (علمِ میراث میں) سراجی اور چند ایک منطق کی کتابیں پڑھیں۔

۲۔ استاد العلماء جناب علامہ حاجی نظام الدین صاحب جن سے (فارسی میں) کریما، نامِ حق، بدائع منظوم، پند نامہ، تحفۃ النصائح گلستان، بوستان، یوسف زلیخا، مثنوی (ادب میں) قلیوبی اور مقاماتِ حریری پڑھیں۔

۳۔ استاد العلماء جناب علامہ حق نواز صاحب سے (صرف میں) نماوی علم الصیغہ، فصول اکبری، (فقہ میں) منیۃ المصلی، قدوری (نحو میں)، نحو میر، شرح مائۃ عامل اور (ادب میں) سبع معلقہ پڑھیں۔

۴۔ استاذ العلماء جناب علامہ محمد یوسف صاحب جن سے (صرف میں) قانونچہ کھیوالی، صرف بھترال (نحو میں) ہدایۃ النحو (منطق میں) صغری، کبری، عیسی غوجی (فقہ میں) نور الایضاح، کنز الدقائق شرح وقایہ پڑھیں۔

۵۔ استاذ القراء و شمس القراء جناب قاری علی احمد دہکی رحمۃ اللہ علیہ اور

۶۔ استاذ القراء جناب قاری محمد اکرم صاحب سے تجوید و قرأت پڑھی کچھ عرصہ بعد۔

۷۔ استاذ القراء و زینت القراء جناب قاری منظور احمد صاحب سے بھی تجوید و قرأت میں استفادہ کیا۔

۸۔ استاذ العلماء جناب علامہ گل محمد عقیقی صاحب سے (صرف میں) میزان الصرف پڑھی۔

۹۔ استاذ العلماء جناب علامہ صوفی محمد بخش صاحب رضوی جن سے (نحو میں) کافیہ (فقہ میں) ہدایہ اولین و آخرین (ادب میں) روضۃ الادب متنبی، حماسہ (فلسفہ میں) میبذی (منطق میں) قطبی (تفسیر میں) جلالین شریف پڑھیں۔

۱۰۔ استاذ العلماء جناب علامہ حافظ محمد احسان الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن سے ترجمہ و تفسیر قرآن مجید پڑھا (نحو میں) شرح جامی (تفسیر میں) بیضاوی (علم حدیث میں) مشکوۃ، نخبۃ الفکر (تفسیر میں) الفوز الکبیر (فصاحت و بلاغت میں) المختصر معانی پڑھیں۔ اور اس طرح ۱۹۸۸ء میں استاذ العلماء بحر العلوم جامع المعقول والمنقول شیخ الحدیث

والتفسیر جناب علامہ غلام رسول صاحب (مدظلہ العالی) سے دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ جامعہ سے دستارِ فضیلت اور فارغ التحصیل کی سند حاصل کرنے کے بعد تنظیم کا امتحان دیا۔ ۱۹۸۹ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۹۰ء میں فاضل عربی کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۹۱ء میں تنظیم المدارس کے زیرِ اہتمام تجوید و قرأت کا امتحان پاس کیا۔

اب میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے اپنے معزز و محترم قارئین کرام سے پُر امید توقع رکھتا ہوں کہ وہ میری اس متاعِ مفلسانہ کو پذیرائی بخشیں گے۔

آخر میں بارگاہِ صمدیت والوہیت میں دُعا ہے کہ اللہ جل شانہٗ و تعالیٰ میری اس سعیِ سعید کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ اجمعین۔

طالبِ دُعا
قاری ابرار احمد قادری
فاضل علومِ عربیہ
خطیب جامع مسجد انوار لاثانی (رجسٹرڈ)
گلی نمبر ۲، روضہ پارک منصور آباد
فیصل آباد

ہمارا عقیدہ

بندۂ پروردگارم اُمتِ احمد نبی
دوست دارِ چار یارم تابع اولادِ علی
مذہب حنفیہ دارم ملتِ حضرت خلیل
خاکپائے غوث اعظم زیرِ سایہ ہر ولی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ

حمدِ باری تعالےٰ

تو ہی بے کسوں کا آسرا — تیری شان جل جلالہٗ
تو ہی ہر بشر کا ہے مدعا — تیری شان جل جلالہٗ
ہے عیاں بھی تو ہے نہاں بھی تو — ہے یہاں بھی تو ہے وہاں بھی تو
کہ ہے تو ہی تو نہیں مثل تیرا — تیری شان جل جلالہٗ
تو رب ہے تو کریم ہے — تو قدیر ہے تو رحیم ہے
تو ہے خدا تو ہی کبریا — تیری شان جل جلالہٗ
تیری حمد ہو سکے کیا بیاں — کہ ہے تو ہی خالق این و آں
تیرے ہاتھ میں ہے فنا و بقا — تیری شان جل جلالہٗ
تیری کنہ کوئی نہ پا سکا! — ہوا پست عقل کا حوصلہ

کہ ہے عقل کی یہاں بات کیا
تیری شان جل جلالہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وما ارسلنك الا رحمة للعالمين

نعت حبیبِ کبریا

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سب سے بالا و والا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے مولیٰ کا پیارا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
دونوں عالم کا دولہا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

بزمِ آخر کا شمع فروزاں ہو
نورِ اوّل کا جلوہ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

جس کو شایاں ہے عرشِ خدا پر جلوس
ہے وہ سلطانِ والا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں!
شمع وہ لے کر آیا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

جن کے تلووں کا دھوون ہے آبِ حیات
ہے وہ جانِ مسیحا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

عرش و کرسی کی تھیں آئینہ بندیاں
سوئے حق جب سدھارا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

خلق سے اولیاء اولیاء سے رسل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حسن کھاتا ہے جن کے نمک کی قسم
وہ ملیحِ دل آرا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر سب پھیکے جب تک نہ مذکور ہو
نمکیں حسن والا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

جس کی دو بوند ہیں کوثر و سلسبیل
ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

جیسے سب کا خدا ایک ہے ویسے ہی
اِن کا اُن کا تمہارا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی
چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیئے — دینے والا ہے سچا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے — پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
ملکِ کونین میں انبیاء تاجدار — تاجداروں کا آقا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
لامکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے — ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سارے اچھوں میں اچھا سمجھیے جسے — ہے اس اچھے سے اچھا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سارے اونچوں میں اونچا سمجھیے جسے — ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
انبیاء سے کروں عرض کیوں مالکو — کیا نبی ہے تمہارا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
جس نے ٹکڑے کیے ہیں قمر کے وہ ہے — نورِ وحدت کا ٹکڑا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سب چمک والے اجلوں میں چمکا کیے — اندھے شیشوں میں چمکا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
جس نے مردہ دلوں کو دی عمرِ ابد — ہے وہ جانِ مسیحا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

غمزدوں کو رضاؔ مژدہ دیجیے کہ ہے
بیکسوں کا سہارا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

فہرست

حصہ دوم کا انتظار فرمائیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضائل اہلبیت اطہار

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ
عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِ وَخَاتَمِ النَّبِیّٖنَ ۔ وَعَلٰی
اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ
الطّٰاھِرِیْنَ ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنَّمَا یُرِیْدُ
اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ
وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ۔ پ ۲۲
اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَبَلَّغَنَا
رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ۔

آقائے نامدار، سرور کائنات، فخر موجودات، مبدار کائنات، شب اسرار کے دولہا، واللیل کی زلفوں والے، والضحٰی کے مکھڑے والے۔ حٰمٓ کے گنڈلوں والے۔ طٰہٰ کی جبین والے۔ الم نشرح کے سینے والے مزمل کی کملی والے۔ شفیع المذنبین، انیس الغریبین، رحمۃ للعالمین ہادی کل

مولائے کل، دانائے سُبل، ختم الرسل، آئینہ جمال کبریا، احمد مجتبےٰ، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار دُربار میں عاجزانہ، مؤدبانہ نذرانہ سے محبت کے ساتھ ہدیہ درود و سلام پیش کریں۔

حسین جاتے نہ کربلا میں! | تو ہم پہ یوں حق عیاں نہ ہوتا
نہ ہوتی ممبر کی زیب و زینت | یہ واعظوں کا بیاں نہ ہوتا
نہ ہوتا ہاتھوں میں مومنوں کے | یہ سُنّتِ مصطفےٰ کا دامن
نہ یوں شریعت کے ڈنکے بجتے | حسین گر پاسباں نہ ہوتا

میرے نہایت ہی واجب الاحترام بزرگانِ محترم معزز سامعین قابلِ صد احترام مائیں اور بہنیں۔

میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید فرقان حمید کی ایک آیۂ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اپنے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے اہلِ بیت اطہار کی عظمت و شان بیان فرمائی ہے چنانچہ خالق کائنات نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔

اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے، اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دُور فرمادے اور تمہیں خوب پاک کردے۔

حضرات محترم!

اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کرام کو ہر قسم کی نجاست و پلیدی سے پاک کردیا اور ایسا پاک کردیا کہ یہ خود بھی پاک ہیں اور جس گنہگار و بدبخت کی طرف بھی نگاہِ کرم سے دیکھیں گے وہ بھی گناہوں کی آلودگی سے پاک ہو جائے گا۔

وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ، طہارت کا معنی ہے پاکیزگی، اب دیکھنا یہ ہے کہ طہارت کس لئے کی جاتی ہے۔ پاکیزگی کیوں حاصل کی جاتی ہے۔ نماز پڑھنے، تلاوت قرآن مجید کرنے، ذکر الٰہی کرنے اور ہر طرح کی عبادت کرنے کے لئے۔ مگر کسی وقت زیارت کا مقام عبادت سے بڑھ جاتا ہے۔

جس طرح کہ عبادت کرنے سے بندہ ولی بن سکتا ہے ——— عبادت کرنے سے بندہ غوث بن سکتا ہے ——— عبادت کرنے سے بندہ قطب بن سکتا ہے ——— عبادت کرنے سے بندہ اوتاد بن سکتا ہے ——— عبادت کرنے سے مقامِ ولایت حاصل کیا جا سکتا ہے ——— مگر صحابی نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ صحابی وہ ہوتا ہے۔ جس نے ایمان کی نگاہوں سے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا والضحیٰ کا چہرہ دیکھا ہو۔ جس نے زیارت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہو۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ جو بھی خوش قسمت ایمان کی نگاہوں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھے وہ صحابی بنتا ہے۔ ذرا غور فرمائیں، جس نواسۂ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خود مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھیں ان کی شان کتنی بلند ہو گی۔

کعبہ کی زیارت کرنے سے حقدار جنت کے بنتے ہیں
بھلا ان کو پھر ہم کیا سمجھیں جو یار کے گھر میں رہتے ہیں

شانِ اہلبیت!

ہمارا ایمان ہے کہ جس طرح امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل و اعلیٰ ہیں ——— اسی طرح آپ کا زمانہ تمام زمانوں سے افضل و اعلیٰ ہے ——— آپ کا شہر تمام

شہروں سے افضل و اعلیٰ ہے ـــــ آپ کا دین تمام دینوں سے افضل و اعلیٰ ہے ـــــ آپ کا قانون تمام قانونوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔
ـــــ آپ کا کلام تمام کلاموں سے افضل و اعلیٰ ہے ـــــ
آپ کے صحابہ تمام انبیاء کے صحابہ سے افضل و اعلیٰ ہیں ـــــ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تعلق رکھنے والی ہر چیز اپنے اپنے مقام پر افضل و اعلیٰ ہے۔ اسی طرح محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت اطہار تمام نبیوں کے اہلِ بیت سے افضل و اعلیٰ ہیں۔

بھلا ان کو بھر ہم کیا سمجھیں
جو یار کے گھر میں رہتے ہیں

اہلِ بیت کون ؟ حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۔ نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں موجود تھے امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت شیرِ خدا، سیدہ فاطمۃ الزہرا امام حسن، امام حسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بلایا اور اپنے کمبل میں داخل فرما لیا۔ پھر آپ نے یہ دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ هٰٓؤُلَآءِ اَهْلُ بَيْتِيْ فَاَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا	اے اللہ یہ میری اہل بیت ہے پس ان سے نجاست اور پلیدی دور کر دے۔ اور انہیں خوب پاک کر دے۔

قَالَتْ اُمِّ سَلَمَۃَ وَاَنَا مَعَھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی اس پر کیف محفل میں شامل ہوں۔

قَالَ اَنْتِ عَلٰی مَکَانِکِ وَاَنْتِ اِلٰی خَیْرٍ۔ | فرمایا تم اپنے مقام پر ہو۔ تم خیر پر ہو۔ (ترمذی شریف ص۲۱۹ جلد ۲)

یعنی آیت کریمہ میں شامل تو سارے ہی اہل خانہ ہیں۔ اس میں کوئی خارج نہیں۔ لیکن دعا کے لئے خصوصیت مندرجہ بالا چاروں نفوسِ قدسیہ کو دی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو محبت ان چاروں سے تھی۔ وہ دوسروں سے نہ تھی۔

عظمت اہل بیت:

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعبہ کے دروازہ کو پکڑ کر یہ اعلان فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا بے شک میری اہل بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے۔ جو بھی اس میں سوار ہو گیا بچ گیا۔

وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا ھَلَکَ | اور جو سوار نہ ہوا ہلاک ہو گیا۔ (مشکوٰۃ شریف ص۵۷۳)

معزز سامعین!

اس حدیث پاک سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اہل بیت سے محبت وعقیدت میں ہی ہماری بقا اور نجات ہے۔ ان سے دشمنی رکھنے یا ان کی شانِ اطہر میں گستاخیاں کرنے میں سوائے ہلاکت

اور تباہی کے کچھ نہیں اور جس مسلمان کے دل میں اہلِ بیت اطہار سے محبت و عقیدت ہوگی وہ عذابِ الٰہی سے بچ جائے گا اور جو شخص ان سے عداوت اور بغض رکھے گا وہ یقیناً ہلاک ہو جائے گا۔

زمین والوں کی بقا:۔

حضرات محترم!

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اطہار کو عظیم شان سے نوازا۔ یہاں تک کہ اہلِ زمین کی بقا اہلِ بیت کے ہی صدقے سے ہے۔

جیسا کہ امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ستارے آسمان والوں کے لئے سلامتی کا باعث ہیں۔ جب ستارے جھڑ جائیں گے آسمان والے فنا ہو جائیں گے اور ایسے ہی میرے اہلِ بیت زمین والوں کے لئے سلامتی کا باعث ہیں۔

فَاِذَا ذَھَبَ اَھْلُ بَیْتِیْ ذَھَبَ اَھْلُ الْاَرْضِ	جب اہلِ بیت نہ رہیں گے تو زمین والے بھی ختم ہو جائیں گے۔

(خصائص کبریٰ ص ۲۲۶ ج ۲)

کون اہلِ بیت؟

جن کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیتِ تطہیر سے ظاہر ہے ان کی شان

بے اجازت جن کے گھر جبرائیل بھی آتے نہیں
لے جانتے ہیں قدر و شان اہلِ بیت

اہل بیت پر سلام :

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آٹھ یا نو ماہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہا تو میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب فجر کی نماز کے لئے تشریف لے جاتے تو سیدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کے گھر کے پاس سے گزرتے تو آپ دروازہ پر دستک دیتے اور زبان مبارک سے یوں فرماتے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اے اہل بیت تم پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت ہو اور پھر یہ آیۂ کریمہ پڑھتے۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا

اللہ تعالیٰ نے تمہیں پسند کر لیا ہے کہ وہ تمہیں پاک و ستھرا رکھے اور خوب پاک کر دے۔

(سوانح کربلا)

جن کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے ان کی شان

کتاب اللہ و اہل بیت :

حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن مجید اور اہلبیت نبوت کی عظمت و اہمیت کو بیان فرماتے ہوئے ایک خطبہ ارشاد فرمایا حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

فریضہ حج سے فارغ ہو کر مکہ معظمہ سے باہر غدیر خم کے مقام پر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور احکامات الٰہیہ بیان فرمائے۔ اس کے بعد فرمایا۔

وَاَنَا تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ اَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ فِيهِ النُّوْرُ وَالْهُدٰى۔	میں تم میں دو بے مثل چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) ہے جو نور و ہدایت سے بھرپور ہے۔
ثُمَّ قَالَ وَاَهْلُ بَيْتِي	اور دوسری چیز میری اہلبیت ہے۔

اپنی اہل بیت کے معاملہ میں، میں تم کو خدا یاد دلاتا ہے۔ (مسلم شریف ج ۲ ص ۲۷۹)

یہ جملہ آپ نے تین بار ارشاد فرمایا۔

میرے بزرگو اور دوستو۔ اس حدیث پاک میں جن دو چیزوں کو بیان فرمایا گیا ہے۔ ان میں ایک قرآن مجید ہے اور دوسری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان دو چیزوں کا واضح طور پر ذکر فرما کر دنیا والوں کو بتا دیا۔ کہ جب تک ان دو چیزوں سے اپنا تعلق اور واسطہ جوڑے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہوں گے۔ لہٰذا یہ ثابت ہو گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی کلام قرآن مجید فرقان حمید کے ساتھ ساتھ نبی کریم کی اہلبیت کے ساتھ بھی تعلق رکھنا ضروری و لازمی ہے اور اس میں ہی نجات ہے۔

شیخ سعدی کی دُعا۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

الٰہی بحق بنی فاطمہ ؛ کہ بر قول ایمان کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول ؛ من و دست و دامانِ آلِ رسول (بوستان)

اے اللہ حضرت فاطمہ کی اولاد کا صدقہ میرا خاتمہ ایمان پر فرمانا۔ اگر تو نے میری یہ دعا قبول نہ کی تو روزِ حشر میں آلِ رسول کا دامن پکڑ کر تیری بارگاہ میں حاضر ہو جاؤں گا۔

امام شافعی کی دعا

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے لئے ذریعہ نجات ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں وہی میرا وسیلہ ہے۔

اَرْجُوْ بِھِمْ اُعْطٰی غَدًا بِیَدِیْ الْیَمِیْنِ صَحِیْفَتِیْ	میں امید رکھتا ہوں کہ اہلِ بیتِ نبوت کے صدقے سے بروزِ قیامت میرا نامۂ اعمال میرے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

(نور الابصار)

آیئے شانِ حسین وعظمتِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف توجہ فرمائیں

کون حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محراب و منبر کے وارث حسین، دین و شریعت کے پاسبان حسین، رشد و ہدایت کے مرکز حسین، حق و صداقت کے علمبردار حسین، سخاوت و عبادت کے منبع حسین، عدالت و امامت کے پیشوا حسین اور قرآن و سنت کے محافظ حسین،

کون حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ:-

شہزادۂ گلگوں قبا، راکبِ دوشِ مصطفےٰ، نورِ نگاہِ علی المرتضےٰ، امین امانتِ خدا، جلوۂ شمس الضحیٰ، نقشۂ بدرالدجیٰ، پیکرِ صبر و رضا، شہزادۂ کونین سیدہ فاطمہ کے نور العین، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

مشکل کشا علی کا دُلارا حسین ہے
ٹوٹے ہوئے دلوں کا سہارا حسین ہے
مسلم کا سر بلند ہے باطل کے سامنے
کیونکہ ہر دم ہمارے ساتھ ہمارا حسین ہے

ولادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ:-

حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ میں نے ایک خواب دیکھا جو بہت پریشان اور خوفناک تھا۔ اس حال میں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آج رات میں نے بہت عجیب اور ڈراؤنا خواب دیکھا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا تونے کیا خواب دیکھا ہے میں نے عرض کی یا نبی اللہ وہ بہت ہی خوفناک ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وَمَا هُوَ وہ کیا ہے۔ حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے جسم اقدس کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا اے ام الفضل یہ گھبرانے کی بات نہیں یہ تو بڑا مبارک خواب ہے۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ انشاء اللہ میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اللہ تعالیٰ بیٹا عطا فرمائے گا يَكُونُ فِي حِجْرِكِ۔ جسے تم اپنی گود میں لو گی۔ حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ واقعتاً سیدہ فاطمہ کے ہاں حضرت امام حسین رضی اللہ

تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے اور وہ میری گود میں آئے جیسا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا حضرت ام الفضل فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں۔ آپ روتے کیوں ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھے خبر دی کہ عنقریب میری امت میرے اس بیٹے کو شہید کرے گی۔

فَقُلْتُ هٰذَا فَقَالَ نَعَمْ وَاَتَانِیْ بِتُرْبَۃٍ مِّنْ تُرْبَتِہٖ حُمْرَاء

(مشکوٰۃ ص ۵۷۲)

حضرت ام الفضل فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بچے کو فرمایا۔ ہاں۔ اس بچے کو اور جبرائیل علیہ السلام نے مجھے مقامِ شہادت کی سرخ مٹی بھی لا کر دی

اس کے بعد امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی گود میں لیا اور ان کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی اور اپنا لعابِ دہن ان کے منہ میں ڈالا اور آپ کے حق میں دعا کی۔ آپ کا نام حسین رکھا اور حکم دیا کہ ساتویں روز ان کا عقیقہ کرو اور بالوں کو اتار کر اس کے ہم وزن چاندی خیرات کرو۔

حسین مجھ سے ہے!

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

حُسَیْنٌ مِّنِّیْ وَاَنَا مِنْ حُسَیْنٍ

حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں

اَحَبَّ اللّٰہُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْنًا (ترمذی شریف صـ۲۴۲ ج ۔ ۲)	اور اللہ تعالیٰ اُس سے محبت فرماتا ہے جو حسین سے محبت کرے ۔

کون حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صبر رضا نے زہد اندر نیئں اوہناں دی نشان دا ہور کائی
باپ جنہا ندا علی کرار ہووے اُتے والدہ نبی دی ہووے جائی
ناناں ہووے رسول مقبول باری جیہدی دوجہاں دیوچہ شاہی
مظہر حیدری کرو انصاف آپے کون ہے جہناں ایسی نشان پائی

حسین وصالح یہودی ؛

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنے ساتھ لے کر ایک غزوہ میں تشریف لے گئے ۔ حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں شہزادگان ابھی بچے تھے ۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن گھر سے نکلے اور مدینہ کے ایک باغ میں آکر درختوں کے نیچے کھیلنے لگے ۔ آپ کھیل رہے تھے کہ ایک یہودی جس کا نام صالح بن رقعہ تھا ۔ اس طرف سے گزرا اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھیلتے ہوئے دیکھا تو قریب آیا اور حسین کو گود میں لیا اور گھر لے جا کر چھپا دیا ۔ انتظار کرتے کرتے سارا دن گزر گیا ۔ جب عصر کا وقت بھی گزر گیا تو سیدہ کی بے چینی بڑھ گئی ۔ زار وقطار رونے لگیں ۔ اسی پریشانی کے عالم میں ستر بار حجرہ سے باہر تشریف لائیں کہ شاید کوئی حسین کو لا رہا ہو ۔ یا کوئی نظر آئے تو اسے تلاش کے لئے بھیجوں ۔ آخر بڑے شہزادہ کو فرمایا ! اے جان مادر تم ہی جاؤ اور

حسین کو ڈھونڈ کر لاؤ۔ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کھجوروں کے باغ میں تشریف لے گئے۔ جہاں سے وہ صالح یہودی حضرت حسین کو اُٹھا کر لے گیا تھا اور جا کر آواز دی۔

یَا حُسَیْنَ بْنَ عَلِیٍّ یَا قُرَّةَ عَیْنِ النَّبِیِّ اَیْنَ اَنْتَ	اے حسین ابن علی اے نبی کی آنکھوں کی ٹھنڈک اے میرے بھائی تم کہاں ہو۔

مگر کوئی جواب نہ ملا۔ اچانک ایک ہرن اُدھر سے گزرا۔ آپ نے اس سے فرمایا یَاظَبْیَتِیْ ھَلْ رَاَیْتَ اَخِیْ حُسَیْنًا اے ہرن کیا تو نے میرے بھائی حسین کو دیکھا ہے۔ ہرن کو اللہ تعالیٰ نے زبان ناطق عطا فرمائی اور وہ بحکم الٰہی بولا۔

اَخَذَهٗ صَالِحُ بْنُ رَقْعَتَا الْیَهُوْدِیْ وَاَخْفَاهُ فِیْ بَیْتِہٖ۔	اسکو صالح بن رقعہ یہودی نے پکڑ لیا ہے اور اپنے گھر میں چھپا رکھا ہے۔

وہاں سے جا کر لے آئیے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خراماں خراماں اس کے گھر پہنچے۔ اور آواز دی۔ صالح باہر آیا۔ آپ نے فرمایا صالح۔ میرے بھائی حسین کو لا۔ ورنہ میں ابھی اپنی والدہ سے کہتا ہوں تاکہ وہ ایسی دعا کرے۔ کہ روئے زمین پر کوئی یہودی باقی نہ رہے

۔ صالح یہودی شہزادہ کی اس ذہانت پر حیران ہو گیا۔ کہ چھوٹی سی عمر اور تلاش میں ایسی دانائی کہ آخر چور پکڑ لیا۔ عرض کرنے لگا۔ صاحبزادے تمہاری ماں کون ہے آپ نے فرمایا

میری والدہ فاطمۃ الزہرا ہے۔ صالح نے کہا ہاں تمہاری ماں کو میں جان گیا مگر باپ کون ہے۔ آپ نے فرمایا میرے باپ شیرِ یزداں، شاہِ مرداں، علی اسد اللہ ہیں۔ صالح نے کہا تمہارے باپ کو بھی پہچان گیا۔ اب اپنے نانا کے متعلق بتاؤ وہ کون ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہیں رسول الثقلین، سیدِ کونین، مقتدائے حرمین، پیشوائے مشرقین، سردار مغربین جن کا نامِ نامی اسمِ گرامی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہ تمام جواب سن کر اس نے کہا اے جگر گوشۂ مصطفیٰ، نورِ دیدۂ علی المرتضیٰ قبل اس کے کہ میں تمہارے چھوٹے بھائی حسین کو تمہیں دوں۔ مجھے بھی اپنے نانے کا کلمہ پڑھا کر حریم اسلام میں داخل فرمایئے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صالح کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا۔ فرمایا پڑھ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اور گھر میں سے شہزادہ حسین کو بلایا۔ کچھ اشرفیاں آپ کی نذر کیں۔ آپ گھر تشریف لائے اور زہرا کے دل کو راحت پہنچی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد صالح اپنی قوم کے ستر آدمیوں کو اپنے ساتھ لایا اور شہزادگان کی خدمت میں حاضر ہو کر سب نے کلمہ پڑھا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ پھر صالح سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ میں نے حسنین کو اپنے گھر میں چھپا کر بہت بڑا گناہ کیا ہے۔ لہٰذا آپ اس قصور کو معاف فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا میں تو معاف کرتی ہوں۔ مگر یہ فرزندانِ علی المرتضیٰ ہیں۔ علی سے بھی معافی مانگو۔ صالح منتظر رہا۔ جب شیرِ خدا غزوہ سے تشریف لائے۔ تمام قصہ عرض کر کے معافی چاہی۔ آپ نے فرمایا۔ میں تجھ سے بہت خوش ہوں اور اپنی طرف

نے چوما ہے۔ وہ ہاتھ یزید کے پلید ہاتھوں میں نہیں جا سکتا۔ وہ منہ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا لعابِ دہن ڈالا ہو اور جس زبان پہ کلامِ خدا جاری رہتا ہو۔ وہ زبان ایک زانی اور شرابی کی خلافت کا اقرار نہیں کر سکتی اور جو سر اللہ وحدہٗ لاشریک کی ذاتِ اقدس کے آگے جھکتا ہو وہ ایک فاسق و فاجر کے سامنے نہیں جھک سکتا۔ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بتا دیا کہ حسین علی اکبر کی جوانی پہ گھوڑے دوڑتے ہوئے تو دیکھ سکتا ہے۔ عباس علمدار کے بازو تو کٹوا سکتا ہے۔ سکینہ کو یتیم ہوتے ہوتے تو دیکھ سکتا ہے ــــــ چھ ماہ کے علی اصغر کے حلق میں تیر پیوست ہوتا تو دیکھ سکتا ہے۔ سارے کا سارا کنبہ، عزیز و اقربا، اور رفقاء کو قربان کرنے کے بعد خود بھی نیزے کی انی کو برداشت کر سکتا ہے
مگر شرابی کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دے سکتا۔ اُدھر جب یزید کو پتہ چلا کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میری بیعت سے انکار کر دیا ہے۔ تو اس کی عداوت کی آگ بھڑک اٹھی اور اس نے مشتعل ہو کر عاملِ مدینہ ولید کو حکم بھیجا کہ حسین کو میری بیعت پر مجبور کیا جائے۔ اگر وہ انکار کریں تو انہیں قتل کر دیا جائے۔ جب حضرت امام کو یزید کے اس حکم کا پتہ چلا۔ تو آپ نے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ جانے کا ارادہ فرما لیا۔

مدینہ سے کوچ!

اور آپ ۴ شعبان المعظم سنہ ۶۰ھ کو مکہ معظمہ روانہ ہو گئے۔ مدینہ منورہ سے رخصت ہونے سے قبل رات کو گنبدِ خضریٰ پر حاضری دی اور کہا۔

اے باغبانِ گلشنِ توحید الوداع!
میں جا رہا ہوں تیری بہاروں کو چھوڑ کر

روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر صلوٰۃ و سلام کا نذرانہ پیش کیا اور قبرِ انور سے لپٹ کر زار و قطار رونے لگے۔ رو رو کر بیہوش ہوگئے۔ جب ہوش آیا تو اس طرح دردِ دل سنانے لگے۔ اے نانا جان! آپ کا حسین آج کی شب آپ کا مہمان ہے کل صبح میری منزل شروع ہونے والی ہے۔ اے نانا جان آپ کا نواسہ حسین پردیس میں جا رہا ہے۔ اے نانا حضور میں جا رہا ہوں۔ میرا آخری سلام قبول ہو۔ آج مدینہ چھوٹ رہا ہے۔ وطن سے دُور جا رہا ہوں۔ ہائے افسوس! یہ کیسا انقلاب ہے۔ کہ دنیائے عالمِ اسلام سے مسلمان اپنا وطن اپنے عزیز و اقارب کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ میں حاضری کی خواہش کریں۔ عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم گنبدِ خضریٰ کی زیارت کے لئے تڑپیں لیکن نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم مدینہ سے جلا ہو رہا ہے۔ محبوبِ خدا کے کندھوں پر کھیلنے والا حسین جا رہا ہے۔ حسین سے مدینہ اوجھل ہو رہا ہے۔ آواز آئی جاؤ بیٹا حسین صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے اور صبر و شکر سے جامِ شہادت نوش کر کے میرے پاس آ جاؤ اور پھر وہ وقت بھی آ گیا کہ

مدینے نوں چھڈ کے جگر فاطمہ دا!
زمیں کربلا دی وساون نوں چلیا

اے اکبر تے اصغر نوں قربان کر کے
اُمت دی بگڑی بناون نوں چلیا

اُدھر جب اہلِ عراق کو پتہ چلا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے یزید کی بیعت نہیں کی اور آپ مکہ معظمہ تشریف لے آتے ہیں۔ تو انہوں نے متفق ہو کر۔ امام عالی مقام کی خدمت میں درخواستیں اور خطوط بھیجنے شروع کر دیئے۔ جن میں اپنی نیاز مندی اور عقیدت و اخلاص کا اظہار کیا کہ ہم اپنے جان و مال آپ پر قربان کر دیں گے۔ آپ یہاں کوفہ تشریف لے آئیں۔ کیونکہ خلافت آپ کا حق ہے۔ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ ہم آپ کے غلام ہیں۔ آپ کا بھرپور ساتھ دیں گے۔ بغرضیکہ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمتِ عالیہ میں اس طرح کے تقریباً ڈیڑھ سو خطوط آئے۔

اب سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دو مسئلے پیدا ہو گئے ایک کوفیوں کی بے وفائی دوسرا یزید کی حکومت جو دین کے لئے ایک خطرہ بن چکی تھی۔ ایک طرف امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفیوں کی طرف سے بیعت کے لئے اصرار جس کے رد کرنے کے لئے کوئی شرعی عذر نہ تھا اور دوسری طرف صحابہ کرام کا اصرار کہ آپ کوفہ نہ جائیں۔ لہٰذا آپ نے صحابہ کرام کے مشورہ سے حالات کا جائزہ لینے کے لئے اپنے چچا زاد بھائی حضرت امام مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا نمائندہ بنا کر کوفہ روانہ کر دیا، اور حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دونوں صاحبزادوں محمد و ابراہیم کو ساتھ لیا اور کوفہ پہنچ گئے۔ کوفہ والے تو پہلے ہی آپ کے انتظار میں تھے دیکھتے ہی باغ باغ ہو گئے۔ آپ کا شاہانہ استقبال کیا گیا۔ آپ کے کوفہ پہنچنے کی خبر فوراً تمام شہروں میں پھیل گئی۔ مخلوق جوق در جوق آپ کی زیارت و ملاقات کے لئے حاضر ہونے لگی۔ کوفہ میں ایک نئی بہار آگئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آسمان سے چاند اُتر آیا۔ چہروں سے نور کی شعاعیں نکل رہی تھیں۔ اس لئے کہ:۔

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

بیعت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ بارہ ہزار اور ایک روایت میں ہے کہ چالیس ہزار کوفیوں نے پہلے ہی دن آپ کے ہاتھ پر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر لی۔ ان بیعت کرنے والے میں بڑے بڑے علماء، فضلا، رؤساء اور امراء بھی تھے۔ قبیلوں کے سردار اور بہت بڑے بہادر اور شجاع بھی تھے۔ حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عراق والوں کے اس جذبۂ محبت اور جوشِ عقیدت کو دیکھ کر فوراً حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں خط لکھ دیا۔

امام مسلم کا خط!

جس میں یہ لکھا تھا کہ عراق والے بڑے مخلص اور دیانت دار ہیں۔ وَاِنَّ جَمِیْعَ اَھْلَ الْکُوْفَۃِ مَعَکَ ”اور بے شک تمام کوفہ والے آپ کے ساتھ ہیں۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ بارہ ہزار اور ایک روایت میں ہے اٹھارہ ہزار، اور ایک روایت میں ہے کہ چالیس ہزار کوفیوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے، لہٰذا آپ جلد تشریف لے آئیں۔ تاکہ بندگانِ خدا یزید کی غیر اسلامی حکمرانی سے نجات پا سکیں اور دینِ حق کی تائید ہو سکے۔ جب یزید کو ان حالات کا علم ہوا کہ حضرت امام مسلم کوفہ پہنچ چکے ہیں اور لوگ انتہائی جوش و خروش سے ان کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔ اور خود امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف لانے والے ہیں، تو اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور اُسے تختِ حکومت

لرزتا ہوا نظر آیا اور سمجھ گیا کہ اب خیر نہیں ہے۔ فوراً اپنے وزیروں اور مشیروں کو بلا کر مشورہ کیا۔ وہ بھی پریشان ہو گئے۔ چنانچہ یزید نے حاکم بصرہ عبید اللہ بن زیاد کو حکم بھیجا کہ کوفہ پہنچ کر لوگوں کو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت سے روکے اور حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فوراً وہاں سے نکال دے اور اگر ان کی طرف سے کوئی مزاحمت کرے تو اسے قتل کر دے۔ ابن زیاد یزید کا حکم پاتے ہی کوفہ روانہ ہو گیا۔ ابن زیاد بڑا مکار اور دغاباز انسان تھا۔ وہ چہرے پر نقاب ڈال کر شام کے وقت حجازی راستے سے کوفہ میں داخل ہوا۔

ابنِ زیاد کوفہ میں!

جہاں کوفہ والے بڑی بے چینی سے سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ چنانچہ جب ابن زیاد کوفہ میں داخل ہوا۔ لوگ یہ سمجھے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سواری پہنچ گئی ہے اور لوگ بڑی کثرت سے خوشی و مسرت کے نعرے لگاتے ہوئے جمع ہو گئے۔

اور ہر طرف مرحبا ابنِ رسول مرحبا کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ یہ ظالم چلتا رہا اور کچھ نہ بولا۔ اسے پتہ چل گیا کہ اکثریت حسین ابن علی کی طرف ہے ابنِ زیاد آہستہ آہستہ بڑی خاموشی سے قصرِ امارت میں داخل ہو گیا۔ جامع مسجد میں لوگوں کو جمع کیا اور ایک وحشت ناک تقریر کر کے ان میں زبردست خوف و ہراس پیدا کر دیا اور کہا کہ خبردار مجھے یزید کی طرف سے کوفہ کا بااختیار حاکم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ تم یزید کو خلیفہ ماننے سے انکار کر رہے ہو اور حسین ابن علی کے ہاتھ پہ بیعت

کر رہے ہو۔ اس کے لئے مسلم بن عقیل ان کی طرف سے بطور نمائندہ یہاں موجود ہیں۔ خبردار۔ کان کھول کر سُن لو، اگر تم باز نہ آئے۔ تو تمہارے بچوں کو ذبح کر دیا جائے گا۔ تمہارے سر تن سے جُدا کر دیئے جائیں گے۔

اُدھر سیّدنا امام مُسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس انقلاب کا علم ہُوا تو حیران و پریشان ہو گئے۔

امام مُسلم ہانی بن عُروہ کے گھر!

اور مجبوراً ہانی بن عُروہ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ جو ایک پکے اور سچے عاشق رسول اور محبِ اہل بیت تھے۔ ہانی نے عرض کی یا امام ایسے حالات میں یہاں تک آپ کی حفاظت اور خدمت کا تعلق ہے۔ میں اس میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑوں گا۔ آپ بالکل مطمئن رہیں۔ ہانی نے آپ کو اپنے مکان کی ایک محفوظ جگہ میں چھپا دیا اور خفیہ طور پہ دل میں آل رسول کی محبت رکھنے والے لوگ جوق در جوق آنا شروع ہو گئے

اُدھر عبید اللہ ابن زیاد نے سیّدنا امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش کے سلسلہ میں کئی دن لگا دیئے۔ لیکن کہیں سے آپ کی جائے اقامت کا علم نہیں ہو رہا۔ حیرت تو یہ ہے۔ کہ ہیں بھی کوفہ میں۔ بالآخر اس نے بنو تمیم کے ایک غلام معقل کو تین ہزار درہم دے کر سراغ لگانے کے لئے مقرر کیا۔ چنانچہ اس جاسوسی کے بعد معقل نے ساری خبر ابن زیاد کو بتا دی۔ اس کے بعد ابنِ زیاد نے محمّد بن اشعث کو بلایا اور کہا کہ ہانی کئی روز سے نہیں آئے۔ ان کو بلا کر لاؤ۔ اس نے کہا صحیح معلوم نہیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ابھی بیماری سے صحت یاب نہ ہوئے ہوں،

ابن زیاد کہنے لگا۔ تم جاؤ اور ہر صورت میں ان کو ساتھ لاؤ۔ پھر وہ ہانی کے پاس آئے اور ابن زیاد کا پیغام دیا۔ کہ وہ آپ کو بلا رہا ہے۔ وہ بھی اس معاملہ میں بے خبر تھے۔ حضرت ہانی بغیر کسی کو اطلاع دیئے ہوتے اکیلے ہی چلے گئے۔

ہانی ابن زیاد کے پاس:

دیکھا کہ ابن زیاد کے تیور بدلے ہوئے ہیں۔ ابنِ زیاد دیکھتے ہی کہنے لگا۔ موت کے منہ میں آگئے ہو۔ آپ نے کہا کیوں کیا بات ہے۔ کہنے لگا۔ تم نے مسلم کو اپنے پاس پناہ دی ہے۔ حضرت ہانی نے کہا۔ تجھے کس نے بتایا۔ اس نے اپنے جاسوس معقل کی طرف اشارہ کیا۔ ہانی نے جب اس شخص کو دیکھا تو سمجھ گئے۔ آپ نے جواب دیا کہ میں نے مہمان کو پناہ دی ہے کیا حرج ہے۔ ابن زیاد کہنے لگا۔ اچھا یہی بات ہے تو مسلم کو میرے حوالے کر دو۔ حضرت ہانی نے جواب دیا یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہنے لگا۔ پھر آپ بھی زندہ نہیں بچ سکتے۔

آپ نے فرمایا۔

اَلَا وَاللّٰہِ لَا اٰجِیْئُکَ بِہٖ اَبَدًا اَجِیْئُکَ بِضَیْفِیْ تَقْتُلُہٗ	خدا کی قسم میں ہرگز ان کو تیرے پاس پیش نہیں کروں گا۔ کیا اس لئے کہ تو میرے مہمان کو قتل کر ڈالے۔

حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا خدا کی قسم میں جان تو دے سکتا ہوں۔ مگر اپنے معزز مہمان کو کسی قیمت پر تیرے حوالے نہیں کر

سکتا۔ یہ بات سن کر ابنِ زیاد بولا۔ اگر تم نے اُس کو حاضر نہ کیا۔ تو تمہاری گردن اڑا دوں گا۔ حضرت ہانی نے فرمایا۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تمہارے قصر کے اردگرد تلواریں ہی تلواریں چمک اٹھیں گی۔ جب ابن زیاد نے یہ بات سُنی تو آگ بگولہ ہو کر اٹھا اور اپنے عصا سے حضرت ہانی کو اس قدر مارا کہ ان کے مُنہ کے رخسار پھٹ گئے اور ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ خون کے فوارے بہنے لگے۔ تمام بدن بمعہ لباس رنگین ہو گیا۔ اس زخمی حالت میں سسکتے ہوئے آپ کو کمرے میں قید کر لیا گیا اور دروازہ بند کر دیا۔

شہادت ہانی بن عروہ !

چنانچہ تھوڑی ہی دیر بعد سارے کوفہ میں خبر پھیل گئی کہ حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اور پھر سیدنا امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ کہ معزز میزبان انہی کی وجہ سے مصائب میں گرفتار رہے اور وہ ابھی تک گھر نہیں آئے، آپ باہر نکلے چند افراد آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ سیدھے دارالامارات پہنچے۔ جب ابن زیاد کو پتہ چلا کہ مسلم بن عقیل لشکر لے کر آ رہے ہیں اور قلعہ کا محاصرہ کرنے لگے ہیں تو اُس نے اپنی فوج کو کہا کہ ان لوگوں کو ڈرائیں دھمکائیں۔ چنانچہ لوگ ابن زیاد کے خوف سے بھاگنا شروع ہو گئے اور ہزاروں میں سے صرف ۵۰۰ کے لگ بھگ آدمی رہ گئے۔ دریں اثناء نمازِ مغرب کا وقت ہو گیا تو آپ کوفہ کی جامع مسجد میں نماز کی ادائیگی کے لیے تشریف لے گئے۔ جب اذان کے بعد جماعت کھڑی ہوئی، اور امامت کے فرائض حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی فرما رہے تھے

تو سب آپ کے پیچھے کھڑے تھے۔ لیکن جب آپ نے سلام پھیرا تو دیکھا کہ پیچھے ایک شخص بھی موجود نہیں ہے۔ آپ سمجھ گئے کہ :-

کوفیوں کی بیوفائی :-

کوفہ والے بے وفائی کر گئے مگر اب کیا ہو سکتا تھا اور حضرت امام مسلم رات کی تاریکی میں تنہا رہ گئے۔ کوئی راستہ بھی بتانے والا نہ رہا۔ پریشان ہیں کہ کدھر جائیں اور کہاں رات گزاریں۔ حیرت ہے کہ کوفہ کے تمام مکانوں کے دروازے بند ہو چکے ہیں اور سوچتے ہیں کہ واقعی بد عہد قوم نے بیوفائی کی ہے جو مشہور ہے۔ اس بے کسی اور بے بسی کے عالم میں جا رہے ہیں کہ ایک طوعہ نامی بڑھیا کے دروازے پر جا پہنچے آپ نے اُس عورت کو دیکھ کر فرمایا۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَمَۃَ اللّٰہِ اِسْقِیْنِیْ مَاءً	اے اللہ کی بندی تجھ پہ سلام ہو مجھے کچھ پانی پلا دو۔

ہائے افسوس جس گھر سے دنیا کو بھیک ملتی ہے۔ آج وہ امام شدتِ پیاس سے کوفہ کے گلی کوچوں میں پھر رہے ہیں اور کوئی پُرسانِ حال نہیں اُس عورت نے اسی وقت پانی کا پیالہ پیش کیا۔ آپ نے پانی نوش فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔ جب اُس بڑھیا نے آپ کی خستہ حالی دیکھی تو پوچھا۔ قبلہ آپ کون ہیں۔ فرمایا میں غریب الوطن مسلم ہوں۔ اس پاک نام کا سُننا تھا کہ وہ بڑھیا آپ کے قدموں میں گر گئی اور نہایت ہی عزت و تکریم سے اپنے گھر کے اندر لے گئی۔

مسلم طوعہ کے گھر۔

بستر بچھا دیا۔ کھانا تیار کر کے پیش کیا رات کا کافی حصہ گزر چکا تھا کہ اس عورت کا بلال نامی لڑکا گھر آیا۔ اُس نے پُوچھا یہ شخص کون ہے۔ طوعہ نے کہا یہ امام مسلم بن عقیل ہیں۔ اہل بیت سے ہیں۔ ہماری خوش نصیبی ہے کہ یہ عظیم مہمان ہمارے گھر تشریف لے آئے ہیں۔ ان کی خدمت میں ہماری نجات ہے۔ اس کے بعد لڑکا سو گیا اور حضرت امام مُسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبادتِ خداوندی میں مشغول ہو گئے۔ ادھر جنتی ماں کے جہنمی بیٹے نے ابنِ زیاد کو خبر دی کہ مُسلم ہمارے گھر میں موجُود ہیں۔ چنانچہ ابنِ زیاد نے اپنی فوج بھیجی تقریباً ستر آدمی تلواریں اور گھوڑے لے کر وہاں پہنچے اور اس بڑھیا کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ اچانک گھوڑوں کی ٹاپوں اور لوگوں کے شور وغل کی آواز کانوں تک پہنچی۔ تو سیدنا امام مُسلم تنہا تلوار لے کر باہر نکلنے لگے طوعہ نے کہا، حضُور آپ باہر نہ جائیں۔ آپ نے فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں ظالم مکان کو آگ نہ لگا دیں۔ میں خود ہی اُن کے سامنے چلا جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر طوعہ کو آخری سلام کہتے ہوئے آپ باہر تشریف لے آئے اور آتے ہی ابن زیاد کے لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ آپ کے حملے سے دلاوروں نے دل چھوڑ دیئے۔ حتیٰ کہ اکتالیس آدمی مارے گئے اور بہت سے زخمی بھی ہوئے محمد بن اشعث گھبرا کر گھوڑے کو دوڑاتا ہوا۔ ابن زیاد کے پاس گیا اور بتایا کہ ہمارے اکتالیس آدمی اکیلے مسلم نے مار ڈالے ہیں۔ ہمیں اور آدمی دیجئے۔ ابنِ زیاد محمد بن اشعث پر ٹوٹ پڑا اور کہنے لگا اتنے بزدل ہو صرف ایک آدمی پر قابو نہیں پا سکے۔ اگر تمہیں کسی فوج کے مقابلہ میں بھیجا

جلئے تو پھر تمہارا کیا حال ہو گا۔ اشعث نے جواب دیا۔ اے امیر کیا آپ کا خیال ہے۔ کہ آپ نے مجھے کسی کوفے کے سبزی فروش کے پاس بھیجا ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔ اس کی رگوں میں بھی علی کا خون ہے۔ وہ آلِ نبی اور اولادِ علی ہے۔ ابنِ زیاد یہ سُن کر چکرا گیا۔ کہنے لگا اس کو امن و سلامتی کا دھوکہ دے کر اس بہانے سے میرے پاس لے آؤ کہ ابن زیاد اسے امان دے گا اور کچھ نہ کہا جائے گا۔ ورنہ اس کے بغیر تم اس پر قابو نہ پا سکو گے۔ ابن اشعث گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ مقابلہ ہو رہا ہے اور سیدنا امام مسلم شدید زخمی حالت میں ہیں۔

امام مسلم زخموں سے چور:

زخموں کی کثرت اور خون کے زیادہ بہہ جانے اور شدت پیاس سے نڈھال ہو کر دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ اسی اثناء میں طوعہ خاتون کو آواز دی۔ کہ تھوڑا سا پانی لاؤ۔ وہ جلدی سے پانی لے کر آئی۔ کہ حضرت پانی پینے نہ پائے۔ کہ ایک ظالم نے اس قدر زور سے پتھر مارا کہ حضرت امام مسلم کے منہ پر لگا اور ہونٹ مبارک شہید ہو گیا۔ آپ نے فرمایا شکر ہے اللہ اگر یہ دنیاوی پانی ہماری قسمت میں نہیں تو حوضِ کوثر سے سیراب ہو جائیں گے۔ پھر ایک ظالم نے اور پتھر مارا۔ جو سیدنا امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی اقدس پر لگا کہ خون کا فوارہ پھوٹ پڑا۔ بدن اقدس لہو لہان ہو گیا۔ داڑھی اور چہرہ مبارک خون آلود ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا تمہیں کیا ہو گیا کہ مجھے اس طرح پتھر مار رہے ہو۔ جیسے کفّار کو مارے جاتے ہیں۔

حالانکہ میں تو نبی کے خاندانِ اہل بیت سے ہوں۔ کیا تمہیں آلِ رسُول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا کوئی پاس نہیں۔ اس کے بعد ایک ظالم نے پیچھے سے سرِ اقدس پر ایسا زور کا وار کیا کہ آپ گر گئے۔ ظالموں نے خستہ بدن حالت میں لاچار دیکھ کر آپ کو پکڑا اور گھوڑے پر سوار کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا مجھے کہاں لے جانے لگے ہو۔ ابن اشعث نے کہا ابن زیاد آپ کو امان دے گا۔ آپ نے فرمایا۔ ظالموں اب بھی مجھے امان کا دھوکہ دے کر قتل کرنا چاہتے ہو۔ کہنے لگا نہیں، نہیں، آپ نے فرمایا تم پر کچھ اعتبار نہیں۔ یقین ابھی تمہارا پتہ چل جائے گا۔

امام مُسلم ابنِ زیاد کے پاس :-

سیّدنا امام مُسلم کو کوفہ میں ابنِ زیاد کے پاس لے آئے۔ ابنِ زیاد بولا۔ تو نے یہاں آکر لوگوں میں فتنہ ڈالنا چاہا۔ آپ نے فرمایا تمہارا الزام غلط ہے۔ یہاں کے لوگوں نے ہمیں دعوت دے کر بلایا۔ ہم تب آئے۔ تاکہ لوگوں میں کتاب اللہ اور سُنّتِ رسول پر عمل ہو۔ ابنِ زیاد نے کہا اس کا حقدار یزید ہے۔ امام مسلم نے فرمایا جو سُنّتِ رسول کو بدلنا چاہے اور شراب نوشی کرے۔ فسق و فجور اس کی گھٹی میں رچ گیا ہو۔ جو تارکِ نماز ہو۔ دین کی حدوں کو توڑنے والا ہو۔ کیا وہ امیر المؤمنین ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ابنِ زیاد کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔ بلکہ کہنے لگا۔ مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ آپ نے فرمایا۔ ظالم مجھے پتہ ہے جو تو کرنے والا ہے۔ لیکن میری چند وصیتیں ہیں۔ اگر انہیں پُورا کر دے۔ کہنے لگا بتاؤ کیا ہیں۔

چند وصیتیں:۔

آپ نے فرمایا،

۱۔ مجھ پہ کوفہ والوں کے سات سو درہم قرض ہیں۔ میری موت کے بعد میری تلوار اور زرہ بیچ کر میرا قرض ادا کر دینا۔

۲۔ میرے قتل کے بعد میری لاش کو رنگین خون کے اسی لباس میں دفن کر دینا۔

۳۔ سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو لکھ دیں۔ کہ کوفہ نہ آئیں، کوفہ والے واقعی بے وفا ہیں۔

۴۔ مجھے میرے بچوں کے بارے میں کوئی علم نہیں کہ وہ کہاں ہیں۔ اُن کا خیال رکھنا اور انہیں سلامتی سے مدینے پہنچا دینا۔

سیّدنا امام مُسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، زخموں سے چُور ہیں۔ مگر ابنِ زیاد کے سامنے انتہائی جرأت مندانہ انداز اور قوّتِ ایمانی سے کلام فرما رہے ہیں گویا کہ اس پیکرِ صبر و رضا نے یہ ثابت کر دیا کہ جان تو دے دوں گا۔ مگر دینِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے عَلَم کو سرنگوں نہیں ہونے دوں گا۔

شہادتِ امام مُسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آخر بدبخت ابن زیاد نے جلّاد کو حکم دیا کہ مسلم کو قصرِ امارت کی چھت پہ لے جا کر قتل کر دیا جائے۔ اور لوگوں کو بتا دے کہ جو کوئی حکومت یزید کی مخالفت کرے گا اس کا یہی حال ہو گا

چنانچہ امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو محل کی چھت پر لے جایا گیا۔ آپ نے نیچے دیکھا کہ مخلوق کا ایک ہجوم ہے۔ کوئی یار و مددگار نہیں کوئی غمخوار و غمگسار نہیں اور کوئی اپنا یار نہیں۔ کوئی ساتھ دینے والا نہیں ادھر اس ظالم دنیا کے کتے نے اس زور سے تلوار کا وار کیا کہ حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر انور تن سے جدا کر دیا۔ سر انور نیچے گرا تو ظالم نے تن اقدس نیچے گرا دیا اس طرح ۹ ذوالحجہ ۶۰ھ ہجری کو آپ کی شہادت واقع ہوئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۰

ادھر امام مسلم کی شہادت کے ساتھ ہی ابن زیاد کی طرف سے کوفہ کے گلی کوچوں میں منادی ہونے لگی کہ جو بھی مسلم کے یتیم بچوں کو اپنے گھر میں پناہ دے گا۔ اُسے عبرتناک سزا دی جائے گی اور جو انہیں پکڑ کر لائے گا اسے بہت بڑا انعام دیا جائے گا۔ چنانچہ مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں یتیم ۶ اور ۸ سال کے محمد اور ابراہیم کوفے میں ایک عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و محبِ اہل بیت قاضی شریح کے گھر پناہ لئے ہوئے تھے۔ یہ اعلان سن کر قاضی شریح کا دل ہل گیا۔ مسلم کے شہزادوں کی یتیمی کا احساس اور ان کا دردناک انجام آنکھوں کے سامنے گھومنے لگا۔ کافی دیر اسی فکر میں سوچتے گزر گئی کہ کس طرح انہیں ظالموں کے ظلم سے بچایا جائے۔ کافی غور و خوض کے بعد یہ صورت سمجھ میں آئی۔ کہ کسی نہ کسی طریقہ سے راتوں رات بچوں کو کوفے سے مدینہ منورہ پہنچا دیا جائے۔ اسی پریشانی کے عالم میں اپنے بیٹے اسعد کو آواز دی۔ بیٹا یہ دیکھ نواسۂ رسول جگر گوشۂ بتول مسلم شہید کے یتیم ہیں

بیٹیاں ان کی خدمت کرنے سے ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام خوش ہوں گے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔ عرض کی ابا جان آپ حکم فرمائیں۔ فرمایا بیٹا مجھے پتہ چلا ہے۔ کہ شام کے وقت ایک قافلہ کوفے سے مدینہ شریف جا رہا ہے۔ لہٰذا انہیں کھانا کھلا کر اور کچھ درہم و دینار دے کر اس مدینے جانے والے قافلہ میں کسی نیک خصلت اور شریف الطبع انسان کے حوالے کر آنا تاکہ وہ انہیں بحفاظت مدینہ شریف پہنچا دے۔ جونہی قاضی کی نظر ان شہزادوں پر پڑی، ضبط نہ ہو سکا گڑگڑا کر رونے لگے۔ آنکھوں میں آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ بچوں کو سینے سے لگا لیا۔ پیشانی چومی سر پر ہاتھ پھیرا۔ بچے ابھی تک باپ کی شہادت سے بے خبر تھے۔ قاضی شریح کی اسی کیفیت پر شہزادے حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ بڑے بھائی نے حیرانی کے عالم میں دریافت کیا۔ بابا جی کیا بات ہے کہ ہماری طرف بار بار دیکھ کر روتے ہیں اور رہبر ہمارے سروں پر آپ کا شفقت سے ہاتھ پھیرنا ایسی ہمدردی تو یتیموں کے ساتھ کی جاتی ہے قاضی شریح نے بچوں کو جواب دیا۔ بچو میں کس منہ سے بتاؤں کہ ظالموں نے تمہارے باپ کو شہید کر دیا ہے۔ ہائے تم پردیس میں یتیم ہو گئے ہو۔ لاوارث اور بے سہارا ہو گئے ہو۔ یہ خبر سن کر دونوں بچے ہیبت و خوف سے کانپنے لگے۔ چھوٹے بھائی کے منہ سے ایک چیخ نکلی اور غش کھا کر زمین پر گر پڑا۔ ہوش آیا تو ابا جی، ابا جی کہہ کر پکارنے لگا۔ قاضی شریح سے بچوں کا بلکنا اور تڑپنا دیکھا نہیں جاتا تھا۔ بڑی مشکل سے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ شہزادو چپ کر جاؤ۔ دشمن دیوار سے کان لگائے کھڑے ہیں۔

امانت اہل بیت!

تم میرے پاس اہل بیت کی مقدس امانت ہو۔ اگر مجھ سے اس امانت میں فرق آگیا۔ تو کل قیامت کے دن میں منہ دکھانے کے بھی قابل نہیں رہوں گا۔ اس لئے میری کوشش ہے کہ کسی طرح تمہیں مدینے پہنچا دیا جائے۔ اور جب مدینہ میں پہنچ جاؤ، تو نانا جان کے روضۂ اقدس پر پہنچ کر میری طرف سے بھی درود و سلام کا نذرانہ پیش کر دینا۔ یہ کہہ کر قاضی شریح نے بچوں کو رخصت کیا۔ قاضی شریح کا بیٹا اسعد انہیں بڑی حفاظت کے ساتھ اور جاسوسوں کی نظروں سے چھپ چھپا کر کوفہ سے باہر لے گیا۔ جہاں سے قافلہ روانہ ہونا تھا۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں کوئی قافلہ نہیں ہے۔ کسی بتانے والے نے بتایا کہ تھوڑی دیر ہوئی ہے قافلہ جا چکا ہے۔ جب نظر اٹھائی دیکھا کہ کچھ ہی فاصلے پر دھول اڑتی ہوئی نظر آئی۔ اسعد نے کہا اے صاحبزادو دیکھو وہ سامنے قافلہ جا رہا ہے جس کی دھول اڑتی ہوئی نظر آرہی ہے۔ دوڑو اور ساتھ مل جاؤ۔ لیکن رات کا وقت ہر طرف دہشت چھائی ہوئی تھی۔ اس خوف اور ہیبت میں وہ کیا دوڑتے۔ چھوٹی عمر میں یتیمی کا احساس کوئی ساتھی نہیں کوئی یار و مددگار نہیں کوئی راستہ بتانے والا نہیں۔ تھوڑی دور جا کر راستہ بھول گئے۔ پاؤں میں چھالے پڑ گئے۔ جنگل میں چلتے ہوئے۔ اگر کوئی پتا بھی ہلتا تو سہم جاتے۔ کہ کہیں دشمن تو نہیں آگیا۔ ساری رات چلتے رہے چھوٹا گرتا تو بڑا بھائی سنبھال لیتا۔ بڑا گرتا تو چھوٹا سہارا دیتا۔ منزل سے بے خبر مدینے کے مسافر مسلم شہید کے یتیم ابھی چھپنے کی

جگہ تلاش کر ہی رہے تھے۔

ابن زیاد کا سپاہی!

کہ ابن زیاد کا سپاہی تلاش کرتا کرتا شہزادوں کے قریب آیا اور دریافت کیا تم کون ہو۔ بچوں نے سمجھا کہ شاید یتیم سمجھ کر بطور ہمدردی کے پوچھ رہا ہے۔ انہوں نے اپنا سارا حال بیان کر دیا۔ مگر ان یتیموں کو کیا خبر کہ وہ خون کے پیاسوں کو اپنا پتہ بتا رہے ہیں۔ جب اسے پتہ چل گیا کہ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہی فرزند ارجمند ہیں۔ اس نے فوراً گرفتار کر لیا اور اپنے ساتھ لے چلا۔ یہ دردناک منظر دیکھ کر بچے چلا اُٹھے اور فریادیں کرنے لگے۔ ارے ہم یتیم ہیں۔ ہماری بیتی پہ رحم کر ساری رات چلتے چلتے پاؤں میں چھالے پڑ گئے ہیں۔ نانا جان کا واسطہ ہمارے جسم پر ترس کھا۔ کبھی ابو کو پکارتے ہیں۔ کبھی امی جان بچانا کے لفظ زبان سے نکلتے ہیں۔ کبھی بہن کا نام لیتے ہیں۔ لیکن اس بیابان جنگل میں ان یتیموں کی فریاد سننے والا کوئی نہیں۔ بچوں کی ان فریادوں کا اس ظالم پر کوئی اثر نہ ہوا۔ ترس کھانے کے بجائے شہزادوں کے پھول جیسے رخساروں پر طمانچے مار کر جواب دیا۔ کئی دنوں سے تمہیں تلاش کر رہا ہوں۔ آنکھوں کی نیند اڑ گئی۔ کھانا پینا حرام ہو گیا۔ خبردار اگر اب کوئی سوال کیا۔ جب تک تمہاری زندگی کا آخری فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ کوئی فریاد نہیں سنی جائے گی۔ اور نہ ہی تم پہ رحم کیا جائے گا۔ طمانچوں سے نور جیسے چہروں پر انگلیوں کے نشان پڑ گئے۔ رونے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ اب سسکتے، لرزتے اور کانپتے ہوئے سر جھکا کر ساتھ چل رہے ہیں اور اس ظالم کے ظلم برداشت

کر رہے ہیں۔ اب بچے سمجھ گئے کہ ہمارے لئے سوائے موت کے اور کچھ نہیں۔ لہٰذا دیکھتے ہیں کہ ہماری موت کا وقت کون سا مقرر ہوتا ہے۔ ابن زیاد کا سپاہی بچوں کو لے کر ابن زیاد کے سامنے گیا۔

بچے ابنِ زیاد کے پاس :

اس نے حکم دیا کہ تا حکم ثانی ان بچوں کو جیل میں بند کر دیا جائے اور کڑی نگرانی کی جائے۔ چنانچہ دونوں بچوں کو جیل کے داروغہ کے حوالے کر دیا گیا۔ جیل کا داروغہ نہایت ہی شریف النفس اور ایک سچا عاشق رسول اور محبِ اہل بیعت تھا۔ اس نے انتہائی عقیدت و محبت کے ساتھ ہاشمی شہزادوں کو خوش آمدید کہا اور رات بھر ان کی خدمت میں مشغول رہا۔ آدھی رات گزرنے کے بعد اس نے اپنی جان کی فکر کئے بغیر دونوں بچوں کو جیل سے باہر نکالا۔ دور لے گیا اور قادسیہ جانے والی سڑک پہ پہنچا کر اپنی انگوٹھی دی۔ اور کہا یہ راستہ سیدھا قادسیہ جاتا ہے اور وہاں میرا بھائی شہر کا کوتوال ہے۔ اسے جا کر میری یہ انگوٹھی دکھانا۔ وہ تمہیں حفاظت کے ساتھ مدینہ پہنچا دے گا۔ یہ کہہ کر اس نے بچوں کو رخصت کیا۔ بچے چل پڑے۔ تھوڑی دور گئے تھک گئے۔ اب چلنے کی سکت بھی نہ رہی۔ تھوڑا سا چلتے پھر بیٹھ جاتے۔ آخر کچھ دور جا کر پھر راستہ بھول گئے۔ پھر رات کی وہی خوفناک تاریکی۔ وہی سنسان جنگل اب نوردنے رہتے آنکھیں بھی خشک ہو گئیں۔

ادھر صبح ہوئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ رات جہاں سے چلے تھے پھر اسی جگہ پہ موجود ہیں۔ ذرا غور کرو۔ یہ کون ہیں۔ یہ کس کے جگر پارے ہیں۔

یہ کس کے دل کی راحت ہے۔ یہ کس کے نورِ نظر ہیں۔ ان کی ماں بھی انتظار کرتی ہوگی۔ ان کی بہن بھی اپنے دیدوں کا راہ تکتی ہوگی۔ آج کسی ماں کا بچہ گم ہو جائے تو ماں کے آنسو نہیں تھمتے۔ بیٹے کی جدائی میں تڑپتی ہے مسجدوں میں اعلان کروائے جاتے ہیں اور وہ ماں یہ بھی جانتی ہے کہ تھوڑی دیر کے بعد میرا بچہ مل جائے گا ــــــ آیئے اُس ماں کا حوصلہ دیکھیں (جس کے بیٹے) اس بہن کا صبر دیکھیں، جس کے بھائی قیامت تک کے لئے جدا ہو گئے۔

ہائے افسوس جب رات کا سناٹا چھا جاتا ہے تو کیڑے مکوڑے اور چرند و پرند تک بھی اپنی پناہ گاہوں میں سکون کر جاتے ہیں۔ لیکن آج خاندانِ نبوّت کے ان دو ننھے پھولوں کے لئے پناہ کی کوئی جگہ نہیں جب صُبح ہوئی، سُورج طلوع ہوا اور ہر طرف لوگوں کا آنا جانا شروع ہوا۔ تو کل کی گرفتاری یاد آگئی۔ بچے بے قرار ہو گئے۔ اب چھپنے کے لئے کوئی جگہ تلاش کر رہے تھے۔ ہر طرف نظر دوڑائی۔ لیکن اس چٹیل میدان میں کوئی بھی جگہ نہ مل سکی۔ حیرانی اور مایوسی کے عالم میں دونوں بھائی بڑی حسرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کہ کہاں جائیں۔ اور کیا کریں۔ تھوڑی ہی دور ایک چشمہ بہہ رہا تھا۔ بڑے بھائی نے چھوٹے سے کہا۔ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہمارا آخری وقت آگیا ہے۔ تو ٹل نہیں سکتا چلو وضو کر کے نماز ادا کرلیں۔ چشمے کے قریب پہنچے تو ایک درخت نظر آیا۔ قریب ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ درخت میں کچھ جگہ ہے سوچا کہ اس میں چھپ جاتے ہیں اور دن گزار کر پھر چل پڑیں گے چنانچہ دونوں بھائی اس درخت کی کھو میں چھپ کر بیٹھ گئے۔

بچے درخت کی کھو میں!

کوئی راہ گیر گزرتا تو دشمن سمجھ کر سہم جاتے۔ ذرا سی کوئی آواز آتی تو دل دھڑکنے لگتا۔ جب شام کا وقت ہوا تو کوفہ کی طرف سے پانی بھرنے کے لئے ایک لونڈی اس چشمہ پر آئی۔ جب پانی بھرنے کے لئے برتن کو پانی کی طرف نیچے کیا تو کیا دیکھتی ہے کہ اسے پانی میں کچھ سائے نظر آئے جب پلٹ کر دیکھا۔ تو دو ننھے بچے درخت کی کھو میں سہمے ہوئے بیٹھے ہیں نورانی چہروں سے نور کی لاٹیں نکل رہی ہیں۔ لونڈی نے حیرانی کے عالم میں پوچھا۔ اے بچو تم کون ہو۔ کہاں سے آئے ہو۔ شہزادے ڈر گئے۔ کہ کہیں دشمن تو نہیں۔ خوف سے کانپنے لگے۔ لونڈی نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ بچو گھبراؤ نہیں، میں دشمن نہیں تمہارے گھر کی خدمت گزار ہوں۔ سچ بتاؤ کیا تم ہی امام مسلم کے یتیم ہو۔ یتیم کا لفظ سُن کر بچے تڑپ اٹھے اور گڑگڑا کر رونے لگے۔ لونڈی سمجھ گئی کہ واقعی یہ اہلِ بیت کے چشم و چراغ ہیں اور مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لختِ جگر ہیں۔ لونڈی کہنے لگی۔ بچو نیچے اُتر آؤ۔ آؤ میرے سینے سے لگ جاؤ۔ آؤ میرے دل میں بیٹھ جاؤ لونڈی کے اسرار پر بچے درخت کی کھوہ سے باہر نکلے اور ہمدرد سمجھ کر اپنا سارا حال بیان کر دیا۔ لونڈی نے بچوں کے آنسو پونچھے مُنہ دھلایا بالوں کا غبار صاف کیا اور دلاسہ دیتے ہوئے اپنی مالکہ کے گھر لے آئی۔ اس کی مالکہ بھی خاندانِ اہل بیت سے دل سے عقیدت رکھنے والی تھی۔ دونوں بچوں کو اپنی مالکہ کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا یہ چمنستانِ زہرا کے دو پھول لے کر آئی ہوں۔ یہ امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند

ہیں۔ زہرا کے دلبند ہیں۔ یتیم ہیں، پردیس میں بے بس اور لاچار ہیں۔ آج ان کی بیکسی پر ترس کھانے والا کوئی نہیں۔ خاندانِ اہلبیت کے یہ دونوں لال خوف کے مارے درخت کی ایک کھوہ میں چھپے ہوئے تھے۔ جب مالکہ نے یہ ماجرا سنا تو تڑپ اٹھی۔ پیار کے ساتھ بچوں کو گود میں بٹھا لیا۔ زلفیں سنواریں۔ کھانا کھلایا اور ایک محفوظ کمرے میں بستر بچھا دیا۔ کہا بچو یہاں سو جاؤ۔ گھبراؤ نہیں۔ اس گھر کو اپنا گھر سمجھو۔ مجھے تو اپنی قسمت پر ناز ہے کہ میرے اس ٹوٹے مکان میں دونوں جہاں کی دولت آ گئی۔ میری قسمت کا ستارہ چمک اٹھا۔ کہا بچو جہاں تک ہو سکا میں تمہاری پوری پوری خدمت کروں گی۔ ادھر امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یتیموں کی تلاش میں دنیا کے لالچی کتے گلی گلی پھر رہے تھے۔ آدھی رات کا وقت ہوا تو گھر کی مالکہ کا شوہر حارث گھر آیا۔

جنتی بیوی جہنمی خاوند !

جب اس نے حالت دیکھی کہ کہیں دور سے تھکا ماندہ آیا ہے۔ بیوی نے پوچھا کیا وجہ ہے۔ اتنا پریشان کیوں ہے۔ حارث نے جواب دیا شاید تجھے علم نہیں کہ مسلم کے ساتھ اس کے دو بچے بھی آتے تھے۔ کئی دن ہو گئے ان کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہوں، مگر ابھی تک کہیں ان کا سراغ نہیں مل رہا۔ حارث کی بیوی کہنے لگی۔ ارے ظالم ذرا ٹھنڈے دل سے سوچ۔ آلِ رسول کا خونِ ناحق بہا کر اپنی آخرت برباد نہ کر۔ بتا کل میدانِ محشر میں رسولِ خدا کو کیا منہ دکھائے گا [illegible] ث کہنے لگا۔ شاید تجھے خبر نہیں کہ ابنِ زیاد کی طرف سے یہ اعلان کیا [illegible] کہ جو بھی انہیں پکڑ کر لائے

گا۔ اسے منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔ بیوی کہنے لگی۔ ارے بدبخت یہ دنیا کی دولت ختم ہو جانے والی ہے۔ اپنی آخرت کا فکر کر۔ حارث کہنے لگا مجھے نصیحت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ خاموش ہو جا۔ مگر بیوی کا دل دھڑک رہا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں بچوں کے متعلق اس بدبخت کو خبر نہ ہو جائے۔ اس نے جلدی آٹا گوندھ کر اپنے خاوند کے لئے روٹی پکائی اور اسے کھانا کھلا کر بستر بچھا دیا اور کہا کہ یہاں سو جا دنیا کا کتا اور دشمن اہلبیت اس چارپائی پر لیٹ گیا۔ ادھر بیوی کے دل میں رہ رہ کر بار بار یہ خیال آتا ہے۔ کہ اگر ان ہاشمی شہزادوں کو کچھ ہو گیا تو قیامت کے دن میں سیّدہ کو کیا منہ دکھاؤں گی۔ دنیا قیامت تک مجھ پر لعنت بھیجے گی کہ میں نے نبی زادوں کے ساتھ دغا کیا۔ یا اللہ! مجھے اپنے محبوبوں کے عشق میں ثابت قدم رکھ۔ ادھر دونوں بچے ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈال کر سوئے ہوئے ہیں۔ کہ اچانک خواب آئی اور باپ کو دیکھا تو چھوٹے بچے کی چیخ نکل گئی۔ اس دردناک آواز سے حارث کی آنکھ کھل گئی۔ ظالم نے بیوی کو جگا کر پوچھا۔ یہ بچوں کے رونے کی آواز کہاں سے آرہی ہے۔ اس نے ٹالتے ہوئے جواب دیا سو جا ظالم کہیں پڑوسی کے گھر کوئی بچہ رو رہا ہو گا۔ مگر اس سنگدل نے غضب میں آکر کہا پڑوس سے نہیں بلکہ ہمارے ہی گھر سے یہ آواز آرہی ہے۔ مجھے تو وہی مسلم کے بچے معلوم ہوتے ہیں۔ جن کی تلاش میں کئی دن سے گلی کوچوں اور بازاروں میں پھیر رہا ہوں۔ یہ کہتے ہوئے اٹھا اور اس کوٹھری کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ تالا توڑ کر دروازہ کھولا۔ اندر داخل ہوا۔ کیا دیکھتا ہے کہ چراغ جلانے کی ضرورت نہیں

ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے دو چاند آپس میں لپٹے ہوئے ہیں اور ان شہزادوں کے رخساروں سے نور کی لاٹیں نکل رہی ہیں۔ کیونکہ

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

کرخت لہجے میں دریافت کیا تم کون ہو، بچے سہم گئے۔ چونکہ وہ اس گھر کو اپنے لئے دارالامان سمجھتے تھے۔ اس لئے فوراً بتا دیا کہ امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یتیم بچے ہیں۔ یہ سنا کہ ظالم غصے سے دیوانہ اور پاگل ہوگیا۔ آگے بڑھا اور نہایت ہی بے رحمی کے ساتھ ان ہاشمی شہزادوں کے رخساروں پر طمانچے مارنے لگا۔ اسے یتیم بچوں پر کوئی ترس نہ آیا۔ شہزادے تڑپ اٹھے۔ بیوی دوڑی اور درمیان میں حائل ہوگئی۔

بچوں کی آہ و بکا!

کہنے لگی، ارے ظالم ان یتیموں کو نہ ستا۔ ارے یہ فاطمہ کے راج دلارے ہیں۔ ارے یہ نبی کی اولاد ہیں۔ ان کی چاند جیسی صورتوں پر ترس کھا۔

ارے سید ہیں یہ سید ہیں طمانچے نہ لگا
ارے قرآن کے ورقوں کو زمیں پہ نہ گرا
بس ارے بس کہ زمیں اب تو ہلی جاتی ہے
لے مجھے فاطمہ اب غمگین نظر آتی ہے

بیوی کہنے لگی۔

اٹھنا نہ ظالم جفا کے لئے
رحم کر بے کسوں پر خدا کے لئے
چھوڑ دے بخش دے مصطفیٰ کے لئے
کیوں یتیموں کے دل کو دکھانے لگا

مگر اس پتھر دل پر کچھ اثر نہ ہوا اور اس نے اپنی بیوی کو اتنے زور سے ٹھوکر ماری کہ وہ پتھر کے ایک ستون سے ٹکرا کر لہو لہان ہو گئی۔ ظالم حارث نے بچوں کو زلفوں سے پکڑا اور گھسیٹتا ہوا باہر لے آیا۔ بیوی زخمی ہونے کے بعد ایک بار پھر اُٹھی اور کہنے لگی۔ ظالم نبی زادوں کی زلفیں چھوڑ دے۔ ان بے گناہ مسافروں کو کہاں لے جا رہا ہے۔ دشمنی ہوگی تو بڑوں سے۔ مگر ان معصوموں کا کیا قصور ہے۔ اسی طرح لونڈی نے بھی فریادیں کیں۔ کہ ظالم قصور تو میرا ہے کہ میں ان یتیموں کو اپنے ساتھ لے آئی۔ مجھے کیا خبر تھی کہ تو ان کے ساتھ ایسا سلوک کرے گا۔ انہیں چھوڑ دے ان کا پردیس میں کوئی حامی و مددگار نہیں۔ تو ان پر رحم کر خدا تجھ پر رحم کرے گا۔ لونڈی کی باتیں سُن کر ظالم اور بھی لال پیلا ہو گیا۔ اس پر بھی تلوار کا وار کیا اور اُسے بھی زخمی کر دیا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد دریائے فرات نظر آنے لگا۔ آخر ظالم حارث دونوں بچوں کو نہر فرات پر لے گیا جونہی نیام سے تلوار نکالی مظلوم بچوں نے اپنے ننھے منے ہاتھ اٹھا کر رحم کی درخواست کی لیکن اس دنیا کے کتے کو ان ننھی جانوں پر کوئی ترس نہ آیا اور تلوار لیکر بچوں کی طرف بڑھا۔

شہادت محمد و ابراہیم!

چھوٹے پر وار کرنا ہی چاہتا تھا کہ بڑا بھائی چیخ اٹھا۔ خدا کے لئے پہلے

مجھے شہید کر میں اپنے چھوٹے بھائی کو تڑپتا نہیں دیکھ سکتا۔ جب وہ بڑے کی طرف گیا تو چھوٹا پکار اٹھا ارے ظالم پہلے مجھے قتل کر۔ کیونکہ میرے بعد میرا سہارا بھی میرا بھائی ہے۔ آخر کار دونوں آپس میں بغل گیر ہو گئے ظالم کی تلوار اٹھی اور سیدزادوں پر برسی۔ دونوں کے سر تن سے جدا کر دیئے اور فرات میں بہا دیئے۔ اے محمد و ابراہیم۔ اے امام مسلم کے فرزندوں! اے انتظار میں رہنے والی اس پاک ماں کے نورِ نظرو۔ تمہاری روحوں کو سلام ہو۔ کہ تمہارے مقدس خون کی سرخی سے آج تک گلشنِ اسلام کی بہاریں قائم ہیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۝

؎ کھل کے گل کچھ تو بہارِ جانفزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

واٰخر دعوانا عن الحمد للّٰہ رب العالمین

(روضۃ الشہداء) (سوانح کربلا) (اوراقِ غم) (شہید ابن شہید) (شہادت نواسۂ سید الابرار) (زلف و زنجیر)

شہید زندہ ہیں!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْنَ اَنِیْسِ الْغَرِیْبِیْنَ سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الْمُکَرَّمِیْنَ الْمُعَزَّزِیْنَ ۔ اَمَّا بَعْدُ ۔

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿پ۲﴾

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ بَلَّغَنَا رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ۔

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں محبت کے ساتھ ہدیہ درود و سلام پیش کریں۔

حضراتِ محترم!

میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید فرقانِ حمید کی ایک آیۂ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عظمتِ شہداء

کو بیان فرمایا ہے۔

چنانچہ ربِ کائنات نے ارشاد فرمایا۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (پ۲)

اور وہ لوگ جو اللہ تعالےٰ کے رستے میں قتل کیے جائیں۔ انہیں مردہ مت کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں۔ لیکن تم اُن کی زندگی کو سمجھ نہیں سکتے۔

قرآن مجید کے دوسرے مقام میں ارشاد فرمایا گیا۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ پ۴

اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے جائیں۔ انہیں مردہ گمان بھی نہ کرو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں اور جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دیا۔ اس پر خوش ہیں۔

معززّ سامعین کرام!

پہلی آیۂ کریمہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں اپنی زبان سے مردہ نہ کہو۔ دوسری آیۂ کریمہ میں فرمایا گیا کہ انہیں زبان سے مردہ نہ کہنا تو درکنار ان کے مردہ ہونے کے متعلق گمان بھی نہ کرو۔ ذہن سے سوچ بھی نہ تصور بھی نہ کرو کہ وہ مُردہ ہیں۔

آیئے! سب سے پہلے دیکھیں کہ شہید کسے کہتے ہیں۔

شہید کسے کہتے ہیں؟

شہید کا معنی ہے گواہی دینے والا۔ گویا جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان قربان کر دیتا ہے۔ وہ قیامت تک اسلام کا گواہ بن گیا کوئی لڑائی جھگڑا ہو تو اُس میں گواہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ مقدمہ کا دارومدار گواہ پر ہوتا ہے۔ گواہ سچا تو مقدمہ سچا۔ گواہ جھوٹا تو مقدمہ بھی جھوٹا اور پھر جب مقدمہ توحید لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی کا وقت آیا تو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قلم کی سیاہی سے نہیں بلکہ اپنے چھ ماہ کے اصغر کے لہو سے دستخط کئے۔ علاوہ اس کے ہر مقدمہ میں مدعی کو اپنے گواہ سے بے حد محبت ہوتی ہے وہ اپنے گواہ کے متعلق کوئی برائی سننے کیلئے تیار نہیں ہوتا۔ چنانچہ جب شہید اپنی جان راہِ خدا میں قربان کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ۔

حضرات محترم!

شریعتِ مطہرہ میں موت کی تمنا بری ہے اور حرام ہے۔ مگر شہادت تو عین عبادت ہے۔ اسی لئے تو خلیفۃ المسلمین حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ دُعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ مجھے شہادت کی موت نصیب فرما۔ کیونکہ جب شہید کی گردن پر تلوار چلتی ہے تو اس وقت شہید کی آنکھوں کے سامنے جلوۂ حسنِ یار ہوتا ہے اور اس وقت شہید کی حالت زنانِ مصر کی ہو جاتی ہے کہ ہاتھ تو کٹ رہے ہیں۔ مگر

کوئی خبر نہیں۔ اسی لیئے تو شہید کو نہ مال کی ضرورت ہوتی ہے۔ نہ ہی دنیا کے جاہ و جلال کی،

بلکہ صرف،

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

کیونکہ میدانِ جہاد میں قتل ہونے والے مسلمان اگرچہ دنیا والوں کی نظروں سے مر جاتے ہیں اور فنا ہو جاتے ہیں۔ مگر دینِ اسلام میں وہ حیاتِ ابدی پا جاتے ہیں۔ اس لیئے کہ شہید کا مقصد صرف اور صرف رضائے الٰہی ہوتا ہے۔ جس کے لیئے وہ اپنا تن، من، دھن اپنا مال و منال اور جان سب کچھ قربان کر دیتا ہے۔

؎ شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

اور راہِ خدا میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے والے کے عشق و محبت کا تقاضا بھی یہی ہوتا ہے۔ کہ

؎ جے یار دے ناں دا ملے میہنا جھولی پا لیئے تفلے سیئے ناں
جے سوہنے دے ناں دی ملے سُولی چُوٹا سے لیئے پچھاں ہٹیئے ناں

شہادت کی قسمیں!

شہادت کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ شہادتِ حقیقی۔
۲۔ شہادتِ حکمی۔

جو ظلماً قتل کیا جائے اسے شہادت حقیقی کہتے ہیں ۔ اس کے علاوہ باقی شہادتیں حکمی کہلاتی ہیں اور شہید حکمی وہ ہیں ۔ جنہیں شہادت کا ثواب دے دیا جائے ۔ ان لوگوں کا حشر شہداء کے ساتھ ہوگا ۔ مگر ان شہیدوں پر احکامِ شرعیہ جاری نہیں ہوتے ۔ شہادتِ حکمی کیا ہے ۔ اس کے متعلق ایک حدیث پاک سُنیئے ۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَتِيْكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ۔ اَلشَّهَادَةُ سَبْعٌ ۔ سِوَى الْقَتْلِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَلْمَطْعُوْنُ شَهِيْدٌ وَالْغَرِيْقُ شَهِيْدٌ، وَصَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيْدٌ۔ وَالْمَبْطُوْنُ شَهِيْدٌ، وَصَاحِبُ الْحَرِيْقِ شَهِيْدٌ۔ وَالَّذِيْ يَمُوْتُ تَحْتَ الْهَدْمِ شَهِيْدٌ وَالْمَرْاَةُ تَمُوْتُ بِجُمْعٍ شَهِيْدٌ۔

(مشکوٰۃ شریف ص۱۳۶)

حضرت ابنِ عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جانے کے سوا ۔ سات شہادتیں اور ہیں ۔ (۱) طاعون والا شہید ہے (۲) ڈوبا ہوا شہید ہے (۳) ذات الجنب کی بیماری والا (جس میں پسلیوں پر پھنسیاں نمودار ہوتی ہیں) شہید ہے ۔ (۴) پیٹ کی بیماری والا شہید ہے (۵) آگ والا شہید ہے ۔ (۶) دب کر مرنے والا شہید ہے (۷) عورت دورانِ ولادت مر جائے تو شہید ہے ۔

ان تمام اشخاص کو حکماً شہید مانا جائے گا ۔ لیکن حقیقی شہید وہی ہے جو اللہ کی راہ میں ظلماً مارا جائے ۔

حضرات محترم!

سوال یہ ہے کیا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ظلم ہوا یا نہیں میں کہتا ہوں اس سے بڑھ کر اور ظلم کیا ہو سکتا ہے۔ کہ جس نبی کا کلمہ پڑھا۔ اسی کے خاندان پر ظلم و تشدد کے پہاڑ ڈھائے گئے۔ اہلِ بیت اطہار کو گلی گلی پھرایا۔ پانی بند کیا۔ امام کی آنکھوں کے سامنے قاسم کی جوانی پر تیروں اور تلواروں کی بارش ہوئی اور جوان علی اکبر کی لاش پر گھوڑے دوڑائے گئے۔ امام عالی مقام کے ہاتھوں میں معصوم چھ ماہ کے علی اصغر کے حلق پر تیر چلایا گیا۔ سارے کا سارا کنبہ عزیز و اقارب اور رفقاء کے راہِ خدا میں قربان ہو جانے اور پھر خود بھی بحالت نماز جامِ شہادت نوش فرما کر سر اقدس کے نیزے کی انی پہ سوار ہو جانے کے بعد حسین صرف شہید ہی نہیں۔ بلکہ شہیدوں کے سردار ہیں۔

کون آقا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جس کا نانا سیّد الانبیاء ہو۔ باپ سیّد الاولیاء ہو۔ ماں سیّدۃ النساء ہو۔ وہ خود کیوں نہ سیّد الشہداء ہو۔

حضرات!

قرآن مجید کی شان حسین نے بیان کی اور حسین کی عظمت قرآن نے بتائی حسین نے کہا قرآن ہمارا ہے۔ قرآن نے کہا حسین میرا ہے۔ حسین نے کہا قرآن زندہ ہے اور قرآن نے کہا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ط حسین زندہ ہے۔

حسن و حسین کا کشتی لڑنا:

ایک دن سیّدنا امام حسن اور سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما

کشتی لڑنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لے آئے۔ آپ نے حسن کو فرمایا۔ بیٹا حسن حسین کو بازو سے پکڑو۔ حسین کو ٹانگ سے پکڑو۔ ذرا زور سے پکڑو۔ یعنی آپ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کشتی کا طریقہ کار بتا رہے تھے۔ یہ منظر سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی دیکھ رہی تھیں۔ سیدہ نے عرض کی ابا جان آپ حسن کو تو طریقہ بتا رہے ہیں۔ مگر حسین کو نہیں۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بیٹی تجھے پتہ نہیں۔ حسن کو میں بتا رہا ہوں اور حسین کو جبریل علیہ السلام بتا رہے ہیں۔

(شواہد النبوت صفحہ ۳۰)

مقامِ حسین!

آئیے مقامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر توجہ فرمائیں۔ ایک روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حال میں تھے کہ دائیں بازو پر اپنے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بٹھائے ہوئے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے۔ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ ان دونوں کو آپ کے پاس نہ رہنے دے گا۔ ایک کو اپنے پاس بلالے گا۔ لہٰذا ان دونوں میں سے آپ جسے چاہیں پسند فرمالیں۔ آپ نے فرمایا۔ اگر ابراہیم چلے جائیں تو صرف مجھے ہی رنج ہوگا۔ لیکن اگر حسین رخصت ہو جائیں۔ تو میری بیٹی فاطمہ بھی غمزدہ ہوگی اور شیر خدا بھی پریشان ہوں گے۔ لہٰذا مجھے خود تو غمناک ہونا منظور ہے۔ مگر فاطمہ کو پریشان نہیں دیکھ سکتا اور پھر اس واقعہ کے تین دن بعد حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ جب بھی حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ تو آپ ان کی پیشانی پر بوسہ دیتے اور فرماتے کہ یہ میرا حسین ہے۔ جس پر میں نے اپنے بیٹے ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قربان کر دیا۔ (شواہد النبوت صفحہ ۳۰)

حضرات محترم!

وہ حسین جس کی معاونت جبریل علیہ السلام کریں۔ وہ حسین جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا بیٹا قربان کریں اور حسین کی جدائی برداشت نہ کریں۔ خود تو غمزدہ ہو گئے اور بیٹی کا غمناک ہونا برداشت نہ کیا۔ جس کو نبی نے کہا حسین میرا ہے۔ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں حسین میرا ہے۔ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں حسین میرا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کہتے ہیں حسین ہمارا ہے ـــــ ہم کہتے ہیں حسین ہمارا ہے ـــــ زمین والے کہتے ہیں حسین ہمارا ہے ـــــ آسمان والے کہتے ہیں حسین ہمارا ہے ـــــ ساری خدائی کہتی ہے حسین ہمارا ہے ـــــ جب عظمتِ اسلام کے لئے کربلا کے تپتے ہوئے صحرا میں زخموں سے چور چور ہو کر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلواروں کے سائے تلے سجدہ کیا اور نیزے کی نوک پر چڑھ کر دنیا والوں کو قرآن سنایا تو خود خدا تعالیٰ نے بھی فرمایا حسین میرا ہے ـــــ

حضراتِ گرامی!

جس حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا بیٹا قربان کر کے سیدہ کو رنجیدہ نہ ہونے دیا اور وہ ظالم یزید جس نے حسین کو اتنا ستایا کہ آج تک اتنا کوئی ستایا نہ گیا۔ وہ کل قیامت کے دن نبی کے سامنے کیسے امتی ہونے کا منہ لیکر جائے گا۔ اور یزید پلید کے حامی یزید کو حق پر اور نعوذ باللہ حسین کو باغی کہنے والے رسولِ خدا کو کیا جواب دیں گے۔ کیا وہ حسین سے نہیں کہ وہ کس کا نواسہ ہے۔ کس کا لختِ جگر اور کس کا نورِ نظر ہے کیا جب حسین کا گھر لٹا تو قبر میں سیدہ کی روح نہ تڑپی ہو گی۔ کیا جب حسین کے گلے پر خنجر چلا تو سبز گنبد میں خود مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غمزدہ نہ ہوتے ہوں گے

کیا کل قیامت کے دن رب تعالیٰ انہیں معاف کرے گا۔ جنہوں نے اس کے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آلِ اطہار کو دھوکہ سے بلا کر ظلم کیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کربلا میں کیوں گئے۔

مسلمانوں سنو! اگر امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ چھوڑ کر میدانِ کربلا میں سارے کا سارا کنبہ قربان کر کے خود بھی نیزے کی نوک پر نہ چڑھ جاتے، عین ممکن تھا کہ یزید کے فسق و فجور اور اس کی اسلامی بے راہ روی کے باعث آج

نہ ایمان ہوندا نہ قرآن ہوندا | نہ ایہہ دین اسلام دی شان ہوندی
نہ طریقت شریعت نماز روزہ | نہ اج مسجداں وچہ اذان ہوندی
جے نہ وسدا مینہ شہادتاں دا | کائنات ایتھے بیاباں ہوندی
نہ کوئی دلاں وچہ جذبہ جہاد ہوندا | نہ مجاہداں دی عزت آن ہوندی
ایہہ سب صدقہ حسین دے صدقیاں دا | نبیؐ نے نبی دی بستی ویران ہوندی
جے نہ مشکل کشا دا لال ہوندا | کوئی مشکل نہ ذرا کم آسان ہوندی

معزز سامعین کرام!

امام عالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کربلا میں ملوکیت کو ختم کرنے اور آمریت کو مٹانے کے لئے گئے اور دین کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو سہارا دے کر کنارے لگانے کے لئے گئے اور اسلام کی بجھتی ہوئی شمع کو اپنے خون سے ہمیشہ کے لئے جلانے گئے۔ امام عالی مقام نے دین اسلام کے لئے اعلاء کلمۃ الحق اور رضائے الٰہی کے لئے اسلام کا بول بالا کرنے کے لئے قاسم و عباس کا خون دیا۔ علی اکبر و علی اصغر کا خون دیا۔ عزیز و اقارب اور اپنے رفقاء کا خون دیا اور بھرا پُرا گھر لٹا دیا۔ کر فرمایا۔ یہ سب خون جمع کر کے میں چاہتا ہوں کہ ایک ایسا چراغ جلے، دنیا کے چراغ بجھ جائیں۔ مگر یا اللہ تیرے دین کا چراغ نہ بجھے۔ اِن شاء اللہ دین کا

چراغ نہیں بجھے گا۔ بولو اسلام کا چراغ نہیں بجھے گا۔ شریعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چراغ نہیں بجھے گا۔ کہو حسین کا چراغ نہیں بجھے گا۔

خون سے جس نے چراغِ حق جلایا وہ حسین
اور خنجرِ قاتل کے نیچے مسکرایا وہ حسین

معزز سامعین!

اس ضمن میں میں یہ بھی عرض کرنا چاہوں کہ غم حسین میں رونا عبادت ہے اور گناہوں کا کفارہ ہے۔

غمِ حسین میں رونا!

جب حضرت امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تو حضرت جبریل علیہ السلام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت کی مبارک دینے کے لئے زمین پہ آئے تو انہوں نے زمین پر پڑے ہوئے ایک فرشتے کو دیکھا جو زاروقطار رو رہا تھا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کے پاس آکر اسے پہچانا تو وہ تیسرے آسمان کا فرشتہ فطرس تھا۔ جس کے زیرِ فرمان ستر ہزار فرشتے تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے اسے اس حال میں دیکھ کر فرمایا۔ اے فطرس یہ تیری کیسی حالت ہے۔ فطرس نے کہا: اے روح الامین، رب تعالیٰ نے مجھے ایک کام کا ارشاد فرمایا تو مجھ سے اس میں تھوڑا سا تساہل اور سستی ہو گئی۔ اس پر غیرتِ خداوندی کی بجلی نے میرے بال و پر جلا دیئے کل میں مسندِ عزت پہ تھا اور آج ذلیل و خوار ہوں۔ پھر فطرس نے کہا اے جبریل آپ کہاں جا رہے ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا۔ میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بچے حسین کی مبارک باد

پیش کرنے جا رہا ہوں۔ فطرس نے روتے ہوئے کہا۔ کیا ہی اچھا ہو اگر آپ مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلیں۔ ہو سکتا ہے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میری سفارش فرما دیں۔ اور مجھے میرے بال و پر مل جائیں اور میں اپنے مقام پر چلا جاؤں۔ جبریل علیہ السلام اسے ساتھ لے کر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو گئے اور بعد از سلام فطرس کے بارے میں عرض کی۔ اس وقت آپ نے حسین کو گود میں اٹھا رکھا تھا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا۔ اے فطرس اٹھ اپنے جسم کو میرے حسین کے جسم سے مل لے۔ فطرس نے آگے بڑھ کر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم اقدس کے ساتھ اپنا جسم مس کیا۔ تو اسی وقت اسے بال و پر مل گئے اور وہ اپنی عبادت گاہ میں واپس چلا گیا۔ بعد ازاں جب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت واقع ہونے کے بعد اسے اس حادثہ کا علم ہوا تو اس نے بارگاہِ رب العزت میں عرض کی۔ الٰہی کیا ہی اچھا ہوتا اگر مجھے اس امر کی خبر دی جاتی اور میں اپنے ساتھیوں کو لے کر زمین پر جاتا اور حسین کے دشمنوں سے جنگ کرتا۔ خالقِ کائنات نے فرمایا اگر تجھے وہ موقعہ میسر نہیں آ سکا تو اب اپنے تابع فرمان ستر ہزار فرشتوں کو لے کر مزارِ حسین پر چلا جا اور دن رات رو رو کر اپنے آنسوؤں کا ثواب اُن لوگوں کو پہنچاتے رہنا۔ جو غمِ حسین میں گریاں کناں ہوں گے۔ چنانچہ فطرس زمین پر آ گیا اور اس کام میں مصروف ہو گیا۔ جس کا اسے حکم فرمایا گیا تھا۔ (روضۃ الشہداء صلا ج ۲)

حضرات! جیسا کہ میں نے پچھلے جمعۃ المبارک میں یہ عرض کیا تھا۔ کہ حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی طرف کوفہ کی طرف آنے کا خط لکھا تھا۔ جس میں کوفہ والوں کا والہانہ استقبال ان کی

عقیدت و محبت اور پے در پے بیعت کا سلسلہ تحریر تھا۔ کہ یا امام کوفہ والے ہمارے ساتھ ہیں۔ جس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ پہلے ہی دن چالیس ہزار کوفی میرے ہاتھ پر آپ کی بیعت کر چکے ہیں۔ لہٰذا آپ جلد از جلد کوفہ تشریف لے آئیں جونہی یہ خط حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو موصول ہوا۔ آپ نے فوراً تیاری کی اور بجانب کوفہ چل پڑے۔

قافلہ بجانبِ کوفہ!

اہل بیت کا یہ مقدس قافلہ بڑی ہی عاجزی و انکساری اور صبر و تحمل کے ساتھ آہستہ آہستہ منزلیں طے کرتا ہوا اپنی مقصودِ منزل کی طرف جا رہا تھا یہاں تک کہ قافلہ صفاح کے مقام پر پہنچا۔ یہاں فرزدق شاعر سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے فرزدق سے کوفہ والوں کے حالات دریافت کئے۔ فرزدق کہنے لگا۔ حضور کوفہ نہ جائیں۔ کوفہ والے مخلص نہیں ہیں۔ جب آپ نے فرزدق سے یہ جواب سُنا۔ تو آپ نے فرمایا۔ جو کچھ بھی ہے۔ بس اب آگیا ہوں واپس نہیں جاؤں گا۔ قافلہ پھر چل پڑا اہل بیت اطہار کا یہ مقدس قافلہ یادِ الٰہی کرتا ہوا منزل کی طرف بڑھ رہا تھا کہ ثعلبیہ کا مقام آگیا۔ یہاں بکر اسعدی سے ملاقات ہوئی اور اُس نے بھی آپ کو واپس جانے کا مشورہ دیا۔ غرضیکہ راستہ میں کئی شخص ملے۔ آپ نے ان سب کو یہی جواب دیا۔ کہ حسین راستہ سے ہٹنے نہیں آیا بلکہ بھٹکے ہوؤں کو راستہ دکھانے آیا ہے۔ لوگوں نے کہا حسین آپ کے لئے بہتری ہے کنارہ کشی کرو۔ آپ نے فرمایا میں کنارہ کشی کرنے کے لئے نہیں آیا۔ بلکہ دین و اسلام کی کشتی کو کنارے لگانے آیا ہوں۔

خبر شہادت امام مسلم

دریں اثنا آپ کو اپنے چچازاد بھائی حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور ان کے دونوں شہزادوں محمد اور ابراہیم کی شہادت کی خبر ملی۔ جب آپ نے سُنا تو تڑپ اُٹھے۔ ہائے افسوس کہ میرے بھائی میرے لئے جان دے گئے۔ اور اپنے دونوں بچوں کو بھی قربان کر دیا۔ دل پہ ایک دردناک اور المناک چوٹ لگی۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ نگاہ اٹھا کر جب مسلم کی یتیم بچی کو دیکھا تو سینے سے لگا لیا۔ بچی نے عرض کی چچا جان آپ روتے کیوں ہیں۔ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بیٹی۔ آج سے تم مجھے چچا نہیں بلکہ باپ کہہ کر پکارا کرو۔ بچی سمجھ دار تھی پوچھنے لگی چچا جان بے شک آپ میرے باپ کے بھائی میرے لئے باپ کی جگہ ہیں۔ لیکن کیا میرے ابا جان مجھ سے جدا ہو گئے ہیں۔ آپ نے آہیں بھرتے ہوئے سسکیاں لیتے ہوئے اور یتیم بچی کی پیشانی کو بوسہ دیتے ہوئے۔ فرمایا صبر کرو۔ مجھے ابھی خبر ملی ہے کہ ظالموں نے تیرے باپ کو شہید کر دیا ہے۔ بچی نے سُنا تو آہ و بکا کرنے لگی۔ امام عالی مقام نے دلاسہ دیا۔ عرض کی چچا جان کیا میرے بھائی فرمایا۔ بیٹی انہیں بھی ظالموں نے شہید کر دیا ہے۔ جب یہ سُنا تو دردوں کی ماری اپنے باپ اور ویروں سے جدا اکیلی رہ جانے والی یتیم بچی بے ہوش ہو گئی۔ جب ہوش آیا۔ فرمایا بیٹی! صبر کرو۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ؀ خدا تعالیٰ کو ایسے ہی منظور تھا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا قبول کرو۔ یہی ہمارا مشن ہے۔ اس کے بعد قافلہ پھر روانہ ہوا اور حر بن ریاحی سے ملاقات ہوئی۔

امام کی حُر سے مُلاقات!

چونکہ ابنِ زیاد کی طرف سے تقریباً ایک ہزار فوجی دستہ لئے ہوئے آپ کی طرف آیا۔ اُس نے بھی آپ کو واپس چلے جانے کا مشورہ دیا۔ اس نے عرض

کی یا امام ہیں خود نہیں آیا۔ ابنِ زیاد نے بھیجا ہے۔ ورنہ خدا تعالیٰ مجھ پر ایسا وقت ہرگز نہ لائے کہ میں آپ کو گرفتار کرنے کی گستاخی کروں۔ میری تو یہی گذارش ہے کہ آپ اپنے عزیز و اقارب اور ساتھیوں کو لے کر کسی ایسے مقام میں چلے جائیں جہاں ابنِ زیاد کو خبر نہ ہو۔ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں حق و صداقت کے علم کو بلند کرنے جا رہا ہوں۔ لہٰذا اعلائے کلمۃ الحق کے لیے میں سب کچھ قربان کر سکتا ہوں۔ مگر نانے کے دین کی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔ قافلہ پھر چلا۔ رات کا وقت تھا کہ سواریاں چلتی چلتی رک گئیں۔ حضرت امام عالی مقام نے پوچھا یہ کون سی جگہ ہے۔ جواب ملا اسے کربلا کہتے ہیں۔

قافلہ کربلا میں!

آپ نے فرمایا پھر سواریوں سے اتر جاؤ۔ جس جگہ کی پیشگوئی زبانِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی تھی۔ وہ مقام آگیا ہے۔ چنانچہ ۲ محرم الحرام ۶۱ھ کو اہل بیت کا قافلہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں میدانِ کربلا میں پہنچا اور خیمے لگا دیئے گئے۔ ۷ محرم الحرام کو اہل بیت پر پانی بند کر دیا گیا۔ راستے کی کٹھن منزلوں کا سفر، بھوک اور پیاس کی شدت باوجود ان سب چیزوں کے پھر بھی زبان پر کلمہ شکر ہے۔ اہل بیت کے خیموں میں تلاوتِ قرآن مجید جاری ہے اور دلوں میں رضائے خداوندی پر اطمینان اور سب کی زبان پر یہی ہے کہ مولیٰ جیسے تیری رضا ویسے ہماری رضا اور پھر وہ وقت بھی آگیا۔ کہ محرم کی ۹ تاریخ گزر گئی اور دسویں رات آگئی۔ حالات کے پیشِ نظر۔

اہلبیت پر آخری رات!

امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیموں میں تشریف لائے۔ آپ نے تمام خیموں والوں کو مخاطب کر کے فرمایا غور سے سن لو۔ اب موت بالکل یقینی ہے۔ جو کچھ صبح ہونے والا ہے میں جانتا ہوں۔ تمہاری جانثاری اور وفاداری کا شکریہ لہذا میں تم سب کو بخوشی اجازت دیتا ہوں کہ تم اپنی قیمتی جانیں بچالو۔ اور تم جہاں کہو میں تمہیں وہاں پہنچا دیتا ہوں۔ اے بہن زینب تو بھی اپنے بچے ساتھ لے لے اور چلی جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تو بھی اپنی گود برباد کرے۔ اے شہر بانو تم بھی اپنے بچے لے لو اور چلی جاؤ۔ اے میرے وفادار ساتھیو سن لو۔ اب حسین کے پاس سوا موت کے اور کچھ نہیں۔ یزید کے ساتھ جھگڑا ہے تو میرا۔ وہ بیعت مانگتا ہے تو مجھ سے قصور ہے تو میرا اب وقت ہے اور میری طرف سے تم سب کو اجازت ہے کہ صبح ہونے سے پہلے یہاں سے کوچ کر جاؤ۔ امام عالی مقام کی یہ تقریر سن کر آپ کے تمام رفقاء و احباب اور آلِ رسول نے بیک آواز کہا قبلہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ہم آپ کو دشمنوں کے ہجوم میں چھوڑ کر چلے جائیں یا امام یہ جان تو دے دیں گے۔ لیکن آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ اگر آج ہم امام برحق کا ساتھ چھوڑ کر میدانِ کربلا سے چلے جاتے ہیں تو کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیا منہ دکھائیں گے اور دنیا والوں کو کیا جواب دیں گے جب امام نے اپنے ساتھیوں کے پختہ ارادے کو جانچ لیا تو آپ نے اپنے رفقاء اور اہل بیت کو حکم دیا۔ کہ تمام ساتھی عبادتِ خداوندی میں مشغول ہو جائیں۔ چنانچہ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد سیدنا امام حسین رضی اللہ

تعالیٰ عنہ اور دیگر آپ کے ساتھی نہایت ہی عاجزی و انکساری اور پورے خلوص کے ساتھ عبادتِ خداوندی میں مشغول ہو گئے۔ سننے والے کہتے ہیں کہ ساری رات آلِ رسول کے خیموں سے تلاوتِ قرآن مجید کی آوازیں آتی رہیں۔ جب تہجد کا وقت ہوا۔ تو ابنِ علی اُٹھے۔ اور نوافل ادا کئے۔ میرے امام نے نفل پڑھنے کے بعد آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کی یا اللہ حسین کی لاج رکھنا۔ یا اللہ مجھے استقامت عطا فرمانا اور پھر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ نانا جان بھی دعا مانگ رہے ہیں۔ کہ اے اللہ میرے حسین کو صبر عطا فرما۔ پھر وہ وقت بھی آگیا کہ دسویں محرم جمعہ کا قیامت نما دن طلوعِ فجر کا وقت ہوا۔ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا اور شہزادہ علی اکبر نے اذان پڑھی۔ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کربلا کے میدان میں اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو آقا حسین نے میدان کی طرف دیکھا۔ عقل نے کہا۔ حسین آگے نہ بڑھنا آگے موت ہے۔ عشق نے کہا حسین رضاءِ الٰہی کے لئے مرنا موت نہیں حیات ہے اور فنا نہیں بقا ہے۔

عقل اور عشق!

عقلاں تے عشق دا جوڑ ویکھو!!
عقل ہٹاوندی عشق ہٹکیندا ای نئیں

عقل آکھیا سولی چڑھادیسن — تینوں سولی دا چھڈ نا دسیندا ای نئیں
عشق آکھیا سولی ضرور چڑساں — بناں سولی دے یار منیندا ای نئیں
عقل آکھیا پانی تیرا بند کرسن — عشق آکھیا مینوں ہوسیندا ای نئیں

عقل آکھیا کربلا نہ جاویں — عشق آکھیا مینوں سنیدا ای نئیں
عقل کہیا حسین نہ جا اگے — اگے موت پئی ملکرے ماردی اے
عشق کہیا حسین نہ مڑیں پچھے — زہرا پاک دی روح پکاردی اے
عقل کہیا حسین نہ جا اگے — تتی ریت دشت کربلا دی اے
عشق کہیا حسین نہ مڑیں پچھے — کھلی ہوئی چولی مصطفےٰ دی اے
عقل کہیا حسین نہ جا اگے — تیرا قافلہ لٹیا جاونا ایں
عشق کہیا حسین نہ مڑیں پچھے — نال باطل دے توں اج ٹکراونا ایں
عقل کہیا حسین نہ جا اگے — تیرا اکبر دے سینے تے وجناں ایں
عشق کہیا حسین نہ مڑیں پچھے — پردہ نانے دی امت دا کجناں ایں
عقل کہیا حسین نہ جا اگے — گھریاں ہوسی اج چاک تیرا
عشق کہیا حسین نہ مڑیں پچھے — کر رہی اے جنت انتظار تیرا

اور پھیر

عشق دی ریت سارے جہان توں جدا
نہ ایہہ راہ ویکھدا نہ کراہ ویکھدا !
جتھے چاہندا جھکا دیندا عاشق دا سر
نہ ایہہ کعبہ تے نال کربلا ویکھدا

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

عاشق سولی حقیقی جیہڑے — تے قتل محبوب دے منتے ہو
عشق نہ چھوڑے مکھ نہ موڑے — توڑے تلواراں کھنے ہو
جت ول ویکھے راز ماہی دا — لگے تاں جاوے اوسے پاسے ہو
بر سچا عشق حسین دا یا حضرت باہو — سر دیوے راز نہ بھنے ہو

حضرات محترم!

بس عرض کر رہا تھا کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدان کی طرف دیکھا کہ ہر طرف غم واندوہ کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ میدانِ کربلا کے ذرّہ ذرّہ میں اداسی اداسی چھائی ہوئی ہے۔ ہر طرف نا امیدی کی فضا ہے۔ سورج طلوع ہوا۔ تیز دھوپ اور گرم ہوائیں چلنے لگیں۔ آج تین دن ہو گئے کہ نبی کی آل پر پانی بند کر دیا گیا ہے بھوک اور پیاس سے جسم کمزور ہو چکے ہیں۔ مگر پھر بھی چمنستانِ زہراء کے پھول ابھی تک تر و تازہ ہیں۔ اس لئے کہ

محمد مصطفےٰ کے باغ کے سب پھول ایسے ہیں
جو بن پانی کے تر رہتے ہیں مرجھایا نہیں کرتے

جنگ کا نقارہ بجنے ہی والا تھا۔ یزیدی فوج میں تیس ہزار کا مسلح لشکر صفیں باندھے اپنی تلواریں اور نیزے حرکت میں لا چکے ہیں۔ اُدھر قوم اشقیاء میں تیس ہزار کا لشکر اِدھر سپاہِ حسینی میں صرف ۷۲ تن پر مشتمل ایک قلیل سی جماعت جن میں ۳۲ سوار اور ۴۰ پیدل تھے۔ اور علم سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ ایک طرف شیطانی تھے ایک طرف رحمانی یوں سمجھیں کہ۔

اُدھر مردود ہیں ــــــ اِدھر صاحبِ درود ہیں ــــــ اُدھر یزیدی ہیں ــــــ اِدھر مجیدی ہیں ــــــ اُدھر کثرت ہے ــــــ اِدھر وحدت ہے ــــــ اُدھر زحمت ہے ــــــ اِدھر رحمت ہے ــــــ اُدھر شمر لعین ہے ــــــ اِدھر نورِ مبین ہے ــــــ اُدھر نفرت سفر ہے ــــــ اِدھر خلد بریں ہے ــــــ اُدھر مکر جہاں ہے

اِدھر سجدۂ خدا ہے۔ جب امام عالی مقام نے دشمن کو آگے بڑھتے ہوئے دیکھا۔ تو آپ سمجھ گئے کہ اب نانا جان کی حدیث پوری ہونے کا وقت آگیا ہے۔ مدینے کی طرف منہ کر کے عرض کی یارسول اللہ اب حسین کا امتحان شروع ہونے والا ہے۔ نگاہِ کرم فرمانا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس امتحان میں کامیابی عطا فرمائے۔ لشکرِ یزید کی طرف سے جنگ کا نقارہ بجا دیا گیا۔ اب امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتمامِ حجت کے لئے کوفیوں کو مخاطب کر کے ایک خطبہ دیا۔

میدانِ کربلا میں خطبہ امام!

فرمایا اے کوفیو کیا تم مجھے جانتے نہیں کہ میں کون ہوں۔ میں کس کا نواسہ ہوں، میں کس کا لختِ جگر ہوں۔ کس کا نورِ نظر ہوں۔ سنو اور غور سے سنو سر کے کانوں سے نہیں دل کے کانوں سے سنو۔ اگر تم واقعی اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہو تو جس نبی کا کلمہ پڑھ کر تم مسلمان بنے ہو۔ میں اس نبی کا نواسہ ہوں۔ میں اس رسول کا نواسہ ہوں جس نے میرے لئے خطبہ چھوڑا۔ جس نے مجھے اپنے کندھوں پہ سوار کیا۔ جس نے فرمایا کہ حسین مجھ سے ہے۔ جس نے فرمایا کہ حسین جنتی جوانوں کا سردار ہے جو مجھے روتا دیکھتے تو پریشان ہو جاتے اور میں اس علی کا لختِ جگر ہوں جس کے پیچھے تم نمازیں پڑھتے رہے ہو اور میں اس سیدہ فاطمہ کا نورِ نظر ہوں۔ جس کو نبی نے اپنے دل کا ٹکڑا کہا۔ کیا ہماری شان قرآن مجید نے بیان نہیں کی۔ کیا آیتِ تطہیر ہمارے حق میں نازل نہیں ہوئی۔ ہمارا گھر وہ گھر ہے جس میں قرآن نازل ہوتا رہا جبریل ہمارا جھولا جھولاتا رہا۔ فرمایا اے بدبخت اور بے وفا کوفیو بتاؤ کہ تم نے مجھے خط نہیں لکھے۔ کیا تم نے میرے پاس قاصد نہیں بھیجے کہ آقا حسین جلد تشریف

لے آؤ۔ اب میں آگیا ہوں تو میرے ہی خون کے پیاسے بنے ہوئے ہو۔ ظالموں غور سے سن لو۔ میں یہاں لڑنے کے لئے نہیں آیا۔ دنیا کے مال کے لئے نہیں آیا۔ اقتدار کے لئے نہیں آیا۔ بلکہ دنیا والوں کو نظامِ قرآن سمجھانے آیا ہوں، اور جنت کا راہ دکھانے آیا ہوں مگر۔ یاد رکھو۔ حسین ۶ ماہ کا اصغر تو قربان کر سکتا ہے ـــــــ ۱۸ سال کا اکبر تو نثار کر سکتا ہے ـــــــ عباس کے بازو تو قلم کروا سکتا ہے ـــــــ قاسم کی لاش پر گھوڑے دوڑتے دیکھ کر برداشت کر کے خود بھی نیزے کی نوک پر چڑھ سکتا ہے مگر شریعتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لئے ابھی وقت ہے کہ اپنے دلوں سے اہلبیت کی دشمنی کا زنگ اتار کر اپنی آنکھوں سے غفلت و جہالت کے پردے ہٹا کر دیکھو اور سوچو کہ تم کس کی جان کے درپے ہو۔ بتاؤ کل قیامت کے دن ہمارے اس خونِ ناحق کا تمہارے پاس کیا جواب ہوگا۔
سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ تقریر سُن کر اگر کوئی پتھر دل بھی ہوتا تو سمجھ جاتا۔ مگر ان ظالموں پر تو کچھ اثر نہ ہوا۔ لیکن ان بدنصیبوں میں ایک خوش نصیب حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جو ساری حقیقت کو جان چکے تھے۔ فوراً امام عالی مقام کے قدموں میں حاضر ہو گئے۔

شہادت حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ!

کون حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ نام حُر جس کا معنی ہے (آزاد) گویا جب حُر نواسہ رسول کے قدموں میں پہنچ گئے تو دوزخ کی آگ سے بھی آزاد ہو گئے۔ کوفہ کے امیر ترین شخص، یزیدی فوج کے اعلیٰ افسر سب سے پہلے سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں ایک ہزار فوجی دستہ لے کر حاضر ہوئے۔ لیکن آلِ رسول

کے احترام کی خاطر کوئی کارروائی نہ کی۔ اِس لیئے بھی کہ آپ امامِ برحق کے پیچھے ایک نماز ادا کر چکے تھے۔ آپ نے سوچا کہ اب مقتدی ہونے کا حق ادا کرنا ہو گا۔ جنگ کے وقت حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل بہت پریشان تھا بدن کانپ رہا تھا۔ چہرہ زرد تھا۔ دل دھڑک رہا تھا۔ آپ کے بھائی مصعب نے آپ کا یہ حال دیکھ کر پوچھا، بھائی آپ تو بڑے بہادر اور شجاع ہیں اور کئی بار جنگوں میں بھی جا چکے ہیں۔ لیکن آج اتنے پریشان کیوں ہیں تو حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا۔ بھائی یہ نواسۂ رسول سے لڑائی ہے۔ اس وقت میرے ایک طرف بہشت ہے اور ایک طرف دوزخ ایک طرف حسین ہے اور ایک طرف یزید۔ اگر یزید کو چھوڑتا ہوں تو ملازمت جاتی ہے۔ اگر حسین کو چھوڑتا ہوں تو دین جاتا ہے۔ آخر دل میں یہ پختہ ارادہ کر لیا کہ ملازمت نہیں رہتی نہ رہے دین رہ جائے۔ اگر دنیا نہیں رہتی نہ رہے ایمان رہ جائے۔ اسی دوران شہزادۂ کونین امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز آئی۔ ہے کوئی جو آلِ رسول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پر اپنی جان فدا کر کے بارگاہِ رسالت میں سُرخرو ہو جائے۔ یہ صدا بلند ہونا تھی کہ حضرت حُر نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور نواسۂ رسول کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کی آقا میں آپ کے ارشاد پہ حاضر ہو گیا ہوں۔ حضور میرے جُرم معاف فرما کر مجھے اہلبیت پہ قربان ہونے کی اجازت عطا فرمائیں۔ امام برحق نے حُر کے سر پر اپنا دستِ شفقت رکھا اور میدانِ کارزار میں جانے کی اجازت دی۔ چنانچہ حضرت حُر نے اجازت حاصل کی اور گھوڑا دوڑا کر دشمن کے مقابل پہنچ گئے۔ لڑائی شروع ہوئی اور ایک شقی نے حُر کے سینہ پہ تیر مارا۔ حُر نے زخم کھا کر ایک نیزہ کا وار کیا۔ جو اس بدبخت کے سینہ سے پار ہو گیا۔

اب حُر نے لشکرِ یزید کے میمنہ پر حملہ کیا اور کئی یزیدیوں کو خاک و خون میں تڑپایا یزیدیوں کو حُر کے جنگی کارناموں کا اعتراف کرنا پڑا۔ بالآخر ایک یزیدی نے حضرت حُر کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ گھوڑا گرنے ہی والا تھا کہ حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے سے نیچے اتر آئے اور پیدل حملہ کرتے رہے۔ پھر یزیدیوں نے چاروں طرف سے حُر کو گھیر لیا اور یکبارگی حملے شروع کر دیئے۔ حضرتِ حُر کا جسم تیروں اور نیزوں سے چھلنی ہو چکا تھا۔ چنانچہ اب زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے۔ فرزندِ رسول جگر گوشۂ بتول سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنی جان فدا کر کے شہادت کے عظیم مرتبہ پر فائز ہو گئے۔ حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدانِ کربلا میں سب سے پہلے شہید ہوئے اور حضرت امام عالی مقام حُر کو اٹھا کر خیموں کی طرف لائے۔ اور حُر کے سر کو اپنے زانوئے مبارک پر رکھ کر اپنے دامن سے اس کے چہرے کا گرد و غبار صاف کرتے ہوئے چہرہ کی طرف دیکھ کر فرمایا۔

كَمَا سَمَّتْكَ وَاَنْتَ الْحُرُّ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

جیسا کہ تمہاری ماں نے تمہارا نام حُر رکھا ہے۔ تم دنیا و آخرت میں بھی آزاد ہو۔

ابھی چند سانس باقی تھے اور چمنستانِ زہرا کے پھول کی خوشبو حُر کے دل و دماغ میں پہنچی آنکھ کھلی کیا دیکھتے ہیں کہ سر ابنِ رسول کی گود میں ہے۔ اپنے بخت و مقدر پہ ناز کرتے ہوئے جنت الفردوس کی طرف کوچ کر گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت وہب بن عبد اللہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدانِ کارزار میں گئے اور جامِ شہادت نوش کیا۔

شہادت حضرت وہب بن عبداللہ کلبی رضی اللہ عنہ

کون وہب بن عبداللہ اپنے قبیلے کا خوبصورت نوجوان، ماں کا اکلوتا بیٹا، یتیمی کا احساس، شادی ہوئے صرف سترہ دن گزرے۔

حضرت وہب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ اپنے فرمانبردار بیٹے کے پاس آئی اور گلے لگ کر رونا شروع کر دیا۔ بیٹے کو حیرت ہوئی کہ آج میری ماں کو کون سی تکلیف ہوئی جو اتنی پریشان ہے۔ ماں کے لختِ جگر نے عرض کی امی جان آپ کیوں روتی ہیں۔ دیکھو میں نے ساری زندگی آپ کی فرمانبرداری کی ہے اور اب بھی تمہارے حکم پر اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ ماں نے جب اپنے بیٹے کی یہ گفتگو سنی تو کہنے لگی۔ اے میرے نورِ نظر اے میرے دل کے چین، اے سعادت مند بیٹے، میں نے تجھے پالا جوان کیا اور ایک لمحہ بھی تجھے اپنی آنکھوں سے دور نہ ہونے دیا۔ میں نے بڑی تکلیفوں کے بعد تیری جوانی کی بہار پائی ہے اور اب بھی ایک لمحہ تیری جدائی برداشت نہیں دیکھ آج نواسۂ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان کربلا میں مصیبت میں مبتلا ہیں کیا تو ان پر اپنی جان نثار کر سکتا ہے۔ اے میرے لاڈلے بے شک تو میرے بڑھاپے کا سہارا ہے۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک میرے سینے کا قرار ہے۔ پھر بھی مجھے اپنی کوئی پرواہ نہیں۔ میرا کچھ رہے یا نہ رہے تم عظمت اسلام اور نبی کے دین کی خاطر محبتِ اہل بیت میں نواسۂ رسول پر قربان ہو جاؤ۔ بیٹا میری زندگی کی کمائی اور رشتم ہو۔ جاؤ شہزادہ حسین کے قدموں پہ نثار ہو جاؤ۔ اور جامِ شہادت نوش کر کے اللہ کی بارگاہ میں سُرخرو ہو جاؤ۔ وہب نے کہا، امی جان اس سے بڑھ کر میرے لئے اور

کون سی خوش قسمتی ہو سکتی ہے کہ میرے جیسے گنہگار کی یہ حقیر سی جان نواسہ رسول کے قدموں پہ قربان ہو جائے اور یہ ناچیز ہدیہ وہ قبول فرمالیں۔ تھوڑی دیر کے لئے مجھے اجازت دیں ماں کہ اپنی اُس رفیقۂ حیات سے دو باتیں کر لوں جس نے اپنی ساری زندگی کے عیش و آرام کا سہرا میرے سر باندھا ہے۔ جس نے میرے لئے گھر بار رشتہ دار عزیز و اقارب چھوڑے۔ اُس سے بھی چند باتیں کر لوں۔ ماں نے کہا بیٹا۔ عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اِس بات کو نہ مانے اور تم اس سعادت سے محروم ہو جاؤ۔ وہب نے کہا پیاری امّی جان۔ محبتِ اہل بیت کی گرہ دل میں مضبوط ہو چکی ہے۔ اب اسے کوئی کھول نہیں سکتا۔ اور ان کی جانثاری کا نقش دل پہ اس طرح جم چکا ہے کہ کسی پانی سے بھی نہیں دھویا جا سکتا۔ یہ کہہ کر اپنی بیوی سے کہا کہ فرزندِ رسول کو غداروں اور مردودوں نے کربلا میں گھیر رکھا ہے اور میری خواہش ہے کہ میں یہ اپنی فانی جان ان کے قدموں پر نثار کر دوں۔ بتاؤ تمہارا کیا خیال ہے۔ یہ سُن کر نئی دلہن نے امید بھرے دل سے ایک سرد آہ کھینچی اور کہنے لگی، کاش کہ شریعتِ اسلامیہ عورتوں کو میدانِ جنگ میں لڑنے کی اجازت دیتی تو میں بھی تمہارے ساتھ شانہ بشانہ لڑتی۔ میرا دل بھی چاہتا ہے کہ میں بھی اس جانِ جہان پہ اپنی جان قربان کر دوں۔ ابھی تک تو میں نے جی بھر کر تیرا چہرہ بھی نہیں دیکھا۔ مگر مجھ سے وعدہ کرو کہ جب جنت میں پہنچو اور جنت میں تمہارے لئے بے شمار نعمتیں حاضر کی جائیں اور جنتی حوریں آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہوں تو اس وقت مجھ کو نہ بھولنا۔ وہب نے کہا کیوں نہیں۔ ایسی نیک سیرت اور سعادت مند بیوی کو میں کیسے بھول سکوں گا۔ پھر حضرت وہب اپنی ماں اور بیوی کو ساتھ لے کر نواسۂ رسول کی خدمت میں

حاضر ہوئے۔ دُلہن نے عرض کی قبیلہ میں بے کس ہوں۔ نہ میرا باپ ہے اور نہ ہی میری ماں، نہ کوئی بھائی اور نہ ہی کوئی قریبی رشتہ دار ہے۔ یا ابن رسول اللہ میرا یہ نوجوان شوہر حضور کے قدموں پر اپنی جان قربان کرنے کی تمنا رکھتا ہے درخواست یہ ہے کہ میدانِ محشر میں میری اپنے شوہر سے جدائی نہ ہو اور زندگی میں مجھ غریبہ کو حضور کے اہل بیت اپنی کنیزوں میں رکھیں۔ امام عالی مقام کے روبرو یہ تمام وعدے مکمل ہو گئے۔ اس کے بعد وہب گھوڑے پر سوار ہوئے اور میدان میں جا کر للکارا۔ پھر جو بھی سامنے آیا۔ تلوار سے اس کا سَر اُڑا دیا۔ یکبارگی گھوڑے کی باگ موڑی اور ماں کے قدموں میں گِر کر عرض کی اے مادرِ مہربان کیا اب بھی مجھ سے راضی ہو۔ کہا ہاں بیٹا میں راضی ہوں اور پھر بیوی کے پاس جا کر اس کے سر پہ ہاتھ رکھا جو بے قرار ہو کر رو رہی تھی۔ اس کو صبر دلایا۔ اتنے میں دشمن کی طرف سے آواز آئی۔ ہے کوئی مقابلہ میں آنے والا۔ وہب یہ سنتے ہی گھوڑے پر سوار ہو کر فوراً میدان کی طرف روانہ ہوئے نئی دلہن ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہی تھی اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ وہب نے جاتے ہی دشمن پر بھرپور وار کئے تو اچانک لشکرِ اشقیاء کی طرف سے حضرت وہب پر چاروں طرف سے حملے شروع ہو گئے۔ آخر کار آپ زخموں سے چُور ہو کر زمین پر گر پڑے۔ اتنے میں ظالموں نے بڑی بیدردی سے ان کا سَر کاٹ کر لشکرِ امام کی طرف ڈال دیا۔ وہب کی ماں اپنے شہید بیٹے کے سر کو چوم رہی تھی اور کہتی تھی کہ اے بیٹا اب تیری ماں تجھ سے راضی ہو گئی۔ پھر سَر اٹھا کر اس کی دلہن کی گود میں رکھ دیا اور دلہن نے اپنے محبوب شوہر کے چہرے کو بوسہ دیا اور پروانہ کی طرح اُس شمع جمال پر قربان ہو گئی اور ٹھنڈی آہیں بھرتی ہوئی سسکیاں لیتی ہوئی وہ بھی اس کے ساتھ ہی دم توڑ گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حضراتِ گرامی!

میدانِ کرب و بلا میں شہادتوں کا سلسلہ شروع ہے۔ جاں نثارانِ اہلبیت ایک ایک کر کے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر رہے تھے اور اب خاندانِ اہلبیت کے فرزندانِ کے دین کی خاطر عظمتِ اسلام کے لئے۔ جامِ شہادت نوش کرنے کو تیار ہیں۔

شہادت حضرت عون و محمّد رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

کون عون و محمّد، حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے پوتے سیّدہ زینب بنت علی کے نورِ نظر، سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے بھانجے، چمنستانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مہکتے ہوئے دو پھول۔ حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا میدانِ کارزار کی طرف دیکھ رہی ہیں۔ کہ آپ کے دونوں شہزادے عون و محمّد حاضر ہوئے۔ عرض کی امّی جان! ہمیں بھی ماموں جان سے میدانِ کربلا میں جانے کی اجازت لے دیں۔ تاکہ ہم بھی اس عظیم سعادت سے بہرہ مند ہو سکیں۔ سیّدہ عون و محمّد کے جذبہ شہادت کو دیکھ کر خوشی سے جھوم اٹھیں۔ اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ فرمایا بیٹا تمہاری ماں زینب بھی یہی چاہتی ہے۔ بیٹو تمہاری اس اچھی آرزو اور خواہش سے میرا دل راضی ہو گیا ہے اور مجھے تم پر فخر ہو گا کہ میری گود میں پلنے والوں نے دینِ حق کی خاطر جان دینے سے گریز نہیں کیا۔ بیٹو دنیا قیامت تک تمہارے گن گائے گی۔ اِدھر سیّدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے دونوں شہزادوں کو لے کر امام برحق کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ فرمایا بہن کیوں۔ عرض کی بھائی جان۔ میرے بیٹوں کو بھی میدان میں جانے کی اجازت دیں۔ یہ دیکھو کس طرح میرے پیچھے پھر رہے ہیں۔ امام عالی مقام

رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بہن زینب کی یہ بات سُن کر رو پڑے۔ فرمایا بہن جاؤ آرام کرو۔ اور ان بچوں کو بھی کہو کہ آرام کریں۔ میں اپنی خاطر اپنی بہن کی گود خالی نہیں کروانا چاہتا۔ سیّدہ نے پھر دامن پھیلا دیا۔ عرض کی یا امام یہ میرے دل کی حسرت ہے اسے پورا فرمائیں۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ غلام قربان ہو رہے ہیں اور آپ نے انہیں اجازت عطا فرمائی ہے۔ میرے بچوں کو بھی اجازت دیں۔ تاکہ ناموسِ اسلام کے تحفظ میں میرا حصّہ بھی شامل ہو جائے۔ مجھے احساس ہے کہ میرے دو ہی بیٹے ہیں۔ نانے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی شریعت کی خاطر زینب ایسے سینکڑوں بیٹے بھی قربان کرنے کے لیے تیار ہے۔ عرض کی یا امام مجھے خالی نہ لوٹائیے۔ اگر آپ نے میری یہ درخواست منظور نہ کی اور پھر کل قیامت کے روز امّی جان فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے مجھ سے پوچھ لیا کہ زینب تیری آنکھوں کے سامنے تیرے بھائی حسین پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹے۔ مگر تو دیکھتی رہی، بتایئے میں کیا جواب دوں گی۔ بھائی جان بہنوں کو بھائیوں کا بڑا احساس ہوتا ہے اور پھر زینب یہ کس طرح برداشت کر سکتی ہے کہ کوئی ظالم اسلام کے نام پر حکومت لے پھر اس کی حدوں کو توڑنا شروع کر دے۔ یا امام آپ کی بہن زینب جانتی ہے کہ یہ وقت آپ پر سخت آزمائش کا وقت ہے۔ ہر طرف مصیبتوں اور پریشانیوں کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ لہٰذا مجھے اجازت دیں کہ میں اپنے بچوں کو تیار کروں۔ قربان جائیں سیّدہ کے صبر پر اور سیّدہ کے حوصلے پر اس لئے کہ تاریخ میں بہنوں کے واقعات بہت ہوں گے۔ مگر زینب جیسی وفاداری کسی نے نہیں کی۔ بہنیں نذرانے کے طور پر پیسے، کپڑے یا دیگر اشیاء تو دے دیتی ہیں۔ مگر بچے کوئی نہیں دیتی۔ عرض کی بھائی جان میں آپ کے پاس سوالی بن کر آئی ہوں۔ امید ہے کہ آپ مجھے خالی نہیں لوٹائیں گے۔ اجازت دیں اور میں لینے

بچّوں کی سخاوت کر دوں ۔ سیّدہ کے اصرار پر امام نے آپ کو اجازت دے دی۔ خیموں میں لے جا کر بچّوں کی زلفیں سنواریں اور چہرے سے راستے کا گرد و غبار صاف کیا۔ لباس بدلا جسموں پر آلاتِ حرب باندھے اور ہاتھوں میں دو ننھی ننھی تلواریں دیں' امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ' نے پُوچھا زینب دیر کیوں ۔ عرض کی بھائی جان دل کی خواہش پوری کرنے کے لئے اب نئے کپڑے پہنا رہی ہوں' ماؤں کی خواہش ہوتی ہے کہ میرا بیٹا دولہا بنے گا۔ ماں خوشی کرے گی مگر میں زینب اپنی تمام خوشیاں نانے کے دین پر قربان کرتی ہوں ۔ یہ کہا اور بچّوں کو رخصت کرتے ہوئے ماں کا بدن کانپ رہا تھا ۔ دل دھڑک رہا تھا ۔ سارے ارمان دل میں ختم ہو چکے تھے ۔ ماں نے بیٹوں کو آخری بار سینے سے لگایا ۔ عرش کانپ گیا ۔ فرشتے تڑپ اٹھے حوریں چلا پڑیں ۔ اور سیّدہ کے صبر پہ رشک کرنے لگیں ۔ زینب نے اپنے بچّوں کو میدان میں جانے سے پہلے فرمایا ، بیٹا جاؤ ، اللہ کا نام لے کر مگر یاد رکھنا یہ سر کٹ تو جائے مگر باطل کے سامنے جھکنے نہ پائے ۔ بیٹو جاؤ ۔ میں نے تمہیں اپنا دودھ بخش دیا ۔ اور ان کوفیوں سے پانی نہ مانگنا اور نہ ہی رحم کا سوال کرنا ۔ جب تیر اور تلوار لگے تو تلاوتِ قرآن کرنا ۔ فرمایا اب جاؤ ، اللہ کے سپرد ۔

گھل کے مقتل دے وَل دونویں لختِ جگر
کیہا زینب نے تیرا خُدا! یا شکر
میری محنت دا اَج مینوں ملیا ثمر
میری اولاد دیراں دے کم آ گئی

اور جب عون و محمدؐ مقتل گاہ کی طرف نکلے تو یوں معلوم ہوا کہ

جھوم کر خیمے سے نکلے جگمگاتے دو ہلال
دل میں حلم مصطفائیؐ حیدری رُخ پہ جلال

مینہ کی صورت لشکرِ اعدا پہ برسے کا زوال
جانِ ماموں پہ فدا کرنے بڑھے زینب کے لال

کسی اور شاعر نے یوں کہا کہ

جنگ گاہ میں گھوڑوں کو اڑاتے ہوئے آئے
شان اپنی سواری کی دکھاتے ہوئے آئے
نیزوں کو دلیرانہ ہلاتے ہوئے آئے
اکھیاں سوئے ظالم تپاتے ہوئے آئے

دونوں بھائی بڑے جوش وجذبہ سے میدانِ کربلا کی طرف چلے اور میدان میں جاکر دشمن کو مخاطب کرکے کہا سنو اے کوفیو!

دادا میں جو قوت تھی وہ طاقت بھی ہے ہم میں
ہے زور یہی نانا کا شجاعت بھی ہے ہم میں
وہ دبدبہ وشان وشوکت بھی ہے ہم میں
اور ماموں کی مظلومی وغربت بھی ہے ہم میں

اور پھر دونوں کچھ اس شجاعت وبہادری سے لڑے کہ میدانِ جنگ کا نقشہ بدل کے رکھ دیا۔ جب عمرو بن سعد نے شہزادوں کا یہ اندازِ جنگ دیکھا تو پکار اٹھا کہ انہیں بچے نہ سمجھو ان کی رگوں میں بھی محمد کا خون ہے اور ان کے بازوؤں میں علی کی طاقت ہے۔ چنانچہ عبداللہ کے لختِ جگر سیدہ زینب کے نورِ نظر بڑی جوانمردی کے ساتھ لڑ رہے تھے قریب تھا کہ اپنا مقصد پالیتے اور عمرو بن سعد کا خاتمہ کر دیتے۔ مگر عمرو بن سعد پکار اٹھا او یزید کے ٹکڑوں پہ پلنے والو۔ یہ کہاں کی نمک حرامی ہے کہ تین دن کے بھوکے اور پیاسے ان بچوں پر بھی قابو نہیں پایا جا رہا اور وہ غالب آتے جا رہے ہیں

حضرات محترم!
میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید، فرقان حمید کی ایک آیہ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کے ساتھ محبت کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (پ ۲۵)	تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔

پہلے اس آیہ کریمہ کا شانِ نزول سُنیئے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو انصار نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخراجات بہت ہیں اور ظاہری طور پہ آپ کے پاس مال نہیں ہے تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا۔ اس کے بعد بہت سارا مال جمع کر کے دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی (کہ حضور کی بدولت ہمیں ایمان ملا، ہدایت کا راستہ ملا۔ آپ نے ہمیں کفر و شرک سے نکال کر رشد و ہدایت کے راستے پر گامزن کیا۔ دوزخ سے نکال کر جنت کا راستہ دکھایا) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے مصارفِ اخراجات بہت زیادہ ہیں۔ لہٰذا ہم یہ مال آپ کی خدمتِ اقدس میں نذر کرتے ہیں۔ قبولیت کا شرف بخشیں۔ اس موقعہ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔
مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ تمام مال واپس کر دیا۔
(تفسیر عینی صد ۲۹۵ ج ۲۰، نور العرفان پ ۲۵)

حضراتِ گرامی!

اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا اے میرے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اعلان فرما دیجئے کہ میں اس تبلیغ کے بدلے تم سے کوئی مال و دولت، ساز و سامان نہیں مانگتا۔ مگر اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى مگر اپنے اہل قرابت کے ساتھ محبت و عقیدت کہ ان سے تم محبت کرو۔

معزز سامعین!

معلوم ہوا کہ اہلبیت سے محبت لازمی اور ضروری ہے۔ بلکہ فرض ہے کیونکہ قرآن پاک سے ثابت ہے اور جو حکم بھی قرآن مجید سے ثابت ہو وہ فرض ہوا کرتا ہے جس طرح کہ نماز کا حکم قرآن مجید نے دیا اور نماز ہر مسلمان پر فرض ہے۔ نہ ادا کرنے والا سخت گناہ گار ہے اور منکرِ نماز کافر ہے۔ اسی طرح آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ محبت و مودت کا حکم بھی قرآن مجید نے دیا۔ اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ نماز کا منکر تو کافر ہے اور جو اہل بیت سے بغض اور دشمنی رکھتا ہے وہ کون ہے؟

محبت اہل بیت!

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ:۔

وَاَحِبُّوْنِيْ بِحُبِّ اللّٰهِ وَاَحِبُّوْا اَهْلَ بَيْتِيْ بِحُبِّيْ	اللہ تعالیٰ کے لئے مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کی خاطر میرے اہلبیت سے محبت کرو۔

(ترمذی شریف صہ۲۲۰ ج۲)

معزز سامعین!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمانِ عالی سے ظاہر ہے کہ کامل محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب کی محبوب چیز سے محبت کی جائے۔ چنانچہ اس حدیث پاک سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اہلبیت سے محبت ہے (صرف محبت نہیں بلکہ محبت کرنے کا حکم بھی فرمایا) اور اللہ تعالیٰ کو محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ہے۔ لہذا اہل بیت سے محبت کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنا ہے اور حضور سے محبت کرنا خدا تعالیٰ سے محبت کرنا ہے۔

قریبی کون ہیں؟

اب دیکھنا یہ ہے کہ جن مقدس ومطہر نفوس کے ساتھ محبت کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے وہ کون ہیں؟

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے دربارِ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

مَنْ قَرَابَتُكَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ وَجَبَتْ عَلَيْنَا مَوَدَّتُهُمْ قَالَ عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَوَلَدَاهُمَا	وہ آپ کے قریبی کون ہیں۔ جن کی محبت ہم پر واجب فرمائی گئی ہے۔ فرمایا۔ علی اور فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے (حسن وحسین)

(تفسیر مظہری ۳۵۷ پ ۲۵) (صواعق محرقہ صـ ۱۶۸)

حضرات محترم!

حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان اقدس سے معلوم

ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اور سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اور سیدین طیبین، طاہرین، حسنین، کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دربارِ نبوت میں انتہائی شرف اور عظیم مقام حاصل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام لے کر ان کے ساتھ عقیدت و محبت رکھنے کا حکم فرمایا ہے اور یہی پنجتن پاک ہیں۔ اب اپنے پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان اقدس سے۔ یہ مبارک ارشاد سننے کے بعد ہر کلمہ گو کے لئے ضروری اور واجب ہے۔ کہ ان نفوسِ قدسیہ سے محبت کرے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ:۔

جنہوں پنجتن نال پیار نئیں　　اوہدے کلمے دا اعتبار نئیں
جیہڑا چوں یاراں دا یار نئیں　　اوہ جنت دا حقدار نئیں

اور یہ بھی کہ:۔

نا منظور عبادت تیری　　نئیں پیار اگر پنجتن دا!
اعظم اوہنوں اگ کیوں ساڑے　　جیہدے دل وچ گھر پنجتن دا

پیارے بزرگو اور دوستو!

آیئے اب دیکھیں کہ اہل قرابت کے ساتھ محبت کرنے کا فائدہ کیا ہوگا؛

سنیئے!

حضور سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مُؤْمِنًا۔	جو بھی آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں مرا، مومن مرا۔
وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ	جو بھی آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں مرا

شَہِیْدًا۔ وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مَغْفُوْرًا۔	شہید مرا۔ جو بھی آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں مرا بخشا ہوا مرا۔

(نورالابصار صـ ۱۱۲)

حضرات گرامی!

امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے ان ارشادات سے پتہ چلا کہ اہلِ قرابت یعنی علی، فاطمہ، حسن وحسین سے محبت کرنے والا ان نفوسِ قدسیہ سے عقیدت ومحبت رکھنے والا۔ جب اس دنیا سے جائے گا تو ایمان سے جائے گا۔ بلکہ شہادت کا رتبہ پائے گا اور تیسرا ارشاد تو سب سے اہم ہے وہ ہے بخشش، ہر ایمان والے کی بھی کوشش ہے کہ میں بخشا جاؤں۔ نمازی نماز پڑھتا ہے ——— حاجی حج کرتا ہے ——— سخی سخاوت کرتا ہے۔ مجاہدِ اسلام کفر کے مقابلہ میں جنگ کرتا ہے۔ قاری قرآن تلاوتِ قرآن کرتا ہے۔ کس لئے تاکہ میری مغفرت ہو جائے اور اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرما دے۔ لیکن یاد رہے کہ مغفرت بھی اسی وقت ہو گی جب ایمان ہو گا اور ایمان اس وقت تک کامل ہو نہیں سکتا۔ جب تک ایک کلمہ گو مسلمان کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور آلِ رسول سے محبت نہ ہو گی۔ جب ایک مسلمان اہل بیت کے ساتھ اپنا تعلق جوڑے گا اور ان کے ساتھ عقیدت ومحبت رکھے گا تو پھر یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جب اس دنیا سے جائے گا مومن جائے گا۔ اس کے گناہ بھی بخش دیئے جائیں گے اور اسے شہادت کا مرتبہ بھی عطا کیا جائے گا۔ حضرات یہ تو تھا فائدہ۔ اب یہ ہے کہ اہل بیت اطہار کے ساتھ بغض ودشمنی رکھنے میں نقصان

کیا ہے سنیئے۔

بغض اہل بیت!

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ اَبْغَضَنَا اَهْلَ الْبَيْتِ حَشَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَهُوْدِيًّا۔	جس نے بھی اہل بیت سے دشمنی کی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے یہودی اٹھائے گا۔
مَنْ اَبْغَضَ اَحَدًا مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ فَقَدْ حَرَمَ شَفَاعَتِيْ۔	جس نے میری اہلبیت سے بغض کیا اس پر میری شفاعت حرام ہے۔

اور مزید ارشاد فرمایا کہ جو شخص بھی میری آل کے ساتھ دشمنی، بغض عناد اور دل میں کینہ رکھے گا۔

فَصَلّٰى وَصَامَ ثُمَّ لَقِيَ اللّٰهَ وَمُبْغِضٌ لِاَهْلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ دَخَلَ النَّارَ۔	وہ نمازیں بھی پڑھے اور روزے بھی رکھے اگر اہل بیت کا دشمن ہے تو وہ دوزخی ہے۔

(صواعق محرقہ صہ ۱۷۴)

بزرگان محترم!

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ بغض آل نبی کفر ہے۔ اہل بیت کے ساتھ دشمنی رکھنے والے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت حرام ہے اور جب وہ قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔ تو یہودی ہوگا اور آخر دوزخ میں داخل کر دیا

جائے گا۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ :-

نا منظور عبادت تیری نہیں پیار اگر پنجتن دا !
اعظم اونہوں اگ کیوں ساڑے جیہدے دل وچ گھر پنجتن دا

اب بتائیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کے ساتھ دشمنی اور بغض رکھنے والے کہاں جائیں گے۔ جو نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول نورِ نگاہ علی المرتضٰے کو تو باغی مانیں اور یزید پلید جس نے اہلبیت کی توہین کی اہلبیت پر ظلم کیا انہیں انتہائی غربت و مظلومی کے عالم میں شہید کر دیا اسے امیر المومنین جنتی اور حق پر تسلیم کریں حالانکہ درسِ نظامی کی مشہور کتاب شرح عقائد نسفی جو ہر درس میں پڑھائی جاتی ہے۔ اس میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ :-

شرح عقائد کا فیصلہ !

اُطْلِقُ اللَّعْنَ عَلَيْهِ لِمَا اَنَّهٗ كَفَرَ حِيْنَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ ۔ کہ یزید پر لعنت بھیجنا علی الاطلاق جائز ہے اس لئے کہ اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دے کر کفر کیا۔

(شرح عقائد نسفی ص۱۶۲)

حضرات !

یہ کہاں کا انصاف ہے کہ جس یزید نے آلِ رسول کو در بدر پھرایا بے گناہ بچوں کو پیاسے رلایا۔ نواسۂ رسول اور آپ کے رفقاء کو شہید کرنے کے بعد سر فل کو نیزوں کی نوکوں پر گلی گلی پھرایا۔ وہ تو نیک ہو اور حق پر، جس کی رگوں میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون ہو اور جس نے نبی پاک کی بیٹی فاطمہ کا دودھ پیا ہو اور جس کے ساتھ محبت کرنے کا حکم خود مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا ہو۔ وہ باغی نعوذ باللہ۔ سوچو اپنی فکر بدلو۔ اگر یہ بات پسند نہیں آتی۔ تو ٹھیک ہے تم یزید کے ساتھی بنے رہو۔ ہم حسین کے غلام بنتے ہیں۔ تو کل قیامت کے دن تمہارا حشر جابروں کے جابر یزید کے ساتھ ہوگا اور ہمارا حشر صابروں کے صابر حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوگا۔

سامعین!

آپ جانتے ہیں کہ نماز میں درود شریف پڑھنا ضروری ہے۔ ہر نمازی خواہ وہ کسی بھی مسلک کے ساتھ تعلق رکھنے والا ہو۔ اپنی نماز میں آلِ محمد پہ درود شریف لازمی پڑھے گا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ۔ اے اللہ درود بھیج محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر وہ علیحدہ بات ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد وہ عظمتِ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر دے۔ مگر جب تک ہر نمازی اپنی نماز میں آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف نہ پڑھے گا۔ اس وقت تک اس کی نماز نامکمل رہے گی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنی عظیم شان سے کیوں نوازا کہ ہر نمازی کی نماز میں آلِ نبی کا ذکر آتا ہے۔ یہ سوال ہم پر نہیں رب تعالیٰ پر کرو؟

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے تمہاری محبت فرض فرمائی ہے۔ تمہیں اس بات پر فخر کرنا کافی ہے کہ:۔

مَنْ لَّمْ یُصَلِّ عَلَیْکُمْ لَا صَلٰوۃَ لَہٗ

(جو تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی یعنی صحیح نہیں ہوتی)

اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی، یا اللہ میں حسن وحسین سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما۔

وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّہُمَا۔ (مشکوٰۃ شریف)	اور اس سے بھی محبت فرما جو ان سے محبت کرتا ہے۔

حُسین اور یزید!

ارے یزید کو حُسین کے مقابلے میں لانے والو۔ یزید کا کردار دیکھو اور حسین کا مقام دیکھو۔

یزید نفس پرست ہے ________ حسین حق پرست ہے ________

یزید مجسمۂ کفر وطغیان ہے ________ حسین نمونۂ دین وایمان ہے ________

یزید فسق وفجور میں مبتلا ہے ________ حسین پیکرِ تسلیم ورضا ہے ________

یزید اسلام میں فتنۂ شر ہے ________ حسین وارث چادرِ تطہیر ہے ________

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ :۔

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَہْلِ الْجَنَّۃِ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۷۰)	حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

حضرات محترم!

شہید میدانِ کارزار میں لڑنے اور جامِ شہادت نوش کرنے کے بعد جنت کا حقدار بنتا ہے۔ مگر حسن وحسین کو تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بچپن میں ہی فرمادیا کہ یہ میرے شہزادے صرف جنتی ہی نہیں

بلکہ جنّت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَیُّ اَھْلِ بَیْتِكَ اَحَبُّ اِلَیْكَ قَالَ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے پُوچھا کہ اہلبیت میں سے سب سے زیادہ آپ کو کس سے محبّت ہے۔ فرمایا حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مجھے زیادہ محبّت ہے۔

خطبہ چھوڑ دیا!

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ حضورِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم خطبہ دے رہے تھے کہ حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ مسجد میں آگئے اور سیدھے ممبر کی طرف یعنی نانا جان کے پاس جا رہے تھے۔ اور دونوں نے مُرخ رنگ کے دھاری دار قمیض پہنے ہوئے تھے اور چلتے چلتے کبھی حسن گرتے اور کبھی حسین جب امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظرِ رحمت حسنین کریمین پر پڑی۔ تو آپ منبر سے اترے اور دونوں کو اٹھا کر اپنے سامنے بٹھا لیا۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارے مال و اولاد تمہارے لئے آزمائش ہیں۔ اس کے بعد کملی والے نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ شاید تم لوگ حیران ہو گئے کہ میں نے ایسا کیوں کیا۔ اس لئے کہ جب میں نے دیکھا دونوں شہزادے آرہے ہیں اور گرتے جارہے ہیں۔

فَلَمْ اَصْبِرْ حَتّٰى قَطَعْتُ حَدِيْثِيْ وَرَفَعْتُهُمَا۔ (مشکوٰۃ شریف ص۵۷۱)	تو مجھ سے رہا نہ گیا۔ یہاں تک کہ میں نے اپنا خطبہ چھوڑ دیا اور ان شہزادوں کو اٹھا لیا۔

میرے بزرگو اور دوستو!

آپ نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو حسن وحسین سے کتنی محبّت اور کتنا پیار ہے کہ آپ نے خطبہ تو چھوڑ دیا۔ مگر حسنین کا گرنا برداشت نہ کیا۔ تو کیا جب یزید نے حسین کی لاش پر گھوڑے دوڑائے اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے برداشت ہوا ہوگا۔ کیا اس ظلم عظیم پر نبی کا دل مجروح نہ ہوا ہوگا۔ تو میں ان لوگوں سے پُوچھتا ہوں جو حسین کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کے الفاظ بول کر اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔ کیا انہوں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی یہ حدیث نہیں پڑھی یا سُنی۔ کہ

حُسَيْنٌ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْ حُسَيْنٍ۔	حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔

اگر پڑھی ہے تو حسینؓ سے محبّت کرنا شروع کر دیں۔ اگر نہیں پڑھی تو پڑھ لیں۔ کیونکہ حسین سے محبت نبی سے محبّت ہے اور نبی سے محبت کرنا خدا تعالیٰ سے محبّت کرنا ہے۔

اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا۔	اللہ تعالیٰ اس سے محبّت کرتا ہے جو حسین سے محبت کرتا ہے

(ترمذی شریف ص۲۱۸ ج ۲)

لہٰذا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باغی کہنا یہ حسین سے محبت نہیں۔

دشمنی ہے۔ عقیدت نہیں بغض ہے۔ پیار نہیں عناد ہے۔ یزید شرابی تھا زانی تھا۔ عیاش تھا اور حدود اللہ کو توڑنے والا تھا۔ بے نماز تھا۔ ایسا کردار اور امیر المؤمنین یہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔ امام عالی مقام نے فرمایا کہ حسین اپنے بچے تو قربان کر سکتا ہے۔ مگر خلافتِ اسلامیہ کی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔

حضراتِ محترم!

دس محرم کا دن اور کربلا کا تپتا ہوا صحرا۔ گرم لو کے تھپیڑے ادھر یزیدی کُتے تو پانی پی رہے ہیں۔ مگر اہلِ بیت پر پانی بند ہے۔ آج کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حسین کو پانی نہ مِلا۔ میں کہتا ہوں کہ جس حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جدِ امجد حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام نے ایڑی رگڑی تو پتھر سے آبِ زمزم کا چشمہ جاری ہو گیا۔ یہ حسین بھی اُسی لڑی میں سے تھا۔ اگر امام عالی مقام چاہتے تو فرات اپنا منہ آقا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدموں کی طرف موڑ لیتا۔ مگر حسین خاموش ہے، کیوں خاموش اس لئے کہ آج خدا تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ جابر نسل کا جبر کہاں تک اور صابروں کا صبر کہاں تک ہے۔

مجھ کو تو اختلاف ہے لوگوں کی بات سے
مانگا تھا کب حسین نے پانی فرات سے

اہل بیت اطہار کے شیر خوار پیاس کی شدت سے تڑپ رہے ہیں۔ کہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے بھائی عباس علمدار کو آواز دی

غازی عباس بھیا ______ دریا پہ دوڑے جانا ______
مشکیزہ یہ اٹھا کر ______ پانی تو جلد لانا ______

شہادت حضرت عباس علمدار رضی اللہ تعالےٰ عنہ

کون عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اننے حسین کے عرب میں لوگ آپ کو
ماہِ بنو ہاشم کہہ کر پکارتے۔ سقائے اہل بیت آپ کا لقب تھا۔ سپاہِ حسینی کے
علمدار تھے۔ خاندانِ اہل بیت کے خیموں کے پہرہ دار تھے۔ شجاعت و بہادری
صرف عرب میں ہی نہیں بلکہ پوری دنیائے اسلام میں شہرت رکھتے تھے۔ اما
حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اتنی محبت کہ ہمیشہ آپ کو آقا و مولا کہہ کر پکارتے
تھے۔ عین شباب کا عالم ۳۴ سال کی عمر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
خیموں میں گئے۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک کہرام مچا ہوا ہے۔ بچے پیاس سے تڑپ
رہے ہیں۔ پیاس کی وجہ سے علی اصغر کی حالت دیکھی نہیں جاتی۔ ہر طرف العطش
العطش کی صدائیں ہیں۔ کبھی سکینہ پکارتی ہے، چچا جان پانی، کبھی ۶ ماہ کا علی اصغر
اپنی سوکھی زبان نکال کر دکھاتا ہے اور بیمار زین العابدین کا جسم بخار سے جھلس
رہا ہے۔ پیاس کی شدت جسم کانپ رہے ہیں۔ حضرت عباس علمدار رضی
اللہ تعالیٰ عنہ جوش میں آکر غضبناک حالت میں اٹھے۔ مشکیزہ اٹھایا
اور گھوڑے کی باگیں فرات کی طرف موڑیں امام عالی مقام نے فرمایا بھائی
عباس کدھر جا رہے ہو۔ عرض کی آقا اجازت دو میں فرات پہ پانی لینے جا
رہا ہوں۔ یہ سنا تو آقا حسین رو پڑے۔ فرمایا عباس تم میری چھوٹی سی جماعت
کے علمبردار ہو۔ تمہارے چلے جانے سے یہ سارا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ تم بھی جا رہے
ہو۔ کیا یہ چاہتے ہو کہ جب حسین آنکھ کھولے تو اسے کوئی بھی اپنا نظر نہ آئے
اور کسی کا سہارا نہ رہے۔ خدا کے لئے میرا نہیں تو عورتوں کی بے کسی کا خیال
کرو۔ مجھے نوبت ہے کہ یہ ظالم کسی صورت بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔ اگر

تم بھی نہ ہوں گے۔ تو ان کا وارث کون بنے گا اور یہ کس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھیں گی۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا امام ذرا خیموں میں ایک نظر دیکھو۔ کہ بچے کس طرح پیاس سے تڑپ رہے ہیں۔ سکینہ نے بار بار مجھے کہا چچا جان کوشش کرو۔ شاید دو گھونٹ پانی مل جائے۔ اس لئے یا امام مجھے آپ اجازت دیں۔ میرے امام نے اشک بار آنکھوں سے عباس علمدار کو الوداع کیا۔ حضرت عباس علمدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر یزید کے سامنے پہنچ گئے۔ اور آپ نے اتمام حجت کے لئے ایک خطبہ ارشاد فرمایا او کوفیو بتاؤ کس کے امتی ہو۔ اگر تم مانتے ہو کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھا ہے تو پھر اس آلِ رسول پر پانی بند کیوں کیا۔ ظالمو یہ کہاں کا انصاف ہے کہ تمہارے جانور تو پانی پئیں مگر اہل بیت کے لئے پانی کا ایک قطرہ بھی میسر نہیں ہو سکتا۔ بتاؤ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں کیا جواب دو گے۔ ابھی وقت ہے سوچو۔ اور دو گھونٹ پانی کے دو میں تمہیں کل قیامت کے دن حوض کوثر کے جام پلاؤں گا۔ مگر ان نام نہاد مسلمانوں پر آپ کی تقریر کا کوئی اثر نہ ہوا بالآخر آپ لشکر جرار کی صفوں کو چیرتے ہوئے نہر فرات کی طرف بڑھے، جب عمرو بن سعد نے دیکھا کہ حیدر کا لال بڑے ہی عزم و ہمت کے ساتھ آگے بڑھتا جا رہا ہے اشقیار نے راستہ روکنا چاہا۔ سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار میان سے باہر نکالی جو بجلی کی طرح چمکی، اور قہر خدا بن کر دشمنوں پر گری حیدر کرار کی ہیبت و شجاعت نے دشمن کی صفوں میں راستہ بنا دیا۔ اور دشمنوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹتے ہوئے۔ لب دریا تک پہنچ گئے۔ جب نہر فرات کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا پانی دیکھا تو خیال آیا کہ ایک چلو بھر کر پی لوں۔ مگر جب پینے لگے تو سکینہ کی پیاس یاد آگئی اور علی اصغر کا شدت پیاس سے

زبان کا باہر آنا آنکھوں کے سامنے آگیا۔ پانی اسی جگہ پھینک دیا اور جلدی سے پانی کا مشکیزہ بھرا کندھے پہ لٹکا کر چلنے لگے۔ تو شمر لعین چلا اٹھا کہ اگر یہ پانی اہل بیت کے خیموں میں پہنچ گیا تو یاد رکھو پھر زمین پر کوئی یزیدی باقی نہ رہے گا چنانچہ حضرت عباس کی پوری کوشش تھی کہ کسی طرح یہ پانی صحیح سلامت خیموں میں پہنچ جائے اور میرا یہ وعدہ بھی پورا ہو جائے۔ مگر دشمن کے نرغہ میں آ گئے۔ انہوں نے تیروں کی بارش کر دی۔ جس سے مشک چھلنی ہو گئی اُدھر خیموں والے خوشی منا رہے ہیں۔ کہ یا اللہ تیرا شکر ہے کہ عباس پانی لے آئے مگر وہ یہ نہیں جانتے تھے۔ کہ حوض کوثر کے مالک آج کربلا کے میدان میں اپنے ہی نانا کا کلمہ پڑھنے والے بے وفا امتیوں کے ہاتھوں پیاسے ہی تڑپ تڑپ کر جانیں دیں گے۔ پھر ہر طرف سے تیروں' نیزوں اور تلواروں کی جھنکار ہوئی آپ ان کے حملوں کا جواب دیتے ہوئے۔ خیموں کی طرف بڑھتے چلے آ رہے تھے کہ نوفل بن ورقہ مردود نے چھپ کر حضرت عباس پر وار کیا۔ کہ آپ کا دایاں بازو کٹ گیا۔ جوش شجاعت دیکھئے کہ آپ نے فوراً نہایت ہی دلیری کے ساتھ مشک کو دوسرے کندھے پر اٹھا لیا اور بائیں ہاتھ سے تلوار پکڑ کر دشمن کا مقابلہ کرتے رہے کوشش یہی تھی کہ کسی طرح پانی خیموں میں پہنچا دوں۔ آپ بڑھتے آ رہے تھے کہ ایک ملعون نے آپ پر دوسرا وار کیا اور حضرت عباس کا بایاں بازو بھی قلم کر دیا۔ آپ نے مشک کے تسمہ کو دانتوں سے پکڑ لیا اور خیموں میں پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر صد افسوس کہ اس سقائے اہل بیت کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا۔ کہ ایک تیر آ کر مشکیزہ میں پیوست ہو گیا۔ جس سے سارا پانی بہہ گیا اور ایک دوسرا تیر آیا جو حضرت عباس کے سینہ اقدس پہ لگا ایک اور سیاہ کار نے سر اقدس پر اس زور سے لوہے کی گرز

ماری کہ آپ زخموں سے لاچار ہو کر زمین پر گر پڑے اور امام عالی مقام کو آواز دی۔ اے بھائی حسین میری طرف سے آخری سلام ہو۔ اس آواز کو سن کر حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوڑتے ہوئے آپ کے قریب آئے اور پیکر وفا عباس علمدار کو دیکھ کر رو پڑے آپ کی لاش کے ساتھ چمٹ گئے اور کہا اے عباس اب میری کمر ٹوٹ گئی ہے۔ آپ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش اٹھا کر خیموں میں تشریف لائے

تو خیموں میں ایک کہرام مچ گیا۔ حسین ابن علی نے سکینہ کو فرمایا بیٹی تو بھی اور اے علی اصغر تو بھی اپنے چچا کو معاف کر دینا۔ وہ تم سے کیا ہوا وعدہ پورا نہ کر سکے۔ یہ کہا اور آپ کی روح جنت کے اعلیٰ مقام میں پہنچ گئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باری آئی۔

شہادت حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کون حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہزادہ امام حسن، ہوبہو ہم شکل حسن، خاندانِ اہل بیت کے چشم و چراغ امام حسن کی نشانی، تیرہ سال کی عمر غالباً امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیموں میں تشریف لے گئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ شہزادہ آپ کی طرح آ رہے ہیں جب سامنے آئے تو دست بستہ یوں کھڑے ہیں۔ جیسے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ فرمایا بیٹا قاسم کیا بات ہے۔ عرض کی چچا جان جہاں سب ہی باری باری جامِ شہادت نوش کر رہے ہیں۔ مجھے بھی اجازت دیں تاکہ میں بھی اس سعادت سے بہرہ مند ہو سکوں۔ حضرت امام عالی

مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت قاسم کو سینے سے لگا لیا اور فرمایا۔ بیٹا قاسم تو میرے بھائی حسن کی نشانی ہے۔ میں تجھے دیکھتا ہوں تو بھائی حسن کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ اس لیئے میں تجھے اجازت نہیں دے سکتا۔ کبھی آپ اپنی پھوپھی جان سے کہتے ہیں کبھی چچی شہر بانو کے پاس جا کر عرض کرتے ہیں کہ آپ ہی میرے لیئے چچا جان سے میدانِ کربلا میں جانے کی اجازت لے دیں۔ اچانک قاسم کو ایک بات یاد آ گئی۔ آپ امام عالی مقام کی خدمت میں دوبارہ اس حال میں جاتے ہیں۔ کہ ہاتھ میں ایک بند کاغذ ہے۔ حسین ابن علی نے فرمایا۔ بیٹا یہ کیا ہے۔ عرض کی چچا جان یہ تعویذ ہے جو میرے والدِ محترم حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وقتِ وصال مجھے بازو پر باندھنے کے لئے دیا تھا اور ساتھ ہی یہ نصیحت بھی کی تھی۔ کہ بیٹا جب کبھی مشکل وقت آ جائے تو اس تعویذ کو کھول کر پڑھ لینا۔ تو میں نے سوچا کہ اس وقت سے بڑھ کر مصیبت کا وقت اور کون سا ہو سکتا ہے۔ کہ ظالم ہمارے جان لیوا بنے ہوتے ہیں۔ جب امام برحق نے شہزادہ سے وہ تعویذ لے کر پڑھا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ بھائی حسین میدانِ کربلا میں میرے بیٹے قاسم کو بھی جان کا نذرانہ پیش کرنے کی اجازت دے دینا۔ تاکہ ناموسِ اسلام کے تحفظ کے لئے میرا حصہ بھی شامل ہو جائے۔ حضرت قاسم نے عرض کی چچا جان اب تو مجھے اجازت دے دیں۔ میرے امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس کے بعد آپ خیموں میں چلے گئے۔ تمام خیموں والوں کو سلام کیا اور میدانِ کارزار کی طرف روانہ ہو گئے۔ میدان میں پہنچے اور دشمن کو للکارا۔ کہ ہے کوئی میرے مقابلے میں آنے والا۔ مگر کس میں جرأت تھی کہ حسن کے بیٹے کا مقابلہ کرے۔ عمرو سعد بولا۔ اسے بچہ نہ سمجھنا۔ اس کے بازوؤں میں بھی علی کی طاقت ہے اور یہ حسن ابن علی کا بیٹا ہے۔ خبردار اس کے مقابلے میں اکیلے نہیں بلکہ مل کر جاؤ۔ آپ

نے بار بار پکارا مگر کوئی بھی آپ کے سامنے نہ آیا۔ آخر آپ خود ہی دشمن کے نرغہ میں جا گھسے کبھی دائیں اور کبھی بائیں حملے کئے اور یزیدیوں کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا۔ جب عمرو سعد نے شہزادہ قاسم کا انداز جنگ دیکھا تو چلا اٹھا۔ او یزید کے تنخواہ دار و تمہاری شجاعت و بہادری کہاں گئی۔ کہ تم تین دن کے پیاسے ایک ننھی عمر کے بچے پر غالب نہیں پا سکتے۔ اور پھر عمرو سعد نے ارزق سے کہا کہ شام و عراق میں تیری بہادری کے چرچے ہیں۔ لہٰذا اس بچے کے مقابل میں تم جاؤ۔ ارزق نے جواب دیا کہ ایک بچہ سے لڑنا میری شہسواری کی توہین ہے۔ عمرو سعد کہنے لگا اسے بچہ نہ سمجھ یہ دیکھ کہ یہ لخت جگر کس کا ہے۔ یہ کس کا نور نظر اور کس کا پوتا ہے۔ اس کا باپ حسن ہے۔ اس کا دادا شیر خدا علی ہے اور اس کی رگوں میں بھی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون ہے۔ ارزق کہنے لگا پہلے میں اپنے لڑکے کو بھیجتا ہوں پھر دیکھا جائے گا۔

چنانچہ ارزق کا وہ لڑکا جس کی شہسواری پر اسے ناز تھا حضرت قاسم کے مقابلہ میں آیا۔ آتے ہی آپ نے اس زور سے اسے نیزہ مارا جو اس کے جسم سے پار ہو گیا۔ اور وہ حضرت قاسم کے ایک وار کو بھی برداشت نہ کر سکا۔ تڑپتا ہوا زمین پر آ گرا اور گر کر ختم ہو گیا۔ پھر تیسرا اور چوتھا آیا۔ وہ تمام ہی آپ کے سامنے پھٹکنے نہ پائے تھے۔ کہ چند منٹوں میں ہی جوانیوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اور چاروں کے چاروں بھی واصل جہنم رسید ہو گئے۔ جب ارزق نے اپنے بیٹوں کا یہ حال دیکھا تو غصہ سے بھڑک اٹھا اور بڑے ہی جوش و جذبہ سے حضرت قاسم کی طرف میدان میں آیا۔ آتے ہی وار کیا۔ آپ نے اسے بڑی ہی ہنرمندی سے روک لیا۔ اس کے بعد بڑی چالاکی سے اپنے فن کا مظاہرہ کرنے لگا۔ حضرت قاسم نے فرمایا۔ اپنے آپ میں تو بڑا شہسوار بنا پھرتا

ہے۔ ذرا اپنی سواری تو دیکھ کہنے لگا۔ کیا بات ہے۔ فرمایا تجھے یہ گھوڑے کا تنگ بھی کسنا یاد نہیں ہے۔ ارزق نے نیچے دیکھا اور بخلا گیا۔ ارزق کے ہوش اڑ گئے اور سمجھ گیا کہ واقعی یہ بچہ ہی نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو بڑا دانا معلوم ہوتا ہے چنانچہ ارزق اس پریشانی کے عالم میں حضرت قاسم سے برسرپیکار تھا آپ نے اس پر ایسا ٹھکانے پر وار کیا کہ اس کا سر بھی تن سے جدا کر دیا وہ بھی کربلا کی ریت پر تڑپنے لگا اور یزیدیوں کو بتا دیا کہ اگر اہل بیت پر پانی بند نہ کیا جاتا تو کوئی مشکل نہیں تھا کہ تمام کوفیوں کا نشان مٹا دیتے۔ ادھر خیموں میں حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ قاسم شہزادہ کا اندازِ جنگ دیکھ کر خوش ہو رہے تھے اور دل ہی دل میں قاسم کو شاباش دے رہے تھے۔ واہ قاسم تو نے لڑائی کا حق ادا کر دیا۔ اور دنیا والوں کو بتا دیا ہے کہ جس کے دل میں ایمان کی قوت ہو۔ اس کے مقابل کوئی طاقت نہیں اور جب ایک سچا مجاہد اسلام کفر کے مقابلہ کے لئے نکل پڑتا ہے تو باطل خاکستر ہو جاتا ہے اور پھر جب تک ہر طرف سے حق کی آوازِ بلند نہیں ہوتی اس وقت تک دم نہیں لیتا۔ بالآخر حضرت قاسم لڑتے لڑتے تھک بھی چکے تھے۔ جب قوم اشقیاء نے سمجھا کہ اس بچہ کی زد سے ہمارا بچنا مشکل ہے تو انہوں نے چاروں طرف سے حملے شروع کر دیئے اور ایک مردود نے آپ پر نیزہ کا ایسا وار کیا۔ جو جسم سے پار ہو گیا۔ آپ زخمی ہو کر گھوڑے کی زین سے زمین پر آگئے۔ آپ نے آواز دی چچا جان مجھے پکڑنا حضرت امام نے جب شہزادہ قاسم کی آواز سنی تو آپ جلدی سے میدان میں پہنچے کیا دیکھتے ہیں کہ شہزادہ قاسم تڑپ رہا ہے۔ آپ نے حضرت قاسم کو ہاتھوں پہ لیا۔ اٹھا کر خیموں کی طرف آ رہے تھے کہ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد فرزندانِ آلِ رسول میں سے حضرت شہزادہ علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدانِ کرب و بلا میں جانے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔

شہادت حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کون علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

علی اکبر امام الاولیاء کا نوجوان بیٹا
علی اکبر شہید کربلا کا پاسبان بیٹا

علی اکبر گلستانِ نبی کا بہترین غنچہ — علی اکبر بہارِ خلد کا سب سے حسین غنچہ
علی اکبر مبشر کربلا کے جانبازوں کا — علی اکبر مؤذن عشق آسودہ نمازوں کا

سیدنا امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیموں میں تشریف لائے اور فرمایا اگر یزیدیوں سے دشمنی و عداوت ہے تو مجھ سے اگر وہ بیعت مانگتے ہیں تو میری۔ اگر سر مانگتے ہیں تو میرا۔ لہذا میدانِ جنگ میں میں خود جاتا ہوں۔ جب خاندانِ اہل بیت نے یہ سُنا تو سب کانپ گئے۔ شہزادہ علی اکبر دست بستہ اپنے مشفق و مہربان باپ کے روبرو کھڑے ہو گئے۔ عرض کی ابا حضور میرے جیسے جوان بیٹے کے ہوتے ہوئے۔ بوڑھے باپ کو کیا فکر فرمایا بیٹا تو میری اٹھارہ سال کی کمائی ہو۔ میں اپنی آنکھوں سے تیری جوانی ختم ہوتی دیکھ نہیں سکتا۔ عرض کی ابا حضور اُس جوان کی جوانی کا کیا فائدہ جو مشکل وقت میں اپنے بوڑھے باپ کے کام نہ آسکے۔ اگر آپ میری لاش کو تڑپتی نہیں دیکھ سکتے تو میں بھی اپنے بوڑھے باپ کا سر نیزے کی نوک پر برداشت نہیں کر سکتا۔ میرے امام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

فرمایا بیٹا میری طرف سے اجازت ہے اور پھر امام عالی مقام نے خود اپنے لختِ جگر کو تیار کیا۔ لباسِ جنگ پہنایا۔ ہاتھوں میں ہتھیار دیئے اور شاعر نے یوں کہا۔ کہ

سہ دیکھو قدرتاں پاک امام دیاں علی اکبر نوں آپ تیار کیتا
چھاتی لاوندا منہ نوں چُم داسی ہر بات توں خوب ہوشیار کیتا
کمر بنھ کے آپ ہتھیار لائے وچہ غازیاں مرد جرار کیتا
مظہر حیدری وقت عجیب ہوسی جدوں پکڑ کے آپ اسوار کیتا

اور پھر خیموں میں تمام خیموں والوں کی طرف سے آخری سلام کے لئے حاضر ہوئے تو خیموں میں ایک حشر بپا ہو گیا۔

اِک حشر تھا بپا جُدا اب عابد جو ہونے تھے
جھولے میں پھوٹ پھوٹ کر اصغر بھی رہتے تھے

کسی کا بھی دل نہ چاہتا تھا کہ یہ ہم شکل مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہم سے جُدا ہو جائے جب علی اکبر اپنی امی جان حضرت شہر بانو کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ماں نے آہیں بھرتے ہوئے بیٹے کو سینے سے لگا لیا۔ فرمایا بیٹا۔ میری خواہش تھی کہ تیری شادی کرتی تیرے سر پہ سہرا باندھتی تیرا گھر بستا ہوا دیکھتی۔ چلو دنیا کا دولہا بنتے ہوئے تو نہیں دیکھا آج تیری ماں تجھے شہادت کا دولہا بنائے گی۔ یہ کہہ کر ایک گٹھڑی کھولی اور اس میں سے ایک پرانی سی پگڑی نکالی۔ جسے دیکھ کر سب نے چوم لیا۔ کیونکہ یہ نانا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دستار مبارک تھی۔ ماں نے وہ پگڑی ۱۸ سال کے جوان علی اکبر کے سر پر رکھی۔ دل تو تڑپ گیا۔ فرمایا بیٹا ماں کی طرف سے دولہا بن گئے ہو۔ اور اب جاؤ شہادت کا جام نوش کر کے شہادت کا دولہا بن جاؤ۔

مقتل کو جانے والے حافظ تیرا خدا ہو
جب جان تھی یہ تیری تو دینے میں کیوں گِلا ہو
اے اللہ راضی ہیں اس میں جس میں تیری رضا ہو

بالآخر آپ میدانِ کارزار میں جانے کے لئے جب گھوڑے پر سوار ہونے لگے تو رو پڑے۔ امام عالی مقام نے پوچھا بیٹا کہیں میدانِ جنگ سے ڈر تو نہیں گیا عرض کی۔ ابا جان ڈر اور خوف کی کوئی وجہ نہیں، رو تا اس لئے ہوں، کہ جب ہم مدینے سے چلے تھے۔ تو میں بہن صغریٰ سے ایک وعدہ کر کے آیا تھا۔ کہ میں تجھے ساتھ لے جاؤں گا مگر علی اکبر سے وہ وعدہ پورا نہ ہو سکا۔ ابا حضور آپ صغریٰ سے کہہ دینا کہ وہ مجھے معاف کر دے۔ امام عالی مقام کی ہچکی بندھ گئی۔ فرمایا۔ ٹھیک ہے میں کہہ دوں گا اب جاؤ اللہ کے سپرد علی اکبر اپنے باپ کو آخری سلام کہتے ہوئے۔ اس انداز سے میدان میں نکلے جیسے کوئی شیر بھیڑ اور بکریوں کے ریوڑ میں آتا ہے اور آتے ہی آپ نے کوفیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا سنو اے کوفیو! میں حسین ابن علی ہوں۔ میرا دادا مرتضےٰ ہے۔ میرا نانا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ آؤ میرے باپ جیسا کسی کا باپ ہے تو دکھاؤ۔ میرے نانے جیسا ہے تو کوئی بتاؤ۔ امام کے اٹھارہ سال کے جوان علی اکبر نے جب دشمن کی طرف نظر اٹھائی اور ذوالفقارِ حیدری کو چمکایا۔ اُدھر عمر و سعد اپنے لشکر سے پوچھنے لگا۔ یہ سوار کون ہے۔ جس کی صورت نظروں کو خیرہ کر رہی ہے۔ جس کی ہیبت سے بہادروں کے دل کانپ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا یہ حسین کا بیٹا علی اکبر ہے۔ اور اس کے حسن و جمال کی وجہ یہ شبیہہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ کاش کہ وہ یہ سوچتے کہ ایسے جلیل القدر مہمان کے ساتھ یہ سلوک کرنا کہاں کی وفاداری اور کہاں کی مسلمانی ہے۔

لیکن ابن زیاد کے وعدوں اور یزید کے انعام و اکرام کے لالچ نے انہیں آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کو جاننے سے اندھا کر رکھا تھا۔

حضرات!

آج بھی کچھ لوگ ہیں جو اہل بیت کی عظمت کو نہیں سمجھتے اور ان کی شان میں توہین آمیز لفظ بولتے ہیں۔ شاید یہ بھی انہی کی نسل سے ہیں۔ اُدھر شہزادہ علی اکبر نے للکارا۔ ہے کوئی بدبخت میرے مقابلہ میں آنے والا۔ مگر ان بے وفاؤں اور اہلبیت کے دشمنوں میں کسی کو بھی جرأت نہیں کہ آپ کے مقابلہ میں آتے۔ علی اکبر نے پھر نعرہ مارا۔ اور فرمایا اے مردودو اگر اولادِ فاطمہ کے خون کی پیاس ہے تو آؤ۔ مگر کسی کو ہمت نہ ہوئی۔ اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ اس کے بازوؤں میں بھی علی شیرِ خدا کی طاقت ہے۔ آپ نے جب دیکھا کہ ان دنیا کے کتوں میں سے کوئی بھی سامنے نہیں آتا تو خود ہی گھوڑے کی باگ پکڑی ایڑی لگائی اور بجلی کی طرح لشکرِ یزید پر حملہ آور ہو گئے۔ جس طرف بھی بڑھے یزیدیوں کو تباہ کرتے گئے۔ کبھی میمنہ پر جھپٹے تو اُسے منتشر کر دیا۔ اور جب میسرہ پر پلٹے تو صفوں کی صفیں درہم برہم کر ڈالیں۔ دشمنوں کے سر مولی گاجر کی طرح تن سے جُدا ہو گئے۔ بہادروں کی ہمتیں ٹوٹ گئیں کبھی نیزے کی ضرب کبھی نبردوں کی جھنکار تو کبھی تلوار کے وار۔ سخت دھوپ میں جنگ کرتے کرتے جب پیاس محسوس ہوئی تو سواری کی باگ موڑی اور سیدھے امام برحق کے قدموں میں عرض کی یَا اَبَتَاہُ اَلْعَطَشُ۔ اے مہربان باپ ایک گھونٹ پانی کا مل جائے۔ عرض کی ابا حضور اگر شدتِ پیاس کے وقت چند قطرے حلق کو تر کرنے کے لئے مل جائیں تو یہ فاطمی شیر ان ظالموں کو صفحۂ ہستی سے ختم کر دے۔ شفیق باپ نے اپنے بیٹے علی اکبر کے چہرہ سے گرد و غبار

معاف کیا۔ اور فرمایا بیٹا تیرے باپ نے ساری زندگی تیری خواہشات کو پورا کیا ہے مگر آج میرے لئے تیرا یہ سوال بڑا عظیم ہے۔ لو پانی تو نہیں میری زبان ہی منہ میں لے کر چوس لو۔ جب شہزادہ علی اکبر نے اپنے ابا حسین کی زبان کو اپنے منہ میں لے کر چوسا تو تسنیم کوثر کے مزے آگئے۔ فرمایا بیٹا جاؤ اب اللہ کے حوالے جاؤ عظمت اسلام کے لئے قربانی دو۔ جاؤ شریعتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تحفظ کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرو۔ وہ دیکھو جنت کی حوریں حوضِ کوثر کے جام لئے کھڑی انتظار کر رہی ہیں۔ اب پھر شہزادہ علی اکبر میدان میں پہنچے اور صدا بلند کی ہے کوئی جان پر کھیلنے والا تو سامنے آئے۔ عمرو سعد نے طارق سے کہا کہ بڑی شرم کی بات ہے۔ کہ اہلبیت کا اکیلا نوجوان میدان میں للکار رہا ہے۔ تین دن سے پانی بھی بند ہے اور تیز دھوپ بھی ہے کربلا کا تپتا ہوا ریگستان بھی اور پھر بدن پر لگے ہوئے لوہے کے ہتھیار جو کہ سورج کی تپش سے آگ بن چکے ہیں پھر کا ہے پیاسا ہے۔ دھوپ میں لڑتے لڑتے تھک بھی چکا ہے۔ مگر پھر بھی اس میں بہادرانہ اور مجاہدانہ دوڑ دھوپ ہے۔ تمہاری اس شجاعت و بہادری پر افسوس ہے اگر کچھ غیرت ہے تو نکل میدان میں، میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں۔ اگر تو نے اس سے مقابلہ کر کے اسے شکست دے دی تو ابن زیاد سے تجھ کو موصل کی حکومت دلا دوں گا۔ طارق نے کہا مجھے ڈر ہے کہ میں اولادِ رسول سے مقابلہ کر کے اپنی عاقبت بھی خراب کر لوں اور تو اپنے وعدے سے بھی پھر جائے۔ تو نہ میں دنیا کا رہا اور نہ ہی دین کا اس پر ابن زیاد نے قسم کھائی اور پختہ وعدہ کیا۔ ادھر طارق بن اشعث موصل کی حکومت کے لالچ میں شہزادہ علی اکبر کے مقابلہ کے لئے چلا اور پہنچتے ہی علی اکبر پہ نیزے کا وار کیا۔ آپ نے وار رد کا اور اس کے سینہ پر کینہ پر ایک

ایسا نیزہ مارا کہ طارق کی پیٹھ سے نکل گیا اور وہ گھوڑے سے زمین پر آ گرا۔ طارق کے بیٹے عمرو بن طارق نے دیکھا تو طیش میں آ گیا اور گھوڑا دوڑا کر شہزادہ علی اکبر پر حملہ آور ہوا۔ علی اکبر نے ایک ہی نیزے سے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی طلحہ بن طارق اپنے باپ اور بھائی کا بدلہ لینے کے لئے میدان میں آیا۔ سیدنا حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر اسے زمین سے اٹھا کر اس زور سے مارا کہ اس کی پسلیاں ٹوٹ گئیں اور دم نکل گیا۔ شہزادہ علی اکبر کی ہیبت سے لشکرِ یزید میں شور برپا ہو گیا۔ لڑتے لڑتے پھر پیاس کی شدت بڑھ گئی۔ پھر گھوڑا دوڑا کر والد محترم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ العطش العطش ابا حضور پانی مل جائے۔ اس بار امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے میرے نور العین اب حوضِ کوثر سے سیرابی کا وقت قریب آ گیا ہے۔ نانا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستِ اقدس سے وہ جام ملے گا۔ جس کی لذت نہ تصور میں آ سکتی ہے اور نہ ہی زبان بیان کر سکتی ہے۔ یہ سنتے ہی آپ ایک بار پھر میدان کی طرف لوٹے۔ اس بار ظالموں نے مل کر حملہ کر دیا۔ چاروں طرف سے تیروں، تلواروں اور نیزوں کی بارشیں ہونے لگیں۔ چنانچہ آپ کا جسمِ نازنین زخموں سے چور ہو گیا۔ زخمی حالت میں آپ گھوڑے سے زمین پر آ گرے۔ اس وقت آپ نے آواز دی۔

یَا اَبَتَاہُ اَدْرِکْنِیْ۔ اے ابا جان مجھے پکڑ۔ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنکھ کھولی۔ تو دیکھا کہ سر باپ کی گود میں ہے۔ عرض کی ابا جان اگر میدانِ کارزار میں لڑتے ہوئے مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہو تو معاف کر دینا اور میری طرف سے آخری سلام قبول کرنا یہ کہہ کر باپ کی

محبت میں آہیں بھرتے ہوئے دم توڑ گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

اور پھر!

سے
جدوں لاش اکبر دی خیمے وچہ آئی سکینہ نے رو رو کے پائی دوہائی
ہٹو اگوں مینوں دی ویکھن تے دیوو کیویں بھرے لا میرا ویر آگیا اے

جب امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ میرا جوان جامِ شہادت نوش کر چکا ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور رضائے الٰہی پہ صبر کیا۔

دائم اقبال کہتا ہے کہ:۔

گلاں نال تے ہر کوئی لائی پھردا	لا کے توڑ نبھانیاں اوکھیاں نیں
اصغر ہتھاں دے وچہ کہا دیناں	نالے باہیں کٹانیاں اوکھیاں نیں
پارہ چھاتیاں نیزے دی نوک اُتے	لو ہے پارلے پانیاں اوکھیاں نیں
دائم اکبر جوان دی لاش اُتے	ہنجوں ناں وگانیاں اوکھیاں نیں

وَاٰخِرُ دَعْوٰی نَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔

(روضۃ الشہداء۔ سوانح کربلا۔ اوراقِ غم۔ شانِ حسین)

○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آزمائشِ الٰہی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ وَاَفْضَلُ الصَّلٰوَاتِ وَاَکْمَلُ التَّحِیَّاتِ عَلٰی صَاحِبِ الشَّرِیْعَۃِ الْغَرَّاءِ وَ السُّنَّۃِ الزَّھْرَاءِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَاَبْنَائِہٖ وَحِزْبِہٖ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ مَدَ الْاَبَدِ الْاٰبِدِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ۔

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ ۝ پ ۲

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَبَلَّغَنَا
رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ط

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں محبت کے ساتھ ہدیہ درود وسلام پیش کریں۔

حضرات محترم!

میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید، فرقان حمید کی ایک آیہ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ جس میں اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کی آزمائش اور ان کے امتحان کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ۔	اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سنا ان صبر والوں کو۔

معزز سامعین!

یہ ایک قانون قدرت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو مختلف آزمائشوں میں مبتلا کر کے ان کا امتحان لیتا ہے اور دیکھتا ہے کہ کون ہے جو میری آزمائش پر صبر کرتا ہے۔ پھر جو لوگ ہر حال میں اپنے مالک کی رضا پر راضی رہتے ہیں۔ وہ انہیں عظمتوں اور بلندیوں سے نوازتا ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے امتحان کیوں لیتا ہے۔ اس لئے کہ جو گنہگار ہوگا اگر وہ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی آزمائش پر صبر کرے گا اسے بخش دیا جائے گا اور جو نیک ہوگا اس ذات والا شان کا مقبول اور محبوب

ہوگا تو اس کے درجے بلند کر دیئے جائیں گے اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ۔	اگر تم شکر کرو گے تو تم پر نعمتیں زیادہ کر دوں گا اگر ناشکری کرو گے۔ بے شک میرا عذاب بڑا سخت ہے۔

یعنی کسی بھی مصیبت کے آجانے پر اگر تم صبر اور شکر کا مظاہرہ کرو گے تو وہ غفور الرحیم ذات تم پر اپنے انعامات کی فراوانی کر دے گا۔ اگر ناشکری اور واویلا کرو گے تو اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا سخت ہے اور کوئی بھی اس کے عذاب اور اس کی پکڑ سے نہیں بچ سکتا۔ مگر وہی جس پر اس ذات کی مہربانی ہو جائے۔ انسان کو چاہیئے کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہے اور اس کی رضا پر راضی رہے۔ اس لئے کہ خوشی بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے اور غمی بھی دکھ بھی اسی ذات باری تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور سکھ بھی سوچنا تو اس بات کو ہے کہ جس ذات نے دکھ میں مبتلا کیا ہے سکھ بھی وہی عطا کرنے والا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا پ ۳۰	بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے، بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔

میاں محمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

مشکل پاون والا آپ اے — تے آپے ہے حل کر دا
عاشق نوں لا روگ پیرم دا — تے دل سجن دل کر دا

راضی برضائے الٰہی !

لیکن جب امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر وقت آزمائش آتا ہے۔ تو آپ ایسے صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ راضی برضائے الٰہی پر اپنا گھر، مال، وطن، اپنے بیٹے، بھتیجے، بھانجے اور بھائی بلکہ سارا خاندان اور رفقاء کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دینے کے بعد خود بھی نیزے کی نوک پر چڑھ گئے اور دنیا والوں کو بتا دیا کہ :-

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد
(محمد علی جوہر)

کون حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ !

جو دہکتی آگ کے شعلوں پہ سویا وہ حسین
جس نے اپنے خون سے عالم کو دھویا وہ حسین
جو جواں بیٹے کی میت پر نہ رویا وہ حسین
جس نے سب کچھ کھو کے پھر کچھ بھی نہ کھویا وہ حسین
جس نے اپنے بچوں کی دی سخاوت وہ حسین
ہنس کر جس نے پی لیا جامِ شہادت وہ حسین

حضراتِ گرامی !

امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بڑے بڑے مصائب سے گزرنا پڑا۔ سب سے پہلے اپنا گھر چھوڑا۔ آپ جانتے ہیں کہ کس کا دل چاہتا ہے کہ اپنا وطن چھوڑے۔ مگر جس وقت آقا حسین نے اپنا وہ وطن

صبح و شام فرشتے آتے ہوں۔ جس روضۂ رسول کی زیارت کے لئے ہر انسان تڑپتا ہو جہاں دن رات اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہو) چھوڑا اس وقت نواسۂ رسول کے دل پر کیا گزری ہو گی۔ مگر امام عالی مقام نے صبر کیا۔ آقا حسین پر پانی بند کیا گیا۔ کوئی درخواست کوئی التجا کوئی ہائے وائے نہیں۔ بلکہ حسین نے صبر کیا۔ آنکھوں کے سامنے عزیز و اقربا، رفقاء بیٹے اور بھانجے قربان ہوئے مگر حسین نے صبر کیا۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ فرمانِ الٰہی ہے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ۔ اور میں آزماؤں گا۔

معزز سامعین!

ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے ہاں اگر کوئی بیمار ہو جائے تو اس کا علاج کروایا جاتا ہے۔ اگر بیماری بڑھ جائے۔ ہائے وائے نہیں کی۔ اور مریض کمزور ہو جائے پھر اسے خون دیا جاتا ہے۔

خون کی ضرورت!

اور پھر خون بھی اس شخص کا لیا جاتا ہے۔ جس کا گروپ اس مریض کے خون سے ملتا ہو۔

مثلاً اگر مریض کے خون کا گروپ اے پازیٹو ہو تو اس کو اسی شخص کا خون لگایا جائے۔ کیونکہ آپ جانتے تھے۔ جس کے خون کا گروپ مذکورہ ہو کہ ہر شخص کے خون کا گروپ ایک نہیں ہوتا مختلف ہوتے ہیں۔ کسی کے خون کا گروپ اے پازیٹو اور کسی کا بی پازیٹو تو کسی کا اے، بی پازیٹو اور کسی کا او پازیٹو اور کسی کا بی نیگیٹو کسی کا اے، بی نیگیٹو کسی کا او نیگیٹو ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب یزید کے فسق و فجور کے باعث دین اسلام بیمار پڑ گیا اور خون کی

ضرورت پڑی تو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی ۔ یا اللہ میں حاضر ہوں ۔ گویا کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ۔ حسین مجھے اپنے دین کو قائم رکھنے کے لئے تیرا اٹھارہ سال کا علی اکبر چاہیئے ۔ حسین نے عرض کی مولیٰ میں حاضر ہوں فرمایا قاسم کا خون چاہیئے ۔ عرض کی حاضر ہے ۔ فرمایا تیرے بھانجوں ، بھتیجوں بھائیوں اور بیٹوں کا خون چاہیئے عرض کی حاضر ہے ۔ بلکہ فرمایا ۔ حسین اب تیرے خون کی بھی ضرورت ہے ۔ عرض کی یا اللہ میں حاضر ہوں ۔

حضرات !

اصل میں میدان کربلا میں اللہ تعالیٰ حسین سے جانیں خرید رہا تھا ۔ اور حسین جنت کے بدلے جانیں دے رہے تھے ۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ۔ پ ۱۱	بے شک اللہ تعالیٰ جنت کے بدلے مومنوں کی جانوں اور ان کے مالوں کا خریدار ہے ۔

اس آیۂ کریمہ کے مصداق حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے خون کی نہریں بہادیں اور ارشاد فرمایا ۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا	بے شک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو اس

وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ	جنّت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔

پ ۲۴

اس آیۂ کریمہ کے مصداق بھی آقا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہیں کہ آپ نے کلمۂ حق بلند کیا اور اس پر ایسے ڈٹے کہ سب کچھ قربان کر دیا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے نام پہ آنچ نہ آنے دی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ پ ۱۱	خبردار بے شک اللہ کے ولی نہ ان پر کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اس آیۂ کریمہ کے مصداق بھی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہیں کہ آپ نے خلافِ اسلام ہر بات کو ٹھکرا کر ہر ظلم کو برداشت کر لیا مگر ظالم سے خوفزدہ ہو کر جھکے نہیں۔ لہٰذا اس آیت کے مصداق بھی حسین ہیں۔

امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے عزیز و اقارب اور خاندانِ اہلبیت کے نفوس ایک ایک کر کے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر چکے ہیں۔

شہادت حضرت علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

کون علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ؟

حسین کا لختِ جگر، شہر بانو کا نورِ نظر، چھ ماہ کا علی اصغر کمسن بھی ہے شیر خوار بھی، اور پیاس کی شدّت سے بے تاب بھی۔ چمنستانِ زہرا کا پھول خاندانِ اہلبیت کا چشم و چراغ۔

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیموں میں تشریف لائے۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ چھ ماہ کا معصوم پیاس کی شدت سے تڑپ رہا ہے۔ مظلوم کی خشک زبان باہر نکلتی ہے۔ جب باپ قریب ہوتے تو

اصغر نے آنکھیں کھول کر دیکھا رُخِ پدر
سُوکھی زبان دکھائی کہ پیاسا ہوں اے پدر

چھ ماہ کا علی اصغر بے چینی سے ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور پیچ و تاب کھا کر رہ جاتا ہے۔ ماں کا دودھ خشک ہو چکا ہے۔ پانی کا کوئی نام و نشان نہیں۔ مگر بچہ بار بار سوکھی زبان دکھاتا ہے۔ اسے کیا معلوم کہ ظالموں نے پانی بند کر دیا ہے۔ بچے کی یہ حالت دیکھ کر ماں کا دل پاش پاش ہو جاتا ہے۔ کبھی پدرِ مہربان کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ کہ شاید اس بے کسی و بے بسی کے وقت مجھے پانی کا ایک گھونٹ مل جائے۔ جب ماں کی ماتا نے بار بار اپنے معصوم کی یہ حالت دیکھی تو رہا نہ گیا۔ آخر حضرتِ امام کی خدمتِ اقدس میں عرض کر ہی دیا۔ اے میرے آقا سب شہید ہو گئے۔ میں نے کوئی شکوہ شکایت نہیں کی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور بھی مصائب آجائیں تو برداشت ہو سکتے ہیں۔ مگر اس معصوم کی حالت اب نازک ہو چکی ہے اور یہ مہکتا ہوا پھول اب کملا رہا ہے۔ ۱۸ سال کا علی اکبر اپنی جوانی لٹا گیا۔ قاسم نانے کے دین پر اپنی جان دے گیا۔ عباس علمدار اپنے بازو قلم کروا کر شہید ہو گئے۔ بلکہ تمام رفقاء اور عزیز و اقارب اپنی اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر گئے۔ میں نے کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ مگر آقا اب اس بچے کی حالت دیکھی نہیں جاتی۔ دیکھئے یہ کس طرح تڑپ تڑپ کر بے خود ہو رہا ہے۔ حضور قصور ہے تو ہمارا۔ بیعت نہیں کی تو ہم نے نہیں کی۔ اس بچے کو کیا علم اور اس کا کیا قصور، خدارا اسے

گود میں اٹھالو اور ان سنگدل ظالموں کے پاس لے جاؤ۔ شاید کسی اولاد والے کے دل میں رحم آجائے اور پانی کے چند قطرے مل جائیں۔ جب حضرت امام نے شہربانو کی اس آرزو کو سنا تو آپ نے فرمایا۔ شہربانو میں جانتا ہوں کہ تو نوشیرواں عادل کی پوتی ہے۔ تو ریشمی بستروں پر سونے والی۔ سونے اور چاندی کے برتنوں میں پانی پینے والی۔ محلات میں رہنے والی ہیں نے ساری زندگی تیری تمام خواہشات کو پورا کیا ہے۔ مگر آج حسین اصغر کے لئے پانی لانے میں مجبور ہے بالآخر حضرت شہربانو کے اصرار پر امام برحق نے فرمایا مجھے امید تو نہیں کہ ان سنگدلوں کو میرے اس کمسن پہ کوئی ترس آئے۔

مگر اتمامِ حجت کے لئے (تا کہ کل قیامت کے روز یہ نہ کہیں کہ ہمیں پتہ نہیں تھا) اپنے نورِ نظر کو اٹھایا اور سینے سے لگا کر دشمن کی طرف چل دیئے اور فرمایا اے بے وفاؤ اگر قصور ہے تو میرا۔ اگر یزیدی حکومت کو تسلیم نہیں کیا تو میں نے نہیں کیا۔ اگر بیعت نہیں کی تو میں نے نہ کی۔ یہ میرا بچہ بے قصور ہے۔ اور یہ کسی کی بیعت کو جانتا بھی نہیں اور نہ ہی اس کے ہاتھ میں کوئی تیر اور تلوار ہے اور دیکھو یہ کس طرح پیاس سے دم توڑ رہا ہے۔ اس کی بے تابی کو دیکھو۔ اسے دو گھونٹ پانی کے دے دو اور اس کے بدلے قیامت کے دن تمہیں نانا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوثر کے جام لے کر دوں گا۔ مگر ان جفاکاروں میں سے کسی پر بھی کچھ اثر نہ ہوا اور کسی کو بھی بے گناہ شیر خوار پہ رحم نہ آیا بلکہ

بدلے پانی دے لشکر یزید ولوں آگیا حرمل دا تیر دیکھو
ہتھاں وچہ معصوم دی لاش تڑپی تیدہ ہو گیا ہور دلگیر دیکھو

پانی کے بدلے بدبخت و سیاہ باطن حرمل نے تیر مارا جو حضرت علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلق مبارک کو چھیدتا ہوا۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے بازو میں پیوست ہو گیا۔ آپ نے وہ تیر کھینچا، تو معصوم بچے نے تڑپ کر جان دے دی۔ باپ کی گود میں ایک نورکا پتلا خون میں نہا گیا اور چمنستانِ زہرا کا ایک مہکتا ہوا پھول مرجھا گیا۔ ادھر اہلِ خیمہ کو یہ گمان ہے کہ بے رحم و بے درد اس بچہ کو تو ضرور پانی دے دیں گے۔ مگر جب حضرت امام ہمالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے معصوم کو خیمہ کی طرف لائے اور ماں نے دیکھا کہ بچے میں اب وہ تڑپ نہیں ہے۔ وہ بے قراری نہیں ہے۔ جو پہلے تھی اور اب بچہ سکون سے ہے۔ شاید پانی پی آیا ہے۔ جب امام سے پوچھا تو آپ نے فرمایا پانی تو نہیں ملا مگر حوضِ کوثر کا مہمان بن آیا ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

؎ پھول کھل کھل کر بہاریں اپنی سب دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بے کھلے مرجھا گئے

حضرات گرامی!

صبح سے شام تک تمام جانثارانِ اہلبیت و خاندانِ نبوت کے چشم و چراغ ایک ایک کرکے شہید ہو گئے ہیں۔ نظر کے سامنے جن لاشوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ ان میں جگر کے ٹکڑے بھی ہیں اور آنکھوں کے تارے بھی بھائی بھی اور بہن کے لاڈلے بھی اور باپ کی نشانیاں بھی۔ ان پر کوئی افسوس کرنے والا نہیں۔ کوئی رونے والا نہیں۔ اگر ہے تو صرف اکیلا تیمن۔ جس کے سامنے قدم قدم پر ایک نئی مصیبت کھڑی ہوتی ہے اور غم و اندوہ کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں۔ دوسری طرف حریمِ نبوت کی خواتین ہیں رسول اللہ کی بیٹیاں، سوگوار مائیں اور پریشان حال بہنیں ہیں۔ ان میں وہ بھی ہیں جن کی گودیں خالی ہو چکی ہیں۔ جن کے سینوں سے اولاد کی جدائی کا زخم رِس رہا

ہے۔ جن کے بھائیوں بھتیجوں اور بھانجوں کی بے گور و کفن لاشیں سامنے پڑی ہیں۔ سب کے سب جامِ شہادت نوش کر چکے ہیں۔ اب صرف اکیلا حیدر کا لال موجود ہے۔ جو اس قافلے کی آخری اُمید ہے۔ آخر امام عالی مقام رضی اللہ تعالٰے عنہ خیموں میں تشریف لے گئے۔ کبھی بہن کو تسکین دیتے ہیں۔ کبھی شہر بانو کو تلقین فرما رہے ہیں۔ کبھی لختِ جگر۔ بیمار عابد کو گلے سے لگاتے ہیں اور کبھی مدینے سے ساتھ آئی ہوئی کمسن بیٹیوں کو مایوس کن نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ آپ سب کو صبر کی تلقین فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ میرے بعد تمہارا معاملہ نازک تر ہو گا۔ اور تمہارے سروں پر کوئی ہاتھ رکھنے والا نہ ہوگا۔ گھبرانا نہیں کوئی ساتھی نہیں تو نہ سہی اللہ تعالیٰ تو ساتھ ہے۔ صبر کا مرتبہ بہت بلند ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور جس کا وہ ساتھی ہو، اسے کسی ساتھی کی حاجت نہیں یہ دنیا فانی ہے۔ اس کا عیش و آرام اور ہر چیز فانی ہے۔ جو پیدا ہوگا وہ فنا ہوگا۔ جو آج ہمیں مار رہے ہیں کل وہ بھی مر جائیں گے اور ظالم و مظلوم دربارِ الٰہی میں پیش ہوں گے۔ ہمیں تو فخر ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آزمائش کے لئے منتخب فرمایا ہے اور شہادت کے بلند منصب کے لئے چن لیا ہے۔ امام عالی مقام آخری باتیں کرتے ہوئے خیموں سے باہر نکلے کہ سکینہ باپ سے لپٹ گئی اور بے قرار ہو کر ابا جان سے کہا۔ ابا جان مجھے کس کے سہارے چھوڑ کر جا رہے ہو میں آپ کے بعد یتیم ہو جاؤں گی باپ کا چہرہ نظر نہیں آئے گا۔ کون ہے جو شفقت سے میرے سر پہ پیار دے گا۔ امام عالی مقام نے بچی کو سینے سے لگا لیا اور صبر کی تلقین کرتے ہوئے۔ میدان میں جانے کی تیاری مکمل کی۔ جب سواری

پر سوار ہونے لگے۔ تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے کہ اب نہ قاسم ہیں۔ نہ ابوبکر و عمر و عثمان اور نہ عون و جعفر اور عباس ہیں جو اب میدان جنگ سے روک لیں۔ علی اکبر بھی آرام کی نیند سو چکے ہیں۔ کاش اس وقت کوئی ایسا بھی نہیں ہے کہ رکاب تھامے اور سوار کرائے۔ دل میں یہ غم لیتے ہوئے۔ میدان کارزار میں پہنچے۔ حق و صداقت کے روشن آفتاب نے سرزمین کربلا میں طلوع فرمایا اور نواسۂ رسول گھر لٹا کر کنبہ کٹا کر سر بکف میدان جنگ میں موجود ہیں۔ سامنے یزیدی لشکر ہے ادھر اکیلا فاطمہ کا لال۔ مگر قربان جائیں اس حسین عالی مقام کی عظمت پر کہ مصیبتوں کے ہجوم میں بھی پیشانی مصطفیٰ پر شکن تک نہیں پڑتا۔ حضرت امام نے ایک بار پھر کوفیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے ظالمو بتاؤ اگر کل قیامت کے دن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے ہمارے اس خون کا مطالبہ کیا تو تمہارے پاس کیا جواب ہوگا تم نے جو کرنا تھا وہ کر لیا اب بھی جو کچھ ہو گا۔ میں جانتا ہوں۔ یہ تمام باتیں آپ نے صرف اتمام حجت کے لئے بیان فرمائیں کہ انہیں کوئی عذر باقی نہ رہے مگر جو ایمان کے بدلے دنیا کی فانی دولت کا سودا کر چکے تھے۔ ان عقل کے اندھوں پر کچھ اثر نہ ہوا۔

شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حتیٰ کہ تین دن کا ایک بھوکا پیاسا مسافر تن تنہا بائیس ہزار تلواروں کے نرغے میں ہے۔ تیروں کا مینہ برسا نیزوں کی بارشیں ہوئیں اور تلواروں کی یلغار نے امام عالی مقام کے جسم پاک کو زخموں سے چور کر دیا۔ آپ زخمی ہو کر زمین پر آئے۔ تو ظالم شمر لعین سینے پر بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا۔ ارے ظالم ذرا ٹھہر جا

مجھے نماز ادا کر لینے دے پھر جو تیرا دل چاہے کر لینا۔ چنانچہ جب امام عالی مقام سجدے میں گئے تو اس ظالم نے تلوار مار کر آپ کا سر تن سے جدا کر دیا تو اس طرح امام برحق نے تلواروں کے سائے میں وہ ادا یہ الٰہی کیا اور حسنِ یار کا جلوہ دیکھا۔ میں کہتا ہوں کسی نے یار کو دیکھا تو غار میں دیکھا ———— کسی نے یار کو دیکھا تو در و دیوار میں دیکھا ———— آقا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار کی دھار میں دیکھا۔ آپ نے تلواروں کے سائے میں اپنی نماز کا آخری سجدہ کر کے دنیا کو بتا دیا کہ۔

نہ مسجد میں نہ مندر میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں
نمازِ عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں

اور

غریب و سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسین ابتدا ہے اسماعیل

امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سر تو کٹوا لیا مگر نماز کو قضاء نہ ہونے دیا۔

اس لئے یہ بتانا تھا۔

سیّد سو ہے جو کرے سجدہ !
سیّد سجدے نوں کدے وی چھڈ دا نئیں
بھانویں چھاتی تے شمر لعین ہووے !
ہووے اصلی تے سجدیوں بھجدا نئیں

شہادت کے بعد سر اقدس کو نیزے کی نوک پر چڑھا دیا گیا اور تمام یزیدیوں نے دیکھا کہ حسین نیزے کی نوک پر بھی قرآن پڑھ رہا ہے۔

پڑھو ہر دم درود اس پر شجاعت ہو تو ایسی ہو
علی بابا، نبی نانا شرافت ہو تو ایسی ہو!
سرِ نیزے پہ حضرت نے سنایا یوں کلام اللہ
پیغمبر بھی ہوئے حیران تلاوت ہو تو ایسی ہو

حضرات!

یہ سب خالق کائنات کی قدرتیں اور اس کی بے نیازیاں ہیں۔ کہ جس سے جیسا چاہتا ہے امتحان لیتا ہے۔

مگر ہم تو یہی جانتے ہیں۔ کہ مولا قہار بھی تو ہے ——— جبار بھی تو ہے ——— کبھی مدینے کی گلیوں میں پھرا دیتا ہے ——— کبھی نبی کے کاندھوں پر سوار کروا دیتا ہے ——— کبھی نیزے کی نوک پہ چڑھا دیتا ہے۔ ادھر سرِ حسین نیزے کی نوک پر ہے۔ جب خیموں سے سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نظر میدانِ کارزار میں پڑی تو کیا دیکھتی ہیں کہ ظالم لاش پر گھوڑے دوڑا رہے ہیں۔ تو بنتِ علی چلا کر بولیں۔ ارے ظالم ابن سعد شرم کر خدا تیرا خانہ برباد کرے تو اسی جگہ غرق ہو جائے۔ کیا تجھے کوئی لحاظ نہیں۔ جس سینے پر گھوڑے دوڑا رہا ہے۔ اس سینے اقدس کو نبی بوسے دیتے رہے ہیں۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گرجتی ہوئی آواز سن کر عابد بیمار لڑکھڑاتے ہوئے اپنے بستر سے اٹھے اور قریب تھا کہ شمر پر تلوار مار کر اس کا خاتمہ کر دیتے کہ کمزوری اور نقاہت سے زمین پر گر پڑے۔ شمر کو پتہ چلا کہ یہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آخری نشانی ہے۔ اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے بھی قتل کر دو۔ تاکہ حسین کا نام و نشان مٹ جائے۔ لیکن ابن سعد نے منع کر دیا۔ کہ یہ فیصلہ یزید خود ہی کرے گا۔ شام ہو چکی تھی۔ یزیدی فوج کے سردار فتح کی

خوشیاں منا رہے تھے ۔ ادھر خیمے والوں کی یہ شام غریباں قیامت سے کم نہیں تھی ۔ ساری فضا سوگ میں ڈوب گئی ۔ زندگی کی یہ پہلی سوگوار رات حضرت زینب اور شہر بانو پر قیامت کی گھڑی بن گئی اور کسی شاعر نے کہا ۔

ے پہلی رات بھراجین با جھوں جانے رب جیویں بھین گزاردی اے
روز محشر تھیں ودھ اوہ شب فرقت جند لباں نے بھین دکھا ردی اے
سید جہانی تیراں دے نال ہویا سینہ حیدری انتے پکار دی اے
ویرن لول اک وار میں بھین صدقے رو رو اکھیوں خون بہاندی اے

ساری رات خیموں سے سسکیوں کی آوازیں آتی رہیں ۔ بڑی مشکل سے صبح ہوئی ۔ ہر طرف روشنی پھیلی ، دن چڑھنے پر عمرو بن سعد اپنے چند سپاہیوں کے ساتھ اونٹنی لے کر آیا ۔ اس کی ننگی پشت پر حرم نبوت کو سوار ہونے کا حکم دیا گیا ۔ نرم و نازک ہاتھوں کو رسیوں سے جکڑ دیا گیا ۔ چنانچہ اہلبیت کا یہ لٹا ہوا قافلہ اپنے شہیدوں کی روحوں پر فاتحہ پڑھتا ہوا ۔ میدانِ کربلا سے رخصت ہوا اور خونی جگر گوشہ بتول کا سر نیزے پر لٹکائے ہوئے اسیرانِ حرم کے اونٹوں کے آگے آگے تھا ۔ یہ دیکھ کر فاطمہ کی لاڈلی سیدہ زینب بے تاب ہو گئیں اور مدینے کی طرف منہ کر کے دل ہلا دینے والی آوازیں اپنے نانا جان کو مخاطب کر کے عرض کرنے لگیں ۔ یارسول اللہ یہ دیکھئے آپ کا کلمہ پڑھنے والوں کے ہاتھوں آپ کی تمام اولاد قتل کر دی گئی ۔ آپ کی بیٹیاں قید ہیں ۔ ہاتھ باندھے ہوئے ہیں ۔ پردیس میں ہمارا کوئی فریاد رس نہیں ۔ سیدہ کے اس بیان پر کوئی دوست دشمن ایسا نہیں تھا جو آبدیدہ نہ ہوا ہو ۔ اسیرانِ اہلبیت کا قافلہ آہستہ آہستہ کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا اور ایک شام ایسی بھی آئی کہ قافلہ کوفہ میں پہنچنے ہی والا تھا کہ سیدہ کی نظر اٹھی کیا دیکھتی ہیں کہ ایک بوڑھی

مائی آوازیں دیتی آ رہی ہے۔ اے قافلہ والو ذرا قافلہ روکو۔ عمرو سعد کے کہنے پر قافلہ رک گیا۔ عمرو سعد نے اس بڑھیا سے پوچھا کیا بات ہے۔ اس نے کہا خدا کے لئے مجھے اس قافلہ کے سردار سے ملایا جائے وہ بوڑھی سیدہ زینب کے قریب آئی۔ دیکھتے ہی قدموں میں گر پڑی۔ سیدہ نے پوچھا اماں جان اس پردیس میں مدینے کے مظلوموں کے ساتھ کیا کام پڑ گیا۔ مائی نے عرض کی سیدہ غریب ہوں۔ محتاج ہوں۔ مگر دل میں اہلبیت کی محبت ضرور ہے۔ جو مجھے کھینچ کر یہاں لے آئی۔ یا سیدہ یہ چند سوکھی روٹیاں اور پانی ہے اگر قبول کر لو تو میرے لئے اس میں نجات ہے۔ سیدہ زینب نے اس بوڑھی مائی کا نذرانۂ عقیدت قبول کیا۔ تو ساتھ ہی سیدہ حیران ہو گئی۔ آخر کیا بات ہے کہ یہ بوڑھی بار بار میرے چہرے کو دیکھ رہی ہے۔ پوچھا اے بوڑھی مائی کیا وجہ ہے کہ تو بار بار میری طرف دیکھتی ہے۔ عرض کی سیدہ ایک عرصہ گزر گیا کہ میں اللہ کے رسول کی پاک بیٹی سیدہ فاطمہ زہرا کے گھر جھاڑو دیا کرتی تھی۔ میں آلِ رسول کے گھر کی خادمہ ہوں بیٹی میں تجھے اس لئے دیکھ رہی ہوں کہ ان دنوں زہراء کی گود میں ایک بچی تھی جسے کبھی کبھی میں اٹھایا کرتی تھی۔ یہ سنا تو سیدہ کا دل بے قابو ہو گیا۔ آنکھوں میں آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ بوڑھی مائی نے پوچھا سیدہ روتی کیوں ہو۔ فرمایا مائی جس زہراء کی جائی کا تو ذکر کر رہی ہے وہ بے وطن زینب میں ہی ہوں۔ جب اس بوڑھی نے یہ لفظ سُنے تو رہا نہ گیا۔ تڑپ کر زمین پر آ گئی۔ سیدہ نے سہارا دیا۔ مائی نے زینب کو سینے سے لگا لیا۔ عرض کی اے نبی کی نواسی میں آپ کی خدمت میں درخواست کرتی ہوں کہ جب کل قیامت کے دن میں بے سہارا ہوں تو مجھے بھول نہ جانا۔ اور مجھ گنہگار کو بھی اپنی چادرِ تطہیر کے سائے میں جگہ دینا۔ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا اے بوڑھی مائی جا خدا

بَرا بھلا کرے۔ تونے اس تنگل بیابان میں ہم مظلوموں کی مہمان نوازی کی ہے۔ میری دعا ہے کہ خدا تجھے دونوں جہانوں میں سُرخرو فرمائے۔ پھر جب قافلہ جُدا ہونے ہی کو تھا۔ تو اس بوڑھی مائی کی ایسی چیخ نکلی کہ اپنی جان سیدہ کے قدموں پہ قربان کر دی۔ ادھر دوسرے دن ظہر کے وقت اہلِ بیت کا یہ لُٹا ہوا قافلہ کوفے کی آبادی میں داخل ہوا۔

قافلۂ اہلبیت کوفہ میں!

بازار میں دونوں طرف سنگدل کوفیوں کا ایک ہجوم ہے۔ خاندانِ نبوّت کی محرمات نے شرم و حیا سے اپنے سر جھکا لیے۔ تاکہ ان معصوم چہروں پر کسی غیر کی نظر نہ پڑے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ دل رو رہے ہیں ساس احساس نے زخموں پر اور نمک چھڑک دیا کہ کربلا کے میدان میں جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو گیا۔ مگر اب محمد عربی کی ناموس کو گلی گلی پھرایا جا رہا ہے اور کوفے والے فتح کا جشن منا رہے ہیں۔ ابنِ زیاد کے بے غیرت سپاہی قافلہ کے آگے نام نہاد کامیابی کے نعرے بلند کرتے جا رہے ہیں۔ قافلہ ابن زیاد کے دربار میں پہنچا۔ ابنِ زیاد اپنے فوجی سرداروں سے کربلا کے واقعات سُن رہا تھا۔ سامنے وہ تشط جس میں سر حسین رکھا ہوا ہے۔ وہ ابنِ زیاد کے سامنے میز پر رکھ دیا گیا۔ ابن زیاد کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ جسے وہ بار بار امام برحق کے لبوں پہ مارتا اور کہتا کہ نعوذ باللہ اس منہ سے خلافت کا دعویٰ کرتا تھا۔ اس وقت دربار میں ایک صحابئِ رسول حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے۔ ان سے یہ گستاخانہ عمل دیکھا نہ گیا۔ جوش میں چیخ پڑے اور بولے ارے ظالم چھڑی ہٹا لے میں نے اپنی آنکھوں سے ان لبوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بوسے دیتے

ہوتے دیکھا ہے۔ ابنِ زیاد غصّہ میں بھڑک اٹھا اور کہنے لگا اگر تو صحابیٔ رسول نہ ہوتا تو میں ابھی تیرا بھی سر قلم کر دیتا۔ حضرت ابن ارقم نے جواب دیا۔ ظالم اگر تجھے نسبتِ رسول کا اتنا ہی پاس ہوتا۔ تو تو ان کے نواسے کو قتل نہ کرواتا۔ اسی اثنا میں سیّدہ زینب ایک بوسیدہ چادر لیے ہوتے ایک کونے میں بیٹھی ہوئی تھیں اور کنیزوں نے آپ کو اپنے جھرمٹ میں لے رکھا تھا۔ ابنِ زیاد کی نظر پڑی تو پوچھنے لگا یہ عورت کون ہے۔ کئی بار پوچھنے پر ایک کنیز نے جواب دیا زینب بنتِ علی ہے۔ ابنِ زیاد کہنے لگا۔ زینب دیکھ اگر تیرا بھائی حسین یزید کی بیعت قبول کر لیتا۔ تو آج اس کا (نعوذ باللہ) یہ انجام نہ ہوتا۔ سیّدہ نے غضبناک لہجہ میں جواب دیا۔ ارے بے غیرت تجھے پتہ نہیں حسین کون ہے۔ یہ نواسۂ رسول ہے۔ جگر گوشۂ بتول ہے۔ اور حسین مرا نہیں زندہ ہے۔ حسین اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دے گیا۔ راہِ خدا میں مرنے والے کو فنا نہیں بقا ہے۔ اس کے بعد ابنِ زیاد کی نظر بیمار عابد پر پڑی وہ انہیں بھی قتل کرنا چاہتا تھا کہ حضرت زینب بے قرار ہو کر پکار اٹھیں۔ ارے ظالم اگر تو نے زین العابدین کو قتل کرنا ہے تو مجھے بھی قتل کر۔ ابنِ زیاد دیر تک سر جھکائے سوچتا رہا۔ اس واقعہ کے بعد ابنِ زیاد نے کوفہ کی جامع مسجد میں شہر والوں کو جمع کیا اور خطبہ دیتے ہوئے کہنے لگا۔ خدا کا شکر ہے۔ جس نے یزید کو غالب کیا اور کذاب حسین کو ہلاک کر ڈالا۔

اس اجتماع میں حضرت ابن عفیف محبِ اہل بیت بھی موجود تھے ان سے یہ الفاظ سُنے نہ گئے۔ فوراً کھڑے ہو گئے اور ابنِ زیاد کو للکارتے ہوئے کہا۔ خدا کی قسم تو ہی کذاب ہے تیرا باپ کذاب ہے۔ حسین سچا ہے اس کا باپ سچا ہے۔ اس کے نانا سچے ہیں۔ ابنِ زیاد اس جواب سے غصّے میں بھڑک اٹھا۔

اوہدیاں بین دُھیاں قسیدی نال میرے
جیہدے نام دیاں بانگاں اَج ملدیاں نیں

اب ہر قاتلِ حسین کی یہ تمنا ہے کہ یزید کے سامنے واقعاتِ کربلا میں سنا ڈالے ہر کوئی بے قرار ہے چنانچہ سب سے پہلے زحر بن قیس نے یزید کو فتح کی خبر سنائی کہ حسین ابن علی اپنے اٹھارہ اہلبیت اور رفقاء و احباب کے ساتھ میدانِ کربلا میں پہنچے ہم نے انہیں شکست دے دی اور قتل کر دیا اور اس وقت ان کے لاشے کربلا کے تپتے ہوئے ریگستان میں برہنہ پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے لباس خون میں تر ہیں۔ ان کے چہرے گرد و غبار سے آلودہ ہیں۔ پہلے تو فتح کی خوشخبری سُن کر یزید جھوم اٹھا۔ مگر جب اس کا ہولناک انجام اس کی نظروں کے سامنے آیا۔ تو کانپ گیا۔ بار بار چھاتی پر ہاتھ مارتا۔ کہ ہائے افسوس اس واقعہ نے ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کے دلوں میں میری نفرت اور دشمنی پیدا کر دی۔

ہائے میں قتلِ حسین سے ہمیشہ کے لئے بدنام ہو گیا ہوں۔ اس کے بعد یزید نے شام کے سرداروں کو اپنی مجلس میں بلایا اور اہلِ بیت کو بھی دعوت دی۔ یزید امام زین العابدین سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ اے ابنِ حسین اگر تیرا باپ میری بیعت کر لیتا تو مرتا نہ۔ فرمایا۔ ظالم میرا باپ مرا نہیں زندہ ہے اور جو خدا تعالیٰ کے نام پر جان کا نذرانہ دے اسے فنا نہیں بقا ہے۔ اور بدبخت تیرا نام مٹ جائے گا۔ میرے باپ کا نام قیامت تک زندہ رہے گا کیونکہ میرے باپ نے شریعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر ناموسِ اسلام کے تحفظ کے لئے کنبہ قربان کیا ہے۔ تو جب تک یہ دینِ اسلام رہے گا۔ میرے باپ کا نام دنیائے ہستی میں چمکتا رہے گا۔

کیونکہ!

اور جلاد کو حکم دیا کہ اس بڈھے کا سر بھی قلم کردو۔ چنانچہ ایک بار پھر ظالم ابنِ زیاد کی تلوار اٹھی۔ اور محبِ آلِ رسول پر گری۔ خون بہا لاش تڑپی اور غلامِ حسین میں جان دے دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

دوسرے دن کاروانِ اہلِ بیت ابنِ سعد کی سرکردگی میں دمشق روانہ ہوا۔ حضرت حسین ابن علی کا سرِ انور نیزے کی نوک پر سب سے آگے ہے، ایسے معلوم ہوتا تھا کہ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اب بھی اپنے قافلہ کی سپہ سالاری کر رہے ہیں اور جس آبادی سے بھی یہ قافلہ گزرتا کہرام بپا ہو جاتا۔ آخر قافلہ دمشق میں پہنچا۔

قافلہ اہلبیت دمشق میں!

تمام یزیدی فتح و نصرت کی خوشیاں منا رہے تھے اور،

قیدی قافلہ کربلا والیاں دا
ویلا شام دا سی جد شام آیا
دَبّے تیل یزید دی فوج اندر
ویکھن واسطے ہر خاص و عام آیا
ملی شام دی بانگ جد شام اندر
آدھ طرف نماز پیغام آیا!
زباں نال حسین دا مار چیخاں
جدوں پاک محمد دا نام آیا!
کسے پچھیا قیدیا کیہوں روویں
عابد آکھیا انہیں کلاں دل دیاں نیں

توحید کی ایک برق جو تابندہ ہیں حسین
الحاد کے برباد کنندہ ہیں حسین
ہے ظالم و مظلوم کے انجام میں فرق
مردہ ہے یزید تو زندہ ہیں حسین

اور پھر

تیرے تن پرست یزید اُدھر
تیرے مَن پرست شہید اِدھر
وہ جیتے ہوئے بھی مرے ہوئے
یہ مرے ہوئے بھی جیتے ہوئے

یزید دیر تک خاموش رہا۔ پھر سرداروں سے متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ اہلبیت کے ان اسیروں کے بارے میں تمہارا کیا مشورہ ہے۔ ان نام نہاد مسلمانوں میں ایک پکے اور سچے عاشقِ رسول اور محبِ اہلبیت حضرت نعمان بن بشیر بھی موجود تھے وہ کہنے لگے کہ ان کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہیئے۔ جو ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کیا کرتے تھے۔ یزید نے حکم دیا کہ قیدیوں کی رسیاں کھول دی جائیں اور شیدائیوں کو شاہی محل میں پہنچا دیا جائے۔ یہ سُن کر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا رو پڑیں۔ فرمایا ظالم تو پہلے رسول زادیوں کو گلی گلی پھرا کر اب ہمارا تماشہ دیکھنا چاہتا ہے۔ خبردار ہمیں اس محل کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر تجھ سے ہو سکے تو ہمارے لئے ایک ٹوٹی ہوئی جھونپڑی ہی کافی ہے۔ بالآخر یزید نے اہلبیت کی خواتین کے لئے ایک علیحدہ مکان کا انتظام کیا۔ حضرت زینب کی خواہش پر سرِ حسین آپ کے حوالے کر دیا گیا۔ زینب سرِ اقدس کو سامنے رکھتیں۔ تو گزرے ہوئے دنوں کی یادیں

تازہ ہو جاتیں ۔ اور گڑگڑا کر رونے لگتیں ۔ اس کے بعد دوسرے ہی دن اہلبیت کا یہ دلگداز قافلہ نعمان بن بشیر کی سرکردگی میں مدینے کی طرف روانہ ہو گیا ۔

قافلہ واپس مدینے میں !

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت رقیق القلب اور ایک سچے محب اہلبیت تھے ۔ جونہی قافلہ دمشق کی آبادی سے باہر نکلا تو حضرت نعمان امام زین العابدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دست بستہ عرض کیا قبلہ یہ نیاز مند حکم کا غلام ہے ۔ جہاں دل چاہے تشریف لے جایئے ۔ جہاں حکم دو گے ٹھہر جاؤں گا ۔ جب کہو گے چل پڑوں گا ۔ قافلہ مدینے کی طرف بڑھتا رہا کئی دنوں کے بعد اب حجاز کی سرحد شروع ہو گئی ۔ مدینے کی مسافت گھٹتے گھٹتے اب چند منزلیں رہ گئی تھی ۔ نعمان بن بشیر آگے آگے چل رہے تھے ان کے پیچھے اہلبیت کی سواریاں تھیں ۔ آخر دوپہر کے بعد مدینے کی سرحد شروع ہو گئی ۔ جیسے جیسے مدینہ قریب آتا جا رہا ہے ۔ جذبے بڑھتے جا رہے ہیں کچھ دیر چلنے کے بعد پہاڑیاں نظر آنے لگیں ۔ کھجوروں کی قطاروں کا سلسلہ شروع ہوا ۔ جونہی مدینے کی آبادی ظاہر ہوئی دیکھ کر دل کے زخم اور زیادہ ابھر گئے ۔ ایک اونٹنی سوار نے جلدی سے جا کر سارے مدینے میں یہ خبر پہنچا دی کہ کربلا سے خاندان نبوت کا لٹا ہوا قافلہ آ رہا ہے ۔ یہ خبر سنتے ہی ہر طرف کہرام مچ گیا ۔ قیامت صغریٰ برپا ہو گئی ۔ جب حضرت صغریٰ بی بی کو پتہ چلا کہ قافلے والے آ رہے ہیں تو جلدی سے اندر جا کر مکان کو جھاڑو دے کر خوب صاف کرتی ہے ۔ اپنے بھائی اکبر کے لئے پلنگ بچھاتی ہے اور اپنے چھوٹے ویرا صغر

کا جھولا صاف کرتی ہے۔ اپنے باپ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے مسند سجاتی ہے۔ یہ سب تیاریاں مکمل کر کے صغریٰ جب قافلے کی طرف جاتی ہے تو عجیب منظر دیکھتی ہے کہ قافلے میں اکبر نہیں ہے۔ اصغر نہیں ہے۔ میرے باپ حسین نہیں ہیں۔ جلدی سے اپنی ماں شہر بانو اور پھوپھی زینب سے لپٹ گئی۔ میرے ابا جان کہاں ہیں۔ ننھے علی اصغر کو کہاں چھوڑ آئے۔ ابا جان تو وعدہ کر گئے تھے کہ میں اکبر کو بھیجوں گا۔ لیکن نہ اکبر آیا نہ ہی کوئی خبر ملی۔ اس کے بعد قافلہ روضۂ رسول پر حاضر ہوا اور سب سے پہلے درود و سلام کا نذرانہ پیش کیا۔ کہ

یا رسول اللہ تیرے در کی فضاؤں کو سلام
گنبدِ خضریٰ کی ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں کو سلام
مست و بے خود جو ہیں آئی دعاؤں کو سلام
یا رسول اللہ تیرے در کی فضاؤں کو سلام
جو مدینے کے گلی کوچوں میں دیتے ہیں صدا
تا قیامت اُن گداؤں اور فقیروں کو سلام
یا رسول اللہ تیرے در کی فضاؤں کو سلام

اس کے بعد حضرت سیدہ نانا جان کے روضۂ اقدس سے لپٹ کر عرض کرنے لگیں۔ اے نانا جان! آپ کا نواسہ آپ کے دین کی عظمت کی خاطر شہید ہو گیا۔ آپ نے جو شہادت کی بشارت دی تھی وہ پوری ہو گئی۔

حضراتِ محترم!

یاد رہے کہ صابر بھی انتقال کر جائے گا اور ظالم بھی مر جائے گا۔ مگر موت موت میں فرق ہے۔ اگر ظالم ظلم کرتا ہوا مر گیا۔ تو اس کا حشر ظالموں

کے ظالم یزید کے ساتھ ہوگا۔ اگر صابر صبر کرتا ہوا فوت ہو گیا تو قیامت کے دن انشاء اللہ اس کا حشر صابروں کے ساتھ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جھنڈے کے سائے تلے ہوگا۔ کیونکہ

توحید کی ایک برق جوئندہ ہیں حسین
الحاد کے برباد کنندہ ہیں حسین!
ہے ظالم و مظلوم کے انجام میں فرق
مُردہ ہے یزید تو زندہ ہیں حسین

حضراتِ گرامی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا سارا کنبہ قربان کر کے اور خود بھی نیزے کی نوک پر چڑھ کر اور لوگوں کو قرآن سنا کر یہ سبق دے گئے۔

کہ:۔

چڑھ جائے کٹ کے سر تیرا نیزے کی نوک پر
لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

فلسفۂ شہادت:۔

آیئے توجہ فرمائیں کہ فلسفۂ شہادت کیا ہے۔

امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نیزوں، تیروں اور تلواروں کی بارش میں نماز کا آخری سجدہ ادا کر کے قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو یہ درس دے دیا۔ کہ اے میرے نانا کا کلمہ پڑھنے والے اُمتیو۔ اس نماز کو معمولی نہ سمجھنا۔ میں نے اسی نماز کی خاطر گھر لٹایا بچے قربان کئے اور خود بھی

سر تو دے دیا۔ مگر نماز کو قضا نہ ہونے دیا۔ لہٰذا تم بھی نماز کو قضا نہ کرنا
آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اہلبیت اطہار سے محبّت و عقیدت رکھنے
اور فلسفہ شہادتِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے

آمین برحمتك یا ارحم الرحمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

(روضۃ الشہداء۔ سوانح کربلا۔ اوراقِ غم شہید ابن شہید
شانِ حسین)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ذکرِ الٰہی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَزَلْ عَالِمًا قَدِیْرًا
حَیًّا قَیُّوْمًا سَمِیْعًا بَصِیْرًا ۔ وَاَشْهَدُ اَنْ
لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ
وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الَّذِیْ
اَرْسَلَهٗ اِلَی النَّاسِ كَافَّةً بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا
وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ
تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا كَثِیْرًا

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَاذْكُرُوْنِیْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا
تَكْفُرُوْنِ ۔ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ صَدَقَ اللّٰهُ
الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِیْمُ

حضراتِ محترم!

میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید فرقانِ حمید کی ایک آیۂ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر کرنے کا حکم فرمایا ہے چنانچہ خالقِ کائنات نے ارشاد فرمایا۔

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۔ پ۲	تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر ادا کرو اور ناشکرے نہ ہو جاؤ۔

حضراتِ گرامی!

اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ تم مجھے یاد کرو۔ میں تمہیں یاد کروں گا۔ تم مجھے توبہ و استغفار سے یاد کرو میں تمہیں بخشش کے ساتھ یاد کروں گا اور میرا شکریہ ادا کرو اور ناشکرے نہ ہو جاؤ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم فرمایا ہے کہ میری بے شمار نعمتیں استعمال کرنے کے بعد میرا شکریہ ادا کرو۔ میری بارگاہ میں سربسجود ہو جاؤ اور ناشکرے نہ ہو جاؤ اور خالقِ کائنات نے انسان کو اتنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں کہ اگر شمار کرنا چاہے تو شمار نہیں کر سکتا۔

اَن گنت نعمتیں!

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (پ۱۴)	اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے

اور پھر یہ تمام نعمتیں اللہ تعالےٰ نے انسان ہی کے لئے پیدا کی ہیں۔
اور خالقِ کائنات نے ارشاد فرمایا۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۔ (پ ۲۷)	تو اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

میرے بزرگو اور دوستو!

اللہ تعالیٰ نے ہم بے شمار احسانات فرمائے ہیں اور ہمیں طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا۔ مثلاً دیکھنے کے لئے آنکھیں دیں سننے کے لئے کان دیئے بولنے کے لئے زبان دی۔ سونگھنے کے لئے ناک دی۔ پکڑنے کے لئے ہاتھ دیئے چلنے کے لئے پاؤں دیئے۔ ہم اس کی کسی نعمت کو بھی نہیں جھٹلا سکتے اور آنکھوں کی قدر اس سے پوچھو جو اس نعمت سے محروم ہے۔ پاؤں کی قدر اس سے پوچھو جس کے پاس چلنے کے لئے پاؤں نہیں ہیں۔ کانوں کی قدر اس سے پوچھو جو بہرا ہے زبان کی قدر اس سے پوچھو جو گونگا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری غذا کے لئے پھل اور سبزیاں پیدا کیں اور ہماری خدمت کے لئے چوپائے پیدا کئے۔ روشنی کے لئے سورج، چاند، تارے پیدا کئے۔ بلکہ سارا جہان انسان کے لئے بنا یا گیا۔ باوجودیکہ انسان اگر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنے اور اس کے ذکر سے منہ موڑے۔ تو یہ ایک عقلمند اور سمجھدار انسان کے لئے کتنی بڑی ناانصافی ہے اور ایسے غافل کے لئے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ وعید آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا۔ (پ ۱۴)	تو جو بھی میرے ذکر سے منہ موڑے گا۔ پس بے شک میں اس کی زندگی تنگ کر دوں گا۔

پھر وہ پریشانیوں میں اور طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہو جائے گا۔ اس کی زندگی کا تمام سکون ختم ہو جائے گا۔

حضرات محترم!

کبھی ہم نے یہ سوچا کہ ہماری پریشانی اور بے سکونی کی وجہ کیا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ جس کے پاس بہت بڑا محل بنگلہ یا کوٹھی ہے وہ کامیاب ہے وہ سکون میں ہے یا پھر جس کے پاس دنیا کا مال و منال سونا و چاندی اور درہم و دینار ہے وہ اطمینان میں ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے آپ ان میں سے کسی بھی مالدار کے پاس چلے جائیں وہ روتا ہی نظر آئے گا۔ سکون کسی کو بھی میسر نہیں۔ وجہ کیا ہے کہ ہم یادِ الٰہی سے غافل ہو گئے۔ ہم نے ذکرِ الٰہی کو بھلا دیا۔ ہر وقت دنیا کا ذکر۔ مگر مالکِ دنیا کو بھلا بیٹھے۔ آیئے توجہ فرمائیں اور غور کریں کہ سکون و اطمینان کس چیز میں ہے۔

اطمینانِ قلب!

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔	
اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (پ ۱۳)	خبردار! دلوں کا سکون ذکرِ الٰہی میں ہے۔

کسی شاعر نے کہا کہ۔

ع

بجھہ کر لے وقت وہلا نداای!

بن بہت تھوڑا دن رہندا ای!

تیندل ٹکڑا فوراً لیندا ای

پڑھو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

معزز سامعین!

اگر ہم چاہتے ہیں۔ کہ ہمارا پروردگار ہم پر راضی ہو جائے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کے پیارے بن جائیں۔ اپنے نبی کے پکے اور سچے غلام بن جائیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں زندگی میں اطمینانِ قلب اور سکون جاں میسر ہو جائے۔ تو آیئے پھر ذکرِ الٰہی سے دل لگائیں۔ جب ہم اپنے رب کو یاد کریں گے وہ بھی ہمیں یاد کرے گا۔

جب ہم اُسے نہ بھولیں گے۔ وہ بھی ہمیں نہ بھولے گا۔ بلکہ ہم بھولے ہوؤں پر بھی وہ اپنا فضل فرماتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ:۔

ے اک گناہ میرا ماں پیو ویکھے!
تے دیوے دیس نکالا!
لکھ گناہ میرا مولا ویکھے
تے پردے پاون والا!

اب ذکرِ الٰہی کے متعلق چند احادیث سنیئے!

احادیث ذکرِ الٰہی!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ وَ اَنَا مَعَہٗ	کہ جب میرا بندہ مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اور جب وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی

اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں۔
وَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَاءٍ ذَكَرْتُهٗ فِيْ مَلَاءٍ خَيْرٌ مِّنْهُمْ۔
(مشکوٰۃ شریف ص۱۹۶)

اور جب وہ مجھے کسی محفل میں یاد کرتا ہے تو میں اس سے بہتر محفل میں اسے یاد کرتا ہوں اور وہ محفل فرشتوں کی ہے۔

معزز سامعین!

آج ہم دیکھتے ہیں کہ کسی کو اگر شہر کا حاکم یاد کرے تو وہ بڑا خوش ہوتا ہے۔ کہ مجھے شہر کے حاکم نے یاد کیا ہے۔ اگر کسی کو ایک صوبے کا حاکم یاد کرے تو وہ خوشی سے پھولا نہیں سماتا۔ اگر کسی کو ایک ملک کا حاکم یاد کرے تو اس کے پاؤں ہی زمین پر نہیں لگتے۔ کہ مجھے وقت کے حاکم نے یاد کیا ہے۔ لیکن اے انسان ذرا غور کر جب تو ذکر الٰہی کرے گا۔ تو تجھے احکم الحکمین سب حاکموں کا حاکم یاد کرے گا اور اس کی رحمت خود بخود تیری طرف بڑھتی آئے گی۔ یہ دنیا کے حاکم تیرے آگے ہیچ ہو جائیں گے۔

نقطۂ قلب!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا جب بھی کوئی مسلمان گناہ کرتا ہے۔ تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ آجاتا ہے۔

فَاِنْ تَابَ وَاسْتَغْفَرَ صُقِلَ قَلْبُهٗ۔

پس اگر وہ توبہ واستغفار کر لیتا ہے تو وہ سیاہ نقطہ مٹ جاتا ہے۔

وَاِنْ زَادَ زَادَتْ حَتّٰی تَعْلُوَا قَلْبَہٗ (مشکوٰۃ شریف ص۲۰۴)

اور اگر وہ گناہ زیادہ کرتا ہے تو وہ سیاہ نقطہ بھی زیادہ ہوجاتا ہے حتیٰ کہ اس کے دل کو ڈھانپ لیتا ہے۔

صفائی قلب:

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہر شئی کو صاف کرنے والی کوئی نہ کوئی چیز ہوتی ہے۔

وَصِقَالَۃُ الْقَلْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ (مشکوٰۃ شریف ص۱۹۹)

اور دل کو صاف کرنے والی چیز ذکر الٰہی ہے۔

حضراتِ گرامی!

جس طرح لوہے کو زنگ لگ جائے تو اسے تیل سے صاف کرلیا جاتا ہے۔ اسی طرح جب انسان کا دل گناہوں کی وجہ زنگ آلود ہوجائے تو ذکر الٰہی کرنے سے بندے کا دل صاف و شفاف ہوجاتا ہے اور اس کے سب گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ اس لئے خالقِ کائنات نے ارشاد فرمایا۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا (پ۲۲)

اے ایمان والو اللہ کا ذکر زیادہ سے زیادہ کرو اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کرو۔

ذکر کی قسمیں!

ذکر کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) ذکر فی الضرورت۔

(۲) ذکر فی العادت۔

(۳) ذکر فی المحبّت۔

۱:۔ ذکر فی الضرورت وہ ہوتا ہے جو کسی چیز کے حصُول کے لئے کیا جائے یعنی یا اللہ مجھے کاروبار دے۔ مجھے اولاد دے۔ یا مجھے امتحان میں کامیابی عطا فرما دے۔

۲:۔ ذکر فی العادت وہ ہوتا ہے جو عادت کے طور پہ ہو۔ جیسے فرشتے اپنی اپنی ڈیوٹیاں بھی سرانجام دے رہے ہیں اور ساتھ ساتھ ذکرِ الٰہی بھی کر رہے ہیں۔

۳:۔ ذکر فی المحبّت وہ ہے جو کسی بھی لالچ و طمع کے بغیر ہو۔ وہ نہ تو دوزخ کے ڈر سے ہو نہ جنّت کے حصُول کے لئے بلکہ صرف اور صرف رضائے الٰہی کے لئے کیا جائے اور جو لوگ محبّت کے ساتھ ذکرِ الٰہی کرتے ہیں۔ ساری ساری رات مصلّے پہ یادِ الٰہی میں گزار دیتے ہیں پھر انہیں لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا۔ (پ ۱۹)	اور وہ جو رات کاٹتے ہیں اپنے رب کے لئے سجدے اور قیام میں۔

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۹۷)	کہ میرا بندہ نفلی عبادت سے میرا قرب حاصل کر لیتا ہے

حضرات!

اگر ہم غور کریں تو اسلام کی روح سے ہمارے ہر فعل کا آغاز ذکرِ الٰہی سے ہوتا ہے۔ مثلاً جب کھانا کھاؤ تو بسم اللہ ——— کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو پڑھو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ——— کسی کام کا ارادہ کرو تو کہو انشاء اللہ ——— کوئی اچھی چیز دیکھو تو کہو ما شاء اللہ ——— دل میں کوئی برا خیال آجائے تو کہو لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ ——— کوئی غمزدہ خبر سنو تو کہو اِنَّا لِلّٰہ ——— کوئی آپ سے نیکی کرے تو کہو جَزَاکَ اللّٰہ ——— قرآن مجید سنو تو کہو سُبْحَانَ اللّٰہ

ے

اَللّٰہُمَّ دیاں ضرباں لائی جا

جیویں مَن دا رب نوں منائی جا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ایک دفعہ سبحان اللہ کہا۔

غُرِسَتْ لَہٗ نَخْلَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۰۱)	اس کے لئے جنت میں ایک درخت لگا دیا جائے۔

حضرات محترم!

آپ نے دیکھا کہ ذکرِ الٰہی کی کتنی فضیلت ہے۔ اسی لئے میرے اور آپ کے

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ساری ساری رات ذکرِ الٰہی میں گزار دیتے۔ حتیٰ کہ آپ کی پنڈلیاں اور پاؤں سُوج جاتے۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اتنا لمبا قیام فرمایا کہ آپ کے قدم مبارک سوج گئے۔ آپ سے عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ اتنا لمبا قیام کیوں فرماتے ہیں۔ آپ تو بخشے ہوئے ہیں۔

قَالَ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا۔ (مشکوٰۃ شریف صد ۱۰۹)	فرمایا کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر نہ ادا کروں۔

معزز سامعین!

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باوجودیکہ گناہوں سے معصوم بلکہ معصوموں کے سردار ہیں۔ پھر بھی ساری رات ذکرِ الٰہی میں گزار دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ربِّ کائنات نے ارشاد فرمایا۔

يَآ اَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ (پ ۲۹)	اے کملی اوڑھنے والے آدھی رات یا اس سے کم آرام فرمایا کریں۔

لیکن ہم ہیں کہ شب و روز غفلت میں گزر رہے ہیں۔ مگر کوئی فکر نہیں اگر کوئی ہمیں نماز یا تلاوتِ قرآن مجید کے لئے کہے تو ہم کہتے ہیں کیا کریں کہ شیطان مردود پیچھے لگا ہوا ہے۔ جو نماز نہیں پڑھنے دیتا۔ حالانکہ یہ بات سراسر غلط ہے۔ اس لئے کہ جب انسان پختہ ارادہ کر لے تو شیطان کچھ نہیں کر سکتا بلکہ یادِ الٰہی

کرنیوالے سے شیطان دور بھاگ جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث نبوی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:-

اَلشَّیْطَانُ جَاثِمٌ عَلٰی قَلْبِ اِبْنِ اٰدَمَ۔	شیطان انسان کے دل پہ چپٹا رہتا ہے۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے۔ تو شیطان ہٹ جاتا ہے۔
وَاِذَا غَفَلَ وَشْوَسَ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۹۹)	اور جب انسان غافل ہوتا ہے تو وہ وسوسے ڈالتا ہے۔

حضرات محترم!

یہ بات غلط ہے کہ ذکر الٰہی کے لیے شیطان رکاوٹ بنتا ہے۔ بلکہ انسان خود ہی ناشکرا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ (پ ۲۲)	میرے بندوں میں سے کم ہیں جو میرا شکر ادا کرتے ہیں۔

مگر جو اللہ تعالیٰ کے مقبول ومحبوب اور اس کے پیارے ہیں وہ ہر حال میں اپنے مالک حقیقی کو یاد کرتے ہیں۔

عبادتِ ایوب علیہ السلام

اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی حضرت ایوب علیہ السلام بہت بڑے مالدار تھے۔ شیطان نے حسد کیا کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے دنیا وآخرت دونوں کو حاصل کرلیا شیطان نے سوچا کہ کسی طرح یہ دونوں چیزیں یا ان میں سے ایک ان سے چھین جائے اور اس وقت شیطان آسمان کی طرف چڑھا کرتا تھا اور جہاں چاہتا ٹھہر جاتا۔ لیکن

معمول کے مطابق شیطان آسمان کی طرف گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے ابلیس بتا میرے بندے حضرت ایوب علیہ السلام کیسے ہیں۔ شیطان کہنے لگا۔ کہ ایوب علیہ السلام صرف اس لئے تیری عبادت کرتے ہیں کہ تو نے ان کو مالدار بنایا ہے۔ اگر ان کے پاس مال نہ ہوتا تو وہ کبھی تیرا ذکر نہ کرتے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا۔ اے لعین تو جھوٹ بولتا ہے۔ میں اپنے بندے ایوب علیہ السلام کو جانتا ہوں۔ کہ اگر میں اسے یہ آرام و راحت نہ بھی عطا کرتا پھر بھی وہ میرا ذکر ضرور کرتا۔ میرا شکر بجا لاتا۔ شیطان کہنے لگا۔ یا اللہ تو مجھے ایوب علیہ السلام پر طاقت دے۔ پھر دیکھ کہ میں کیسے تیرے بندے کو تیرے ذکر سے بھلاتا ہوں اور روکتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو حضرت ایوب علیہ السلام کی روح کے سوا ہر چیز پر مسلط کر دیا۔ اس کے بعد ابلیس واپس آیا اور دریا کے کنارے کھڑا ہو کر ایسی چیخ ماری کہ تمام جن اور اس کے چیلے جمع ہو گئے۔ سب کہنے لگے استاد جی خیر تو ہے کہ آج اتنی چیخ و پکار کر رہے ہو۔ شیطان کہنے لگا۔ دیکھو میں نے حضرت آدم علیہ السلام کو ورغلا پھسلا کر جنت سے نکلوایا اب ایوب علیہ السلام کو بارگاہِ الٰہی سے دور کرنا ہے۔ لہٰذا ایوب علیہ السلام کا تمام مال و منال تباہ و برباد کر دو۔ یہ کہہ کر شیطان لعین حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس آیا تو حضرت ایوب علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے۔ قریب جا کر کہنے لگا اے ایوب تو نماز پڑھ رہا ہے۔ ذرا گھر جا کر تو دیکھ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے آگ نازل کی ہے۔ جس سے تیرا سارا مال راکھ ہو چکا ہے حضرت ایوب علیہ السلام نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ حتیٰ کہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَعْطَانِیْ ثُمَّ اَخَذَ مِنِّیْ۔	سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ جس نے مجھے مال عطا کیا۔ پھر مجھ سے لے لیا۔

حضرت ایوب علیہ السلام یہ کہہ کر پھر نماز میں مشغول ہو گئے اور شیطان ناامید اور ذلیل ہو کر واپس چلا گیا۔ ادھر حضرت ایوب علیہ السلام کے چودہ بچے تھے۔ جن میں آٹھ بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں اور یہ سب مل کر ہر روز اپنے میں سے کسی نہ کسی بھائی کے گھر ایک دسترخوان پر کھانا کھایا کرتے تھے۔ اس دن وہ سب اپنے بڑے بھائی سرمل کے مکان میں موجود تھے۔ چنانچہ تمام شیطان اس مکان پر جمع ہو گئے۔ اور وہ مکان ایوب علیہ السلام کی اولاد پر گرا دیا۔ جس سے وہ سب کے سب ایک ہی دسترخوان پر انتقال کر گئے۔ ان میں بعض وہ تھے۔ کہ جن کے منہ میں ابھی لقمہ تھا اور بعضوں کے ہاتھ میں پیالہ تھا۔ شیطان پھر حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس گیا۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ آپ اسی طرح نماز پڑھ رہے ہیں۔ کہنے لگا اے ایوب تو یہاں اللہ تعالیٰ کی نماز پڑھ رہا ہے۔ گھر میں جا کر دیکھ اللہ تعالیٰ نے تیری اولاد پر مکان گرا دیا ہے اور وہ سب مر چکے ہیں حضرت ایوب علیہ السلام پھر خاموش ہیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے وہی جملہ ارشاد فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَعْطَانِیْ ثُمَّ اَخَذَ مِنِّیْ۔	سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے مجھے مال عطا کیا پھر مجھ سے لے لیا۔

آپ نے فرمایا کہ مال اور اولاد فتنہ ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں مجھ سے لے لیں میں اس پر بہت راضی ہوں۔ تا کہ ہر چیز سے فارغ ہو کر اب اپنے مالک کو یاد کر سکوں گا۔ شیطان پھر ذلیل و خوار ہو کر واپس لوٹ گیا۔ پھر دوبارہ آیا اور حضرت ایوب علیہ السلام اسی طرح نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ نے سجدہ کیا تو شیطان مردود نے آپ کے ناک اور منہ میں ایسی پھونک ماری جس

سے آپ کا تمام بدن پھیل گیا۔ پہلے تو زبردست پسینہ آیا۔ پھر جسم بھاری ہو گیا۔ یہ دیکھ کر آپ کی زوجہ حضرت رحمت رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کی اے میرے آقا یہ ساری تکلیف آپ کو مال اور اولاد کے غم اور ساری ساری رات ذکرِ الٰہی میں گزارنے کی وجہ سے ہے۔ تھوڑی دیر آرام فرما لیا کریں۔ تاکہ آپ کی طبیعت درست ہو جائے۔ مگر وہ اصل بات نہیں جانتی تھی۔ کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش ہے۔ اس کے بعد آپ کے جسم پر چیچک نکل آئی اور سر سے لے کر پاؤں تک سارے جسم پر پھیل گئی اور بدن سے پیپ بہنے لگی اور کیڑے پڑ گئے۔ مگر ذکرِ الٰہی اب بھی جاری رہا۔ جب آپ کا سارا بدن کھوکھلا ہو گیا تو جسم مبارک میں صرف دو کیڑے رہ گئے۔ ان میں سے ایک دل اور دوسرا زبان کی طرف مائل ہوا۔ جب انہوں نے دل اور زبان کو کاٹا تو اس وقت حضرت ایوب علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی۔

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔ (پ۱۷)	بے شک مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو بہت زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

آپ نے یہ کوئی شکوہ و شکایت کے طور پر نہیں کہا۔ بلکہ صرف اس لئے کہ مولا میں تیری ہر بلا ہر مصیبت پر صبر کروں گا۔ جب تک میرا دل تیری محبت میں ہو گا اور میری زبان تیرے ذکر میں جاری رہے گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا	بے شک ہم نے ایوب علیہ السلام کو صابر پایا۔

کیونکہ آپ نے مال اور اولاد کے لئے جزع و فزع نہیں کی تھی۔ بلکہ آپ

نے تو اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی تھی کہ یا اللہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری زبان تیرے ذکر سے رُک جائے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی۔ کہ اے ایوب تجھ سے پہلے ستر انبیاء علیہم السلام نے مجھ سے اس آزمائش کو طلب کیا۔ مگر میں نے تیری عظمت و بزرگی کی خاطر اسے تیرے لئے پسند کیا۔ اس میں بظاہر تو تیرے لیے بلا ہے۔ مگر حقیقت میں تجھ پر میری رحمت اور دوستی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کیڑوں کو گرا دیا۔ ایک پانی میں گرا جو جونک بن گیا۔ جس سے ہر طرح کی بیماریوں کو آرام آتا ہے۔ دوسرا زمین پر گرا اس سے شہد کی مکھی بن گئی۔ جس میں شفاء رکھ دی گئی۔

بعد ازیں حضرت جبرائیل علیہ السلام بہشت سے دو انار لے کر آئے حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا اے جبرائیل کیا میرے رب نے مجھے یاد کیا ہے۔ جبرائیل نے عرض کی ہاں آپ کو اللہ تعالیٰ نے سلام بھیجا ہے اور حکم فرمایا ہے کہ دونوں انار کھا لیجئے اور ان کے کھانے سے آپ کا جسم بالکل ٹھیک اور تندرست ہو جائے گا۔ جب آپ نے وہ دونوں انار کھا لیئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔ قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ اٹھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور کہا۔ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ اپنے پاؤں سے ٹھوکر لگائیے۔ پس حضرت ایوب علیہ السلام نے پہلے اپنا بایاں پاؤں مارا تو پانی بہنے لگا۔ اس سے آپ نے غسل کیا اور دایاں پاؤں مارا تو ایک ٹھنڈا چشمہ نکل آیا۔ اور اس سے پانی پیا چنانچہ اس پانی کے پینے سے آپ کی تمام ظاہری اور باطنی بیماریاں دور ہو گئیں اور فوراً آپ کا جسم مبارک پہلے سے بھی اچھا ہو گیا اور چہرہ مبارک چاند سے بھی زیادہ روشن ہو گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّ اٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ ذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ (پ ۱۷)	پس ہم نے ایوب کی دُعا کو قبول کیا۔ پس ہم نے کھولا اس ایذا کو جو ان کے ساتھ تھی اور ہم نے اس کو اس کی اولاد دی۔ اور اسی کی مثل اپنی رحمت سے اور نصیحت ہے عبادت کرنے والوں کے لیے۔

(روح البیان پ ۲۳، درۃ الناصحین ص ۱۵۱ ج ۲)

میرے بزرگو اور دوستو!

یہ ہے اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کا تقویٰ کہ ان پر چاہے لاکھ بلائیں اور مصیبتیں جائیں۔ مگر وہ ذکرِ الٰہی سے غافل نہیں ہوتے۔ ان کی خواہش اور تمنا یہ ہوتی ہے کہ کوئی سانس بھی ایسا نہ گزرے جس میں اللہ تعالیٰ کی یاد نہ ہو۔

عبادت الیاس علیہ السلام

روایت میں آتا ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام تشریف فرما تھے اور ذکرِ الٰہی کر رہے تھے۔ کہ آپ کے پاس حضرت عزرائیل علیہ السلام آئے۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے پوچھا کیوں آئے ہو۔ فرشتے نے عرض کی آپ کی روح قبض کرنے آیا ہوں۔ جب آپ نے سُنا تو رو پڑے۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی۔ اے اللہ کے نبی کیا آپ دنیا کے لئے گھبرائے ہیں یا موت کے ڈر سے فرمایا نہ دنیا کی وجہ سے نہ موت کے ڈر سے۔

مَثَلِ اِنَّمَا اَجْزَعُ عَلٰی فَوْتِ ذِکْرِ اللّٰہِ | بلکہ صرف ذکرِ الٰہی کے چھوٹ جانے پر روتا ہوں۔

اور اس لئے بھی کہ لوگ میرے پیچھے کھڑے ہو کر ذکرِ خدا کریں گے مگر میں خاموش ہوں گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی۔ کہ حضرت الیاس کی روح قبض نہ کرے۔ کیونکہ وہ اپنے لئے زندگی نہیں چاہتا۔ بلکہ میرے ذکر کے لئے جینا چاہتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ذکرِ الٰہی کی برکت سے حضرت الیاس علیہ السلام کو قیامت تک زندگی بخش دی (درۃ الناصحین ص۲۵ ج۲)

حضرات گرامی!

معلوم ہوا کہ ذکرِ الٰہی سے زندگی میں برکت آجاتی ہے اور ذکرِ الٰہی کرنے والے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد شاملِ حال رہتی ہے۔

جو میرا ہو جائے!

ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریاں چراتے چراتے ایسے جنگل میں پہنچے جہاں بھیڑیے بہت زیادہ تھے اور آپ پر تھکاوٹ کی وجہ سے نیند کا غلبہ تھا اور سوچتے ہیں کہ اگر بکریوں کی نگہبانی کرتا ہوں تو بھیڑیے بکریوں کو نہیں چھوڑیں گے۔ اس خیال میں آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور ایک دعا پڑھ کر سو گئے جب نیند سے بیدار ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بھیڑیا اپنے کندھے پہ ان کا عصا رکھے ہوئے بکریوں کی نگہبانی کر رہا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا تو حیران ہو گئے۔ عرض کی یا اللہ یہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ تم میرے لئے ایسے ہو جاؤ۔ جیسا میں چاہتا ہوں۔ پھر میں تمہارے لئے ویسا ہی بن جاؤں گا۔ جیسے تم چاہو گے۔ (نزہۃ المجالس ص۱۹۳ ج۱)

ذاکرین پر انعامِ خدا!

زہرالریاض میں ہے کہ جب جنتی جنت میں داخل ہوں گے۔ تو فرشتے ان کے سامنے طرح طرح کی نعمتیں پیش کریں گے۔ ان کے لیے فرش بچھائیں گے۔ منبر رکھے جائیں گے اور انہیں مختلف قسم کے کھانے، اور پھل پیش کیے جائیں گے۔ تو جنتی بڑی حیرانی کے عالم میں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے میرے بندو حیران کیوں ہو۔ یہ بہشت حیرت کی جگہ نہیں ہے۔ اس وقت ایمان والے عرض کریں گے یا مولیٰ تو نے ایک وعدہ کیا تھا۔ جس کا وقت آگیا ہے۔ تب فرشتوں کو حکم ہوگا۔ کہ ان کے چہروں سے پردے اٹھا لو یہ میرا دیدار کریں گے۔ فرشتے عرض کریں گے یا اللہ یہ تیرا دیدار کیسے کریں گے۔ حالانکہ یہ تو گنہگار تھے۔ تو اس وقت فرمانِ الٰہی ہوگا۔ اے فرشتو تم حجاب دور کر دو۔ یہ ذکرِ الٰہی کرنے والے ہیں تو پردے اٹھا دیئے جائیں گے۔ تو جنتی فوراً اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتے ہی سجدہ میں گر جائیں گے۔ یہ فرمانِ الٰہی ہوگا۔ سر اٹھا لو یہ جنت دارِ عمل نہیں ہے۔ دار جزا ہے اور وہ اپنے رب کو بے کیف دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

سَلَامٌ عَلَیْکُمْ عِبَادِیْ۔ فَقَدْ رَضِیْتُ عَنْکُمْ فَهَلْ رَضِیْتُمْ عَنِّیْ	میرے بندو تم پر سلامتی ہو میں تم سے راضی ہوں کیا تم مجھ سے راضی ہو۔

جنتی عرض کریں گے۔ اے ہمارے رب ہم کیسے راضی نہیں ہوں گے حالانکہ تو نے ہمیں وہ نعمتیں دی ہیں۔ جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا۔ نہ کسی کان نے سنا نہ ہی کسی کے دل میں ان کا تصور گزرا اور یہی اس فرمانِ الٰہی کا مقصد ہے۔

کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔
(مکاشفۃ القلوب صفحہ ۴۹)

حضرات گرامی!
اب دیکھنا یہ ہے کہ ذکروں میں سے افضل ذکر کون سا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۰۱)	افضل ذکر لا الٰہ الا اللہ اور افضل دعا الحمد للہ ہے۔

ذکر بعد از نماز!

حضرات!
معلوم ہوا کہ ذکروں میں افضل ذکر کلمہ شریف ہے۔ اسی لئے ہم فرض نماز کے بعد کلمے شریف کا ذکر کرتے ہیں اور جہاں تک تعلق ہے نماز کے بعد ذکر کرنے کا وہ حدیث پاک سے ثابت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

کُنْتُ اَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ بِالتَّکْبِیْرِ۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۸۸)	میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کے پورا ہونے کو تکبیر سے پہچان جاتا تھا۔

یعنی ابھی میں گھر میں ہوتا تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تکبیر پڑھنے کی آواز سنتا تو میں سمجھ لیتا کہ اب نماز ہو چکی ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ تکبیر سے مراد کیا ہے۔ اس کے لئے مشکوٰۃ کے صف ۸۸ کے حاشیہ ۸ کو دیکھیں۔

فَقِيْلَ الْمُرَادُ بِهٖ الذِّكْرُ بَعْدَ الصَّلٰوةِ	پس کہا گیا ہے کہ تکبیر سے مراد ذکر ہے بعد از نماز۔

اور افضل ذکر کیا ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ جو ہم نماز کے بعد پڑھتے ہیں۔

ایہو افضل ذکر پچھان دِلا
آیا وِچ حدیث بیان دِلا
ایہو مطلب خاص قرآن دِلا
پڑھو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

معزز سامعین!
اب آخر میں ذکر الٰہی کے فائدے سنیئے۔

فوائد ذکر الٰہی!

ذکر الٰہی شیطان کو دفع کرتا ہے اور اس کی قوت کو توڑتا ہے۔

- ذکر الٰہی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا سبب ہے۔
- ذکر الٰہی دل سے فکر و غم کو دور کرتا ہے۔
- ذکر الٰہی جسم اور دل کو قوت بخشتا ہے۔
- ذکر الٰہی چہرہ اور دل کو منور کرتا ہے۔

- ذکر الٰہی ــــ رزق کو کھینچتا ہے۔
- ذکر الٰہی ــــ معرفتِ الٰہی کا دروازہ کھولتا ہے۔
- ذکر الٰہی ــــ لغزشوں اور خطاؤں کو دور کرتا ہے۔
- ذکر الٰہی ــــ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے۔
- ذکر الٰہی ــــ کا نور دنیا میں بھی ساتھ رہتا ہے۔
- ذکر الٰہی ــــ کا نور قبر میں بھی ساتھ رہتا ہے۔
- ذکر الٰہی ــــ کا نور آخرت میں پل صراط پر بھی آگے آگے ہوگا۔
- ذکر الٰہی ــــ شکر کی جڑ ہے جو اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا۔ وہ شکر بھی ادا نہیں کرتا۔
- ذکر الٰہی ــــ دل کی بیماریوں کا علاج ہے۔
- ذکر الٰہی ــــ کرنیوالے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فرشتوں کی دعا ہوتی ہے
- ذکر الٰہی ــــ کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں۔
- ذکر الٰہی ــــ کی وجہ سے ہر مشکل حل ہو جاتی ہے۔
- ذکر الٰہی ــــ جہاد فی سبیل اللہ میں تلوار توڑنے اور بے دریغ راہِ خدا میں مال لٹانے سے بہتر ہے۔
- ذکر الٰہی ــــ کرنیوالوں کے تمام گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔
- ذکر الٰہی ــــ کی محفل مومن کیلئے دو لاکھ بری محفلوں سے بہتر ہے۔
- ذکر الٰہی ــــ کی برکت سے عمر میں برکت ہوتی ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں زیادہ سے زیادہ ذکر الٰہی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کمالِ نسبت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ العظیم وصدق

رسولہ النبی الکریم۔

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عقیدت ومحبت کے ساتھ سب مل کر ہدیہ درود وسلام پیش کریں۔

حضراتِ گرامی!

میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید فرقانِ حمید کی ایک آیہ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ خدا اور محبت صادقین کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ خالق کائنات نے ارشاد فرمایا۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ (پ۱۱)	اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ

حضراتِ محترم!

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جیسی صحبت ہوگی ویسا اثر ہوگا۔ اگر نسبت اچھی ہوگی تو انسان اچھا بن جائے گا۔ اگر نسبت بری ہوگی تو انسان برا بن جائے گا۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ اچھی صحبت و نسبت انسان کو جنت میں لے جائے گی اور بری صحبت و نسبت انسان کو دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار کر کے دوزخ میں لے جائے گی۔ جیسی صحبت ویسا اثر، کسی نے کیا خوب کہا کہ

چنگیاں دے لڑ لگیاں ۔۔۔ میری چولی پھل بنے
منداں دے لڑ لگیاں ۔۔۔ اگلے وی ڈل گئے!
پھُل او مورخنا! ۔۔۔ ایہہ سارے رُل گئے
ذات کے رہے نہ اُت کے رہے ۔۔۔ جیہڑے سجنے دے دیوانیاں بھُل گئے

معزز سامعین!

یوں سمجھیں کہ اگر ادنیٰ کی نسبت اعلیٰ سے ہو جائے تو وہ ادنیٰ بھی اعلیٰ بن جاتا ہے۔ اگر جزو کی نسبت کل سے ہو جائے تو وہ جزو بھی کل بن جاتا ہے ——
اگر قطرے کی نسبت دریا سے ہو جائے تو وہ بھی دریا بن جاتا ہے ——
اگر عام کی نسبت خاص سے ہو جائے تو وہ عام بھی خاص بن جاتا ہے ——
اگر ذرے کی نسبت زر سے ہو جائے تو وہ ذرہ بھی زر بن جاتا ہے ——
اگر گنہگار کی نسبت کسی نیکوکار سے ہو جائے تو وہ گنہگار بھی نیکوکار بن جاتا ہے
—— اگر تیرہ کی نسبت غوث اعظم سے ہو جائے تو وہ چور، چور نہیں رہتا قطب بن جاتا ہے۔ اسی لئے ربِ کائنات نے ارشاد فرمایا۔

كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ | سچوں کے ساتھ ہو جاؤ

ان کی صحبت اختیار کرلو۔ ان کی سنگت میں آجاؤ۔ ان کا قرب حاصل کرلو یہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور مخلص بندے ہیں ان کا قرب قربِ الٰہی ہے۔ ان کی سنگت و نسبت ذریعہ نجات ہے۔ جیسا کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :-

شانِ اولیاء!

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ عبادت بے ریا

کہ ولیٔ کامل کے پاس ایک گھڑی بیٹھنا سو سال کی بے ریا عبادت سے بڑھ کر ہے۔ علاوہ ازیں مولانا اشرف علی تھانوی نے تو یہاں تک کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَرَادَ اَنْ | جو شخص یہ چاہتا ہے کہ میں

يَّجْلِسَ مَعَ اللّٰهِ فَلْيَجْلِسْ مَعَ اَهْلِ التَّصَوُّفِ | اللہ تعالیٰ کے پاس بیٹھوں۔ اسے چاہیئے کہ کسی ولی اللہ کے پاس بیٹھ جائے۔

كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ | سچوں کے ساتھ ہوجاؤ۔

کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور مخلصین ہیں کہ ان سے شیطان بھی دور بھاگتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے شیطان لعین کو اپنے دربار سے مردود کر کے نکال دیا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے کچھ دعائیں مانگیں اور اس کے بعد یہ بھی کہا کہ میں بندوں کو گمراہ کر دوں گا۔ مگر اس کے ساتھ ہی لاچاری کا بھی اظہار کیا۔

شیطان کی لاچاری!

وہ یہ کہ یا اللہ میں تیرے تمام بندوں کو گمراہ کر دوں گا۔

اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ۔ (پ ۲۳) | مگر تیرے بندے ان میں جو مخلص ہیں۔

کیا مطلب یعنی جو تیرے برگزیدہ ہیں۔ ان پر میرا داؤ نہیں چل سکتا۔

حضرات!

چونکہ شیطان دشمنِ انسان ہے اور اس کی ہر وقت یہی کوشش ہوتی ہے۔ کہ کسی نہ کسی طریقہ سے انسان کو گمراہ کرے اور راہِ راست سے بھٹکا دے۔ تو شیطان کے مکر و فریب سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

كُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ | سچوں کے ساتھ ہوجاؤ

یعنی جب تم ان کے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دو گے۔ جب تم انہیں اپنا ہادی و رہنما بنا لوگے۔ تو پھر تم شیطان کے مکر و فریب سے بچ جاؤ گے۔

اور دوسرا یہ کہ ان کی محبت سے جنت کے حقدار بن جائیں گے۔ آپ سوچیں گے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اولیاء اللہ اور صادقین کی صحبت ذنسبت سے جنت ملے گی تو اس کے متعلق قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بڑے احسن انداز سے اصحاب کہف کے اس کُتّے کا ذکر کیا ہے جو اولیاء اللہ کی صحبت میں رہ کر جنتی بن گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اصحاب کہف کا کُتّا!

وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ	اور ان کا کُتّا اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے ہے۔ غار کی چوکھٹ پر

معزز سامعین!

معلوم ہوا کہ ایک کُتّے نے ولیوں کی صحبت اختیار کی تو اس کا ذکر قرآن مجید میں آگیا۔ اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے جنت عطا فرمائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کُتّا ولیوں کی صحبت اختیار کرکے جنتی ہو سکتا ہے۔ انسان تو اشرف المخلوق ہے۔ کچھ بعید نہیں کہ اگر ایک گنہگار انسان سچوں کی صحبت اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ اسے جنت عطا فرما دے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ	جس کو جس کے ساتھ محبت ہوگی۔ وہ قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہوگا۔ (بخاری شریف ص۹۱۱ ج۲)

حضرات محترم !

یہ وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں۔ کہ ان کی صحبت ان کی محفل میں حاضر ہونے والا خداوند تعالیٰ کی رحمت و بخشش کا حقدار بن جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ:۔

مجلس صالحین :۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین پر چکر لگاتے رہتے ہیں اور اللہ کے ذکر کی محفل تلاش کرتے ہیں۔ پس جب وہ ذکرِ الٰہی کرنے والوں کو پا لیتے ہیں۔ تو وہ فرشتے دوسرے فرشتوں کو آواز دیتے ہیں۔

هَلُمُّوْا اِلٰی حَاجَتِكُمْ	ادھر آؤ یہاں ذکر کی محفل شروع ہے۔

یعنی جس محفل کو تم تلاش کرتے ہو وہ اس جگہ شروع ہے۔ اور پھر اس جگہ اتنے فرشتے جمع ہو جاتے ہیں۔ کہ اُن ذکرِ الٰہی کرنیوالوں کو آسمانِ دنیا تک ڈھانپ لیتے ہیں۔ پھر جب محفل ختم ہو جاتی ہے تو وہ فرشتے بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں فرماتا ہے۔ اے میرے فرشتو میرے بندے کیا کہتے ہیں۔ وہ عرض کرتے ہیں یا اللہ۔

يُسَبِّحُوْنَكَ وَيُكَبِّرُوْنَكَ وَيَحْمَدُوْنَكَ وَيُمَجِّدُوْنَكَ	وہ تیری پاکی بیان کرتے ہیں اور تیری بڑائی اور تیری تعریف اور تیری بزرگی بیان کرتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انہوں نے مجھے دیکھا ہے۔ فرشتے عرض کرتے

ہیں۔ اے اللہ ہمیں تیری قسم ہے۔ انہوں نے تجھے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیتے پھر ان کا کیا حال ہوتا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں۔ یا مولیٰ پھر تو وہ بہت زیادہ تیری عبادت کرتے۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے وہ کیا مانگتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں۔ یا اللہ وہ تجھ سے جنت مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں۔ خدا کی قسم انہوں نے جنت نہیں دیکھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ جنت دیکھ لیتے تو اس کی بہت زیادہ خواہش کرتے۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں فرشتے عرض کرتے ہیں دوزخ سے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں۔ خدا کی قسم انہوں نے دوزخ کو نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں مولیٰ پھر تو وہ اس سے بہت ڈرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے فرشتو میں تمہیں گواہ بناتا ہوں۔ کہ میں نے انہیں بخش دیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر فرشتے عرض کرتے ہیں۔ یا اللہ ان میں ایک شخص ایسا بھی تھا۔ جو کسی حاجت کے لئے آیا تھا۔ یعنی وہ محفل میں شامل ہونے کی نیت سے نہیں آیا تھا۔ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ	وہ ایسی مجلس والے ہیں کہ ان کا ہمنشین بدبخت نہیں ہو سکتا۔

(مشکوٰۃ شریف صـ۱۹۷)

حضرات محترم!

یہ سب نسبت کا کمال ہے۔

صحبتِ صالح ترا صالح کُند
صحبتِ طالع ترا طالع کُند

ہم قرآن مجید کی ریل اور قرآن مجید کے غلاف کو کیوں چومتے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ وہ بہت زیادہ قیمتی یا بہت خوبصورت ہے۔ بلکہ صرف اس لئے اسے بوسہ دیتے ہیں کہ ان کا تعلق اللہ تعالیٰ کی پیاری کلام سے ہوگیا ہے۔ اور اسی طرح حاجی جب حج کے لئے جاتے ہیں تو طوافِ کعبہ اور میدانِ عرفات کی حاضری کے ساتھ ساتھ صفا اور مروہ کی پہاڑیوں پر سات چکر بھی لگاتے ہیں۔ آخر وجہ کیا ہے کہ پہاڑیاں تو یہاں پاکستان میں بھی بہت ہیں۔ مگر ان پہاڑیوں پر چکر لگانے سے حج کا ثواب نہیں ملتا۔ وہ اس لئے کہ صفا و مروہ وہ پہاڑیاں ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی خاص بندی حضرتِ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قدم لگ گئے ہیں۔ تو یہ پہاڑیاں اب عام پہاڑیوں کی طرح نہ رہیں۔ بلکہ

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ (پ۲)	بے شک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔

حضراتِ گرامی!

ثابت ہوا کہ جس جگہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے قدم لگ جائیں وہ جگہ عام نہیں رہتی۔ بلکہ عام سے خاص بن کر خدا تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی بن جاتی ہے۔ جس جگہ بھی اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے قدم لگ جائیں وہ جگہ ڈھوڈا شریف ہو ــــــ خواہ محدث اعظم پاکستان کا دربار شریف ہو ــــــ خواہ علی پور شریف ہو ــــــ خواہ بھکھی شریف ہو ــــــ خواہ سیال شریف ہو ــــــ خواہ پاکپتن شریف ہو ــــــ خواہ مزار

داتا علی ہجویری ہو ——— خواہ دربار سلطان العارفین ہو ——— خواہ دربار موہری شریف ہو وغیرہ۔ گویا کہ جہاں بھی اللہ تعالیٰ کے نیک و مخلص بندوں کے قدم لگ جائیں وہ جگہ معظم بن جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے شعائراللہ کی عظمت و شان کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ	اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرے گا۔ اس کا دل پرہیزگار ہے۔

معززہ سامعین!

جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے۔ کہ اولیاء اللہ کی صحبت سے انسان اللہ تعالیٰ کے کرم و فضل کا حقدار بن جاتا ہے۔ بلکہ ان مخلصین کی صحبت سے زندگی کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

سو آدمیوں کا قاتل!

حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:۔

كَانَ فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ اِنْسَانًا	کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے آدمی قتل کئے تھے۔

پھر توبہ کے ارادہ سے ایک راہب کے پاس گیا۔ اس سے کہا کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ راہب کہنے لگا تیری توبہ قبول نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اس قاتل نے راہب کو بھی قتل کر دیا۔

فَكَمَّلَ بِهٖ مِائَةً	اب سَو پورے ہو گئے

پھر کسی اور سے پوچھا۔ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ اس نے کہا ہاں فلاں بستی میں چلے جاؤ۔

فَاِنَّ بِهَا اُنَاسًا يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ	وہاں کچھ لوگ رہتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہیں۔

تو اس سو آدمی کے قاتل نے اس بستی کی طرف سفر شروع کر دیا۔ لیکن ابھی وہ گنہگار شخص اس بستی میں پہنچا نہیں تھا کہ راستہ میں ہی فوت ہو گیا۔ اب اس شخص کو لینے کے لئے رحمت کے فرشتے بھی آ گئے۔ اور عذاب والے بھی۔ عذاب کے فرشتے کہنے لگے کہ اس کی روح ہم لے کر جائیں گے۔ کیونکہ یہ سو آدمیوں کا قاتل ہے۔ رحمت کے فرشتے کہنے لگے۔ اس کی روح ہم لے کر جائیں گے۔ بے شک یہ سو آدمیوں کا قاتل ہے۔ لیکن توبہ کی نیت سے اللہ تعالیٰ کے بندوں کی طرف جا رہا تھا۔ جب فرشتوں میں یہ بحث ہوئی تو خالقِ کائنات جل وعلا نے فرمایا جہاں سے یہ چلا تھا اور جس طرف جا رہا تھا۔ دونوں طرف سے زمین ناپ لو۔ اگر اپنی بستی کے قریب ہے تو دوزخ میں لے جاؤ۔ اگر اولیاء اللہ کی بستی کے قریب ہے تو جنت میں لے جاؤ۔ چنانچہ دونوں طرف سے زمین کو ناپا گیا تو پتہ چلا کہ اولیاء اللہ کی بستی کے قریب ہے اللہ تعالیٰ نے پوچھا اے فرشتو کیا بنا۔ عرض کی مولیٰ

هٰذِهٖ اَقْرَبُ بِشِبْرٍ فَغُفِرَ لَهٗ	یہ ایک بالشت اولیاء اللہ کی بستی میں داخل ہو گیا تھا پس
(مسلم شریف ج ۲ ص ۳۵۹ مشکوٰۃ ص ۲۰۳)	وہ بخشا گیا۔

سہ
لج پال پریت نوں توڑدے نئیں،
جیہڑی باہنہ پھڑ لے اوہنوں چھوڑدے نئیں

حضرات!
جیسا کہ میں نے شروع میں بھی عرض کیا تھا کہ اچھی صحبت اور نیکوں کی نسبت سے انسان جنتی ہو سکتا ہے۔

شفاعتِ ولی اللہ!

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن حساب و کتاب کے بعد جب جنتی جنت میں جا رہے ہوں گے۔ ایک طرف دوزخیوں کی صف ہوگی۔ جب ان کے قریب سے کوئی اللہ کا ولی گزرے گا۔ تو ان دوزخیوں میں سے کوئی ولی اللہ کو پہچان کر کہے گا۔ کیا آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔ میں وہی ہوں۔ جس نے آپ کو دنیا میں ایک مرتبہ پانی پلایا تھا اسی طرح۔

وَقَالَ بَعْضُھُمْ ان میں سے کوئی اور کسی دوسرے جنتی کو دیکھ کر کہے گا۔ میں وہ ہوں جس نے آپ کو دنیا میں وضو کروایا تھا۔

فَیَشْفَعُ لَہٗ فَیُدْخِلُہٗ الْجَنَّۃَ (مشکوٰۃ شریف صہ۴۹۴)	پس وہ نیک لوگ ان گنہگاروں کی شفاعت کریں گے جس سے ان کی بخشش ہو جائے گی۔

شعر
لج پال پریت نوں توڑ دے نئیں
جیہدی بانہہ پھڑدے اوہنوں چھوڑدے نئیں

محبتِ اولیاء!

حضرت قاسم بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک کیا تو حضرت حافی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ خوشخبری دی اے بشر میں نے تجھے بخش دیا۔ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کی یا اللہ جس جس کو مجھ سے محبت ہے ان سب کو بخش دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَلِکُلِّ مَنْ اَحَبَّکَ	اور قیامت تک ہر اس شخص کو بخش دیا۔ جس کو تجھ سے محبت ہے۔
(شرح صدور ص ۱۲۰)	

لج پال پریت نوں توڑ دے نئیں
جیہدی باہنہ پھڑدے اوہنوں چھوڑدے نیئں

صحبتِ اولیاء!

ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی آئی کہ فلاں بستی میں ایک ولی فوت ہو گیا ہے۔ اُسے غسل دو اور اس کا جنازہ پڑھا کر دفن کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اُس بستی میں تشریف لے گئے۔ انہوں نے کہا یہ گنہگار آدمی تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی یا اللہ اس کے نیک ہونے کے متعلق تو گواہی کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے میرے کلیم بیشک یہ گنہگار و سیاہ کار تھا لیکن اس کی ایک بات مجھے پسند آگئی۔ لہٰذا میں نے اسے بخش دیا۔ عرض کی مولیٰ وہ کونسی بات ہے۔ جس کے سبب اس کی بخشش ہو گئی۔ فرمایا یہ ہر روز آسمان کی طرف منہ کر کے کہا کرتا تھا۔
کہ اے میرے رب تو جانتا ہے اگرچہ میں خود تو نیک نہیں ہوں مگر

میں تیرے نیک بندوں سے محبت کرتا ہوں۔

(نزہت المجالس ص۲۲۳ ج ۱)

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ضرورتِ مرشد

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَالْعَاقِبَۃُ
لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا
وَمَوْلٰنَا وَغَوْثِنَا وَغِیَاثِنَا وَمَلْجَانَا وَمَاْوٰنَا
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔
اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ
اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ
اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ
صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عقیدت و محبّت کے ساتھ ہدیہ درود و سلام پیش کریں۔

حضرات محترم!

میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید فرقان حمید کی جو آیہ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اس میں انعام یافتہ لوگوں کے راستے پہ چلنے کی دعا کی گئی ہے۔ چنانچہ ربِ کائنات جل و علا نے ارشاد فرمایا۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ	دکھا ہمیں سیدھا راستہ، راستہ ان لوگوں کا جن پر تیرا انعام ہوا ہے۔

حضرات!

اب دیکھنا یہ ہے کہ انعام یافتہ لوگ کون ہیں۔

خالقِ کائنات نے ارشاد فرمایا۔

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (پ ۵)	جن پر اللہ نے فضل کیا۔ یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

حضرات گرامی!

کوئی کسی مدعی علم کے پیچھے چلے ہو سکتا ہے۔ کامیاب نہ ہو ــــــ کوئی کسی کاریگر کے پیچھے چلے ہو سکتا ہے کامیاب نہ ہو ــــــ کوئی کسی سائنسدان کے پیچھے چلے ہو سکتا ہے کامیاب نہ ہو ــــــ کوئی کسی دنیا دار کے پیچھے چلے ہو سکتا ہے کامیاب نہ ہو ــــــ مگر جو شخص ان انعام یافتہ گروہوں سے دوستی کرے گا۔ وہ یقیناً کامیاب ہو گا۔ اسی لئے کہ:۔

وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔	یہ اچھے دوست ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ (پ ۲۱)	جس نے میری طرف رجوع کیا اس کی پیروی کرو۔

اس کا دامن پکڑو۔ اس کے نقشِ قدم پر چلو۔ اس کے ہاتھوں میں ہاتھ دو۔

معزز سامعین!

آخر اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد کیوں فرمایا۔ کہ میری طرف رجوع کرنے والے کی پیروی کرو۔ حالانکہ وہ تو خود فرماتا ہے۔

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (پ ۲۶)	میں تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔

معزز سامعین!

اللہ تعالیٰ ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ مگر وہ نظر نہیں آتا۔ وجہ کیا ہے۔ مثال کے طور پر انسان کی آنکھ ہر چیز کو دیکھتی ہے۔ مگر جب آنکھ میں سرمہ لگ جاتا ہے تو وہ سرمہ نظر نہیں آتا۔ حالانکہ سرمہ آنکھ کے بہت قریب ہے۔ مگر نظر نہیں آتا۔ نظر کیسے آئے گا۔ کسی چیز کا سہارا لینا پڑے گا۔ وہ یہ کہ شیشہ اٹھاؤ تو آپ کی آنکھ میں لگا ہوا سرمہ نظر آ جائے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ہے تو بہت قریب مگر نظر نہیں آتا یعنی رب تعالیٰ کی معرفت نہیں ہوتی۔ آپ نے اگر معرفت الٰہی چاہتے ہو تو کسی اللہ والے کا دامن پکڑ لو۔

؎
اللہ اللہ کئے جانے سے اللہ نہ ملے
اللہ والے ہیں جو اللہ سے ملا دیتے ہیں

یاد رہے کہ دامن بھی اس کا پکڑو۔ جو شریعتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پابند ہو۔ اسی پیر کے ہاتھوں میں ہاتھ دو۔ جو پانچ وقت کا نمازی ہو۔ جس کے چہرے پر سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجی ہوئی ہو۔ اس کے قول فعل اس کا اٹھنا بیٹھنا بلکہ زندگی کے تمام معاملات سنّتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ہوں۔ پھر ہم اسی پیر کے متعلق کہیں گے کہ:۔

؎
جس کی ہر ہر ادا سنّتِ مصطفےٰ
ایسے پیرِ طریقت پہ سلام

حضرات!
اب دیکھنا یہ ہے کہ کامل ولی کی پہچان کیا ہے۔

ولی کامل کی پہچان:۔

حضور امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں نیک لوگوں کی علامات بتاؤں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا۔

خِیَارُکُمُ الَّذِیْنَ اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ (مشکوٰۃ شریف صہ ۴۲۷)	تم میں بہترین لوگ وہ ہیں۔ جب انہیں دیکھو تو خدا یاد آجائے۔

یعنی ولی کامل کی نشانی یہ ہے۔ کہ اس کا چہرہ دیکھ کر خدا یاد آجائے۔
مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

پیرِ کامل صورتِ ظلِّ الٰہ!
یعنی دید پیر دیدِ کبریا

سلطان العارفین فرماتے ہیں۔

ایہہ تن میرا چشماں ہووے میں مرشد ویکھ نہ رجاں ہُو
لُوں لُوں دے مُڈھ لکھ لکھ چشماں اک کھولاں اِک کجاں ہُو
اتنا ڈٹھیاں صبر نہ آوے ہور کتے ول بھجاں ہُو
مُرشد دا دیدار ہے حضرت باہُو میں لکھ کروڑاں حجاں ہُو

میرے دوستو اور بزرگو!

جیسا کہ مشہور کہاوت ہے کہ پانی پیوئیں چھان کے اور پیر کریں جان کے۔
چنانچہ خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس چیز کو واضح کر دیا کہ:

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا	اور اس کا کہنا نہ مانو جس کا
قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا	دل ہم نے اپنی یاد سے غافل
وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ	کر دیا اور وہ اپنی خواہش چلا
اَمْرُهٗ فُرُطًا (پ ۱۵)	اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔

حضرات!

اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ ہر ایرے غیرے نتھو خیرے کی اطاعت نہ کرو اور کسی جاہل و بے علم اور بھنگی چرسی کو اپنا پیر نہ بنالو۔ جنہیں اپنی بھی ہوش نہیں ہے۔

گوٹ گوٹ بیتیاں
منہ مڈیا نے اکھاں میٹیاں
لوکی آکھن مر گئے مر گئے!
اساں رب نال گلاں کیتیاں

اور یہ بھی یاد رہے کہ مرشد ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا (پ۱۵)	اور جسے گمراہ کرے تو ہرگز اس کا کوئی حمایتی راہ دکھانے والا نہ پاؤ گے۔

ضرورتِ مرشد!

لہٰذا

بناں تیل دے دیوا بل دا نئیں
بن پانی بوٹا پل دا نئیں
بن مرشد کلمہ چل دا نئیں
پڑھو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ محمد رسول اللہ

حضرات محترم!

صرف کلمہ پڑھ لینے سے بات نہیں بنے گی۔ اس کی حدود و قیود پر بھی عمل پیرا ہونا ہوگا۔ ورنہ صرف نام کے مسلمان ہوں گے۔ جیسا کہ ہمارے لباس ہماری صورت ہماری سیرت ہمارے رسم و رواج سے عیاں ہے۔ ہمارا لباس سکھوں اور ہندوؤں جیسا۔ ہمارا چل پھر کر کھانا پینا انگریزوں اور بدمذہبوں جیسا کیا اسلام ہمیں یہی سبق سکھاتا ہے۔ کیا دین کی یہی تعلیم ہے۔ کیا خدا اور رسول کا یہی حکم ہے۔ کیا مسلمانی اسی کا نام ہے۔ آیئے اگر مسلمان ہیں نیک اور سچے مسلمان بن جایئے اور کسی اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور مخلص کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ	پس پوچھو اہل ذکر سے اگر

الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (پ ۱۷)	تم نہیں جانتے۔

یعنی اللہ والوں کے پاس جاؤ۔ ان سے دین کے بارے میں راہنمائی حاصل کرو اور مرشد کا بھی یہی مطلب ہے۔

پڑھ کلمہ پاک شریعت دا
پھڑ کامل پیر طریقت دا
جہڑا دسے راہ حقیقت دا
پڑھو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

حضراتِ گرامی!

آپ جانتے ہیں کہ جس طرح بغیر ملاح کے کشتی دریا عبور نہیں کر سکتی۔ اسی طرح بغیر مرشدِ کامل انسان خدا تعالیٰ تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔

ہے وہ پتھر کی سِل دل نہیں دوستو
جو کسی کی نظر کا ٹھکانا نہیں!
اُس کو منزل مِلی مُدعا مِل گیا
جس کو بھی پیر کا آسرا مِل گیا
پیر کامل مِلا تو خدا مِل گیا
یہ حقیقت ہے واللہ فسانہ نہیں

اور پھر قیامت کے دن بھی یہی اعلان ہوگا کہ

یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ (پ ۱۵)	جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

کہ اے لوگو! اپنے اپنے اماموں کے ساتھ ہو جاؤ۔

حضرات!

جس کا دنیا میں کوئی ہادی و رہنما ہوگا وہ تو اس کے ساتھ ہوگا۔ جس کا کوئی نہ ہوگا۔ تو آپ خود ہی سمجھ لیں پھر وہ کس کے ساتھ ہوگا!

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کا پیر نہ ہو اس کا پیر شیطان ہے۔ (شرح بردہ خرپوتی صـ۳۹)

سامعین!

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے پندرہویں پارے کے آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ راہِ طریقت کا علم حاصل کرنے کے لئے مرشد و رہنما ضروری ہے۔

موسیٰ و خضر علیہم السلام

ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی جماعت میں بہت عالیشان بیان فرمایا ہے۔ وعظ کے بعد کسی نے پوچھا کیا آپ سے بڑا عالم بھی کوئی ہے فرمایا نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ تم سے بڑے عالم خضر علیہ السلام ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اُن کا پتہ پوچھا۔ فرمایا۔ جس جگہ دو دریا آپس میں ملتے ہیں وہ آپ کو وہاں ملیں گے اور اللہ تعالیٰ نے اس جگہ کی نشانی یہ بتائی کہ جس جگہ بھنی ہوئی مچھلی زندہ ہو کر دریا میں چلی جائے گی۔ وہاں ملیں گے۔ آپ نے مچھلی لی اور یوشع علیہ السلام (جو کہ آپ کے بھانجے تھے اور لائق شاگرد ہونے کی وجہ سے آپ کے خلیفہ بنے) اپنے خدمت گار کو ساتھ لیا اور چل دیئے۔

دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ جو کہ بحر فارس و بحر روم تھی۔ یہاں موسیٰ علیہ السلام و خضر علیہ السلام کی ملاقات ہونا تھی۔ جب وہاں پہنچے وہاں ایک پتھر کی چٹان تھی۔ اُس کے نیچے آبِ حیات کا چشمہ تھا سان دونوں بزرگوں نے وہاں آرام فرمایا اور ناشتہ کے لئے بھُنی ہوئی مچھلی ساتھ تھی سا سے جب پانی لگا تو وہ زندہ ہو کر پانی میں اُتر گئی۔ یوشع علیہ السلام بیدار تھے اور یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے۔ مگر جب موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوئے تو وہ آپ سے یہ واقع عرض کرنا بھُول گئے۔ اور دونوں وہاں سے چل پڑے۔ جب دوپہر کا وقت آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کھانا طلب کیا۔ یوشع علیہ السلام پریشان ہو گئے عرض کی حضور میں آپ کو بتانا بھُول گیا۔ وہ مچھلی تو وہیں پانی میں چلی گئی تھی۔ جہاں ہم نے آرام کیا تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات سُنی تو فرمایا چلو پھر واپس وہی ہماری منزل ہے۔ جب پھر اُسی مقام پر واپس آئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے میرے مقبول بندے کو پالیا۔ جسے ہم نے رحمت اور علم لدنی عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا (پ ۱۵)	اس سے موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا میں تمہارے ساتھ رہوں اس شرط پر کہ تم مجھے سکھا دو گے۔ نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی۔

یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کو علمِ طریقت کے حصُول کے لئے کہا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے جواب دیا۔

بے شک آپ ضرور میرے ساتھ چلیں مگر۔

قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا (پ ۱۵)

کہا آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔

یعنی آپ میرا کام دیکھ کر صبر نہ کر سکیں گے۔

حضرات!

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو علم غیب عطا فرمایا تھا آپ نے اُسی علم سے فرمایا کہ آپ صبر نہ کر سکیں گے جو بعد میں ہونا تھا وہ آپ نے پہلے ہی بتا دیا۔

آپ صبر بھی کیسے فرما سکتے تھے۔ جب کہ آپ ان کاموں سے متعلق ہی نہیں تھے۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام شریعت کے امام اور خضر علیہ السلام طریقت کے ماہر تھے۔ اسی لئے خضر علیہ السلام نے جو بھی کام کئے وہ شریعت کے خلاف تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنیوالا پاؤ گے اور میں آپ کے کسی کام پر اعتراض نہیں کروں گا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا اچھا اگر آپ لازمی ہی میرے ساتھ جانا چاہتے ہیں۔ تو میرے کسی کام پر اعتراض نہ کرنا۔ خاموشی سے چلتے جانا۔ میں خود ہی وضاحت کروں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ٹھیک ہے ایسے ہی ہوگا۔ پھر دونوں چلے اور ایک دریا کے کنارے پہنچے کشتی پر سوار ہونے کے لئے آگے بڑھے تو ملاح نے خضر علیہ السلام کو پہچان لیا۔ اور کرایہ لئے بغیر سوار کر لیا۔ جب کشتی دریا کے درمیان پہنچی تو حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کے نیچے سے دو پھٹے اکھاڑ دیئے۔ مگر پانی کا ایک قطرہ بھی کشتی میں نہ آیا۔ یہ دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام بول اُٹھے۔ کیا آپ نے کشتی کو اس لئے پھاڑا ہے کہ یہ تمام ڈوب جائیں۔ یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔ ایک ملاحوں نے ہم سے کرایہ بھی نہیں،

لیا۔ اور آپ نے ان کی کشتی کو خراب کر دیا۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ صبر نہیں فرما سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے چلو اب کوئی اعتراض نہیں کروں گا۔ پھر دونوں چلے حتیٰ کہ ایک میدان آ گیا۔ یہاں بچے کھیل رہے تھے ان میں ایک بچہ جیسور نامی نہایت ہی خوبصورت وحسن وجمال والا تھا۔ خضر علیہ السلام اسے دیوار کی آڑ میں لے گئے اور اُسے قتل کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا ۔ (پ ۱۵)	فرمایا تم نے ایک بے گناہ کو قتل کر ڈالا تم نے بہت بُرا کیا

خضر علیہ السلام نے فرمایا میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ صبر نہیں کر سکیں گے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ اگر اس کے بعد میں نے آپ پر کوئی اعتراض کیا تو پھر بے شک آپ مجھے ساتھ نہ رکھیں۔ پھر دونوں چلے ایک بستی جس کا نام انطاکیہ تھا، کے پاس سے گزرے۔ بھوک لگی ہوئی تھی بستی والوں سے کہا ہم تمہارے مہمان ہیں۔ ہمیں بھوک لگ رہی ہے۔ کھانا چاہیئے وہ کہنے لگے یہاں مہمانوں کا کوئی بندوبست نہیں۔ کہیں اور جگہ چلے جاؤ۔ جب اس بستی سے نکلنے لگے کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک دیوار (جو تقریباً سو گز اونچی تھی) گرنے والی ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس دیوار کو ہاتھ سے سیدھا کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے اعتراض تو کوئی نہیں، مگر ان لوگوں نے ہمیں کھانا بھی نہیں کھلایا اور آپ ان کی دیواریں سیدھی کر رہے ہیں۔ اگر تم چاہتے تو اس پر کچھ اُجرت لے لیتے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا۔ میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ آپ میرے کام پر صبر نہیں کر سکیں گے۔

قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ (پ۱۶)	فرمایا یہ میری اور آپ کی جُدائی ہے۔

جلتے ہوئے حضرت خضر علیہ السّلام نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ آپ کو ان کاموں کا باطن بھی بتا دوں۔ جن کے ظاہر پر آپ نے اعتراض کیا تھا۔

۱۔ وہ کشتی جو میں نے پھاڑ ڈالی تھی اس کے مالک غریب لوگ تھے اور وہ اس کے ذریعہ اپنے بال بچوں کی روزی کماتے تھے اور جس دن ہم سوار ہوئے تھے۔ اس وقت دریا کے دوسرے کنارے ایک ظالم بادشاہ (جس کا نام جلندی بن کرکر تھا۔ جو اندلس کی لبنی قرطبہ کا بادشاہ تھا) بیٹھا ہوا تھا۔ جو کشتی بھی صحیح وسالم دیکھتا اسے چھین لیتا میں نے سوچا کہ کشتی کو عیب لگا دوں تاکہ ان غریبوں کی کشتی بچ جائے۔

۲۔ وہ بچہ جو میں نے قتل کیا تھا۔ اس کے والدین مومن ہیں۔ لیکن اُس بچّے کی پیشانی پر کافر لکھا ہوا تھا اور والدین کو اس سے بہت پیار تھا۔ میں نے سوچا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس بچّے کی محبّت میں والدین بھی کافر ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ اس کے والدین کو اس سے بہتر بچّہ عطا فرما دے گا۔

۳۔ رہی وہ دیوار جسے میں نے اپنے ہاتھ سے سیدھا کر دیا تھا۔ اس دیوار کے مالک یتیم بچّے تھے (بچّوں میں ایک کا نام اَحرم اور دوسرے کا نام حریم تھا) اور اس دیوار کے نیچے ان کے باپ نے خزانہ دفن کر دیا تھا۔

وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ج (پ۱۶)	اور ان کا باپ نیک آدمی تھا۔

اگر وہ دیوار گر جاتی تو خزانہ لوگ لوٹ کر لے جاتے اور یہ بچے ابھی چھوٹے ہیں۔ میں نے اس دیوار کو سیدھا کیا تاکہ ان یتیموں کا حق ضائع نہ ہو جائے۔ جب یہ بچے جوان ہوں گے تو ہم انہیں بتا دیں گے کہ تمہارے باپ نے اس دیوار کے نیچے تمہارے لئے خزانہ رکھا ہوا ہے اور جو کچھ بھی میں نے کیا اپنے حکم سے نہ کیا۔ اور یہی ان باتوں کا راز ہے۔ جس پر آپ صبر نہ کر سکے۔

حضراتِ گرامی!

اس پورے واقعہ سے معلوم ہوا کہ جو علم حاصل کرنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے پاس گئے تھے۔ وہ علمِ شریعت نہ تھا۔ بلکہ علمِ طریقت تھا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی پر حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے اس کی وحی فرما دیتا اور حضرت خضر علیہ السلام کے پاس نہ بھیجتا۔

یاد رہے کہ علمِ طریقت زبان سے نہیں بلکہ صحبت اور نظر سے سکھایا جاتا ہے۔

طیبہ سے منگائی جاتی ہے
سینوں میں چھپائی جاتی ہے
توحید کے مئے پیالوں سے نہیں
نظروں سے پلائی جاتی ہے

اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ کے ولی کے پاس جانا اللہ تعالےٰ کے پیارے نبی کی سنت ہے۔

بلکہ رب تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ:۔

فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ | پس پوچھو اہل ذکر سے اگر تم نہیں جانتے۔

میرے بزرگو اور دوستو!

اسی طرح حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے توبہ کرنے اور دنیاوی تخت و تاج کو ٹھکرا کر ولایت کے عظیم مرتبہ پہ فائز ہونے کا سبب بھی اہل طریقت کی نظر کا اثر ہے۔

بلخ کا بادشاہ!

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ آپ بلخ کے بادشاہ تھے: ایک دفعہ رات کو آپ اپنے محل میں عالی شان تخت پر آرام فرما تھے۔ کہ اچانک آپ بیدار ہوتے اور محل کی چھت سے کسی کے چلنے کی آواز آئی حیران ہوئے کہ کون ہے جو اس وقت میرے محل کی چھت پر پھر رہا ہے۔ کیا اسے علم نہیں کہ یہ بادشاہ کا محل ہے۔ آواز دے کر پوچھا کون ہے۔ چھت پر چلنے والے نے جواب دیا۔ اے بادشاہ وقت میں ایک مفلس اور غریب آدمی ہوں۔ میرا اونٹ گم گیا ہے۔ اس کی تلاش میں پھر رہا ہوں۔ حضرت ابراہیم بن ادھم نے کہا ارے بیوقوف کبھی اونٹ چھتوں سے بھی ملے ہیں۔ اس نے جواب دیا جناب اگر چھت سے اونٹ نہیں مل سکتا تو ریشمی مخمل کے بستر پر خدا بھی نہیں مل سکتا۔ حضرت ابراہیم نے یہ سنا تو کانپ گئے اور دل میں تذبذب سا پیدا ہو گیا۔ کہ یہ کیسا جواب ہے۔ ساری رات بے آرامی میں گزر گئی۔ صبح ہوتی بادشاہ کا دربار لگا۔ روزمرہ کے معمول کے مطابق ابراہیم تختِ شاہی پہ بیٹھے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اچانک دربار میں ایک شخص بڑے جاہ و جلال اور رعب و دبدبہ کے ساتھ داخل ہوا اور تخت کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کدھر آئے ہو۔ کہاں سے آئے ہو۔

اور کون ہو آنے والے نے جواب دیا کہ میں تمہاری اس سرائے میں چند دن ٹھہرنا چاہتا ہوں۔ حضرت ابراہیم بن ادھم نے سرائے کا لفظ سُنا تو چونک گئے کہنے لگے ارے خدا کے بندے یہ تمہیں سرائے نظر آتی ہے۔ یہ تو ایوانِ سلطنت ہے۔ بادشاہ کا دربار ہے۔ اس نے کہا مجھے بتاؤ۔ کہ آپ سے پہلے یہاں کون تھا۔ آپ نے فرمایا۔ مجھ سے پہلے میرا باپ تھا۔ اس نے کہا آپ کے باپ سے پہلے فرمایا میرا دادا۔ اسی طرح پشت در پشت گنوانے کے بعد اُس نے پُوچھا۔ آپ کے بعد یہاں کون ہوگا۔ آپ نے فرمایا میرا بیٹا۔ اس کے بعد میرا پوتا۔ حتیٰ کہ اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ پھر اس بارعب شخص نے کہا۔ ذرا سوچیے کہ جس جگہ اتنے آدمی آئیں اور جائیں۔ وہ سرائے نہیں تو اور کیا ہے۔ اس آدمی نے اتنا کہا اور چل دیا۔ آپ تو پہلے بھی پریشان تھے۔ مگر جب اس اجنبی آدمی سے سوال وجواب ہوئے تو اور بھی زیادہ مضطرب ہو گئے۔ آپ نے تخت کو چھوڑا۔ اور اس اجنبی کی تلاش میں نکل گئے۔ جب وہ نظر آگئے تو قریب جا کر پوچھا یہ تو بتاؤ تم کون ہو۔ اس بزرگ شخصیت نے اپنا چہرہ ابراہیم کی طرف کرتے ہوئے فرمایا میں خضر علیہ السلام ہوں۔ یہ سُن کر آپ تڑپ اٹھے۔ دل سے عشقِ الٰہی کی کرن پھوٹ پڑی۔

اس کے بعد آپ واپس اپنے محل کی طرف آرہے تھے۔ کہ غیبی آواز آئی اے ابراہیم اس وقت سے پہلے جاگو۔ جب تمہیں موت کے ذریعہ جگایا جائے۔ یہ آواز سنی تو کیفیت ایسی بدلی کہ دل کی دنیا اور ہوگئی۔ دنیا کی کرسی کو ٹھکرا دیا اور جنگلوں بیابانوں میں یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔

اس کے بعد ایک غار میں چھپ کر ذکرِ الٰہی کرنے لگے۔ حتیٰ کہ نو سال گزر گئے۔ ادھر لوگوں کو خبر ہوگئی۔ کہ ابراہیم بن ادھم تو اس غار میں ہیں۔

آپ نے سوچا اب اگر یہاں رہوں تو ہو سکتا ہے کہیں دل میں ریاکاری نہ آ جائے۔ آپ غار سے نکل کر مکہ معظمہ کی جانب چل پڑے۔ راستہ میں آپ کو ایک مردِ خدا ملے۔ جنہوں نے آپ کو اسم ذات کی تعلیم دی۔ جب وہ بزرگ تشریف لے گئے تو حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا۔ اے ابراہیم جس نے تمہیں اسم ذات سکھایا ہے۔ کیا اُسے جانتے ہو۔ آپ نے عرض کی نہیں فرمایا۔ وہ میرے بھائی الیاس علیہ السلام تھے اور میں تیرا مرشد و رہنما بھی ہوں۔ کیونکہ میں نے ہی تجھے راہِ طریقت پر چلایا ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

؎ طیبہ سے منگائی جاتی ہے
سینوں میں چھپائی جاتی ہے
توحید کے مے پیالوں سے نہیں
نظروں سے پلائی جاتی ہے

حضراتِ محترم!

راہِ طریقت کی منازل طے کرنے اور معرفتِ الٰہی کے حصول کے لئے حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مُرشد کی تلاش میں نکلنا پڑا۔

سلطان العارفین!

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ بی بی راستی نے ایک دن اپنے لختِ جگر کو فرمایا۔ بیٹا معرفت کے حصول کے لیئے مرشد ضروری ہے اور یہ راستہ روشنی کے بغیر طے نہیں ہو سکتا۔ روشنی تلاش کرو۔ سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے کہا امی جان میرے مرشد تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

اب مجھے کسی مرشد کی کیا ضرورت۔ بی بی راستی نے بیٹے کو سینے سے لگا لیا اور فرمایا بیٹا اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کامل مُرشد کون ہو سکتا ہے۔ لیکن بیٹا معرفت کی دنیا کا نظام یہی ہے کہ ظاہری رہبر کی رہبری ضرور حاصل کی جائے۔ اس کے بغیر حقیقی معرفت حاصل نہیں ہوتی۔ جیسے ظاہری شریعت کی پیروی کے بغیر باطنی سربلندی نہیں ملتی۔ بی بی راستی نے سلطان العارفین کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ سنایا۔ بیٹا ان کے کامل ہونے میں کسی کو شبہ ہو سکتا ہے۔ وہ تو کلیم اللہ ہیں۔ انہیں خدا تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل تھا۔ پھر بھی ظاہری واسطہ لازم قرار پایا اور انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کی پیروی کی۔ دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہ گئے۔ پھر ان پر وہ اسرار و رموز بھی منکشف ہوئے جو پہلے منکشف نہیں ہوتے تھے۔ ماں کی ترغیب سلطان العارفین کے دل کو لگ گئی۔ آپ نے بے قراری سے پُوچھا۔ امی جان روشنی کہاں ہے۔ میں کس سمت جاؤں۔ بی بی راستی نے فرمایا۔ بیٹا مجھے معرفت کی خوشبو مشرق کی سمت سے محسوس ہوتی ہے۔ سلطان العارفین نے اس وقت ماں سے اجازت لی اور مشا نہ وار مُرشد کی تلاش میں نکلے۔ قریہ قریہ، بستی بستی کی خاک چھانی اور جنگلوں، بیابانوں کی کٹھن مسافتوں کو طے کیا۔ مُرشد کی تلاش کے راستوں میں سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کئی مجذوبوں، درویشوں اور فقیروں سے ملے۔ لیکن نگاہ کی کسوٹی پر کوئی بھی پُورا نہ اُترا۔ البتہ مختلف فقراء سے انہوں نے بغداد کے شاہ حبیب اللہ قادری کا تذکرہ جگہ جگہ سُنا اور دل میں بغداد جانے کا شوق بڑھتا گیا۔ آخر اسی شوق میں انہوں نے رختِ سفر باندھا۔ اور ہندوستان سے عراق تک اپنی زندگی کا سب سے طویل سفر کیا۔ اور بغداد میں شاہ حبیب اللہ کی خانقاہ میں پہنچے۔ خانقاہ درویشوں

زائروں اور خدام سے بھری ہوئی تھی۔ شاہ حبیب اللہ کا طریقہ تھا کہ وہ اپنی خانقاہ میں پانی کی ایک دیگ آگ پر ہر وقت گرم رکھتے تھے۔ اور جو بھی اس دیگ میں ہاتھ ڈالتا۔ وہ صاحبِ کشف ہو جاتا تھا۔ حضرت سلطان العارفین نے دیکھا کہ طالبین جوق در جوق، شوق در شوق اور موج در موج آ رہے ہیں اور شاہ حبیب اللہ کے اشارے پر باری باری دیگ میں ہاتھ ڈال رہے ہیں۔ سلطان العارفین ایک طرف بیٹھ کر بڑی خاموشی سے یہ منظر دیکھتے رہے۔ کچھ دیر بعد اچانک شاہ حبیب اللہ کی نظر اس پردیسی پر پڑی۔ اور سلطان باہو سے کہا معلوم ہوتا ہے کہ کہیں دور سے آئے ہو۔ مگر علیحدہ کیوں بیٹھے ہو۔ اٹھو اور دیگ میں ہاتھ ڈال کر اپنی مراد حاصل کر لو۔ سلطان العارفین اٹھ کر آپ کے قریب گئے۔ اور عرض کی قبلہ میری مراد ایسی نہیں ہے جو اس طرح پوری ہو۔ کشف و کرامت کے یہ کھلونے مجھے متاثر نہیں کر سکتے۔ میں وہ پرندہ ہوں۔ جس کی پرواز سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ کر بھی پوری نہیں ہوتی۔ میرا شوق لاہوت کی بسیط فضا چاہتا ہے۔ میری انتہائی منزل وہ مقام ہے۔ جہاں ذاتِ حق کے سوا کوئی نہ ہو۔ شاہ حبیب اللہ چونک پڑے کہنے لگے۔ اے درویش بے شک تیری آرزو بلند ہے۔ مگر یہ جانتا ہے کہ بلند آرزو و مراحل کتنے سختی مانگتے ہیں۔ سلطان العارفین نے بڑی جوانمردی سے کہا۔ قبلہ حکم دیجئے۔ شاہ حبیب اللہ نے کہا تو کچھ روز مجاہدہ کرو۔ فی الحال خانقاہ میں پانی بھرا کرو۔ انہوں نے ایک خادم کو اشارہ کیا۔ خادم نے ایک مشکیزہ لا کر سلطان باہو کے حوالے کر دیا۔ آپ نے مشکیزہ سنبھال لیا۔ اُسے پانی سے بھرا اور خالی حوض میں ڈال دیا۔ حاضرین نے حیرانی سے دیکھا کہ سلطان باہو کے پہلے ہی مشکیزہ سے حوض لبالب بھر گیا۔ صرف حوض ہی نہیں بلکہ خانقاہ کا صحن بھی بھیگنے لگا۔

شاہ حبیب اللہ نے تحمل کے ساتھ یہ ماجرا دیکھا اور اپنے قریب کھڑے مریدوں سے کہا یہ درویش کوئی مایۂ طلب معلوم نہیں ہوتا۔ انہوں نے سلطان العارفین کو اپنے قریب بلایا اور پوچھا کیا آزمائش کے لئے تیار ہے۔ سلطان باہو نے بلا تامل آمادگی ظاہر کر دی۔ شاہ حبیب اللہ نے سوال کیا۔ تیرے پاس دُنیا کا کچھ مال و متاع ہے۔ سُلطان باہُو رحمۃ اللہ علیہ نے ہاں میں جواب دیا۔ شاہ حبیب اللہ برجستہ بولے۔ فقر اور مال کا کیا میل۔ ایک میان اور دو تلواریں، ایک دِل اور دو محبتیں یہ دو کیسے جمع ہو سکتی ہیں۔ اس کے بعد سلطان باہو گھر آئے اور سارا مال و متاع گھر سے باہر پھینک دیا اور دنیا سے بالکل بے خبر ہو کر ایک بار پھر شیخ حبیب اللہ کی خانقاہ میں پہنچ گئے۔ شیخ حبیب اللہ نے سلطان باہو کو سینے سے لگا کر کامل نظر سے آپ پر توجہ دی۔ ان کی توجہ کے باعث سلطان باہو پر کچھ قلبی واردات ہوئیں۔ اس کے بعد شیخ نے پوچھا سلطان بتاؤ مراد پوری ہوئی کچھ مشاہدہ کیا۔ سلطان باہو نے دست بستہ عرض کی۔ یا شیخ جو مقامات مجھ پر اس وقت منکشف ہوتے ہیں۔ ان سے تو میں گہوارے ہی میں گزر چکا تھا۔ میری تمنا اس سے سوا ہے۔ شیخ نے کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ امتحان کے طور پر بیٹھے بیٹھے سلطان باہو کی نظروں سے اچانک اوجھل ہو گئے۔ سلطان باہو نے بھی دیر نہیں کی۔ آپ نے بھی پرواز کی اور شیخ حبیب اللہ کا تعاقب کرتے کرتے ایک کھیت میں جا پہنچے وہاں انہوں نے ایک ضعیف کاشتکار کو دیکھا۔ کاشتکار بیلوں کی جوڑی لئے ہوئے ہل چلانے میں مصروف تھا۔ سلطان باہو نے ایک خرقہ پوش کا رُوپ دھارا اور کاشتکار کے پاس جا کر کہا۔ بابا یہ ضعیفی اور اتنی مشقت مجھے ترس آرہا ہے۔ آپ کیوں تکلیف اٹھاتے ہیں۔ جائیے آپ آرام کیجئے اور ہل مجھے دیجئے۔

ضعیف کاشت کار کے روپ میں دراصل شیخ حبیب اللہ ہی چلا رہے تھے۔ وہ سلطان باہو کی یہ پیشکش سُن کر ہنس دیئے۔ اور دوبارہ اپنی اصل صورت میں لوٹ آئے۔ پھر وہ دونوں ایک ساتھ وہاں سے واپس ہوئے۔ لیکن واپسی کا فاصلہ ابھی صرف چند قدم طے ہوا ہوگا۔ کہ شیخ حبیب اللہ چلتے چلتے پھر کہیں غائب ہوگئے۔ سلطان باہو نے بھی ان کی پیروی کی اور پیروی کرتے ہوئے ہندوؤں کی ایک دور دراز آبادی میں پہنچ گئے۔ وہاں انہوں نے ایک بوڑھے برہمن کو دیکھا۔ برہمن کے ہاتھ میں زعفران اور رنگ سے بھرا ہوا ایک برتن تھا اور وہ بازار سے گزرنے والوں کے ماتھوں پر تلک لگا رہا تھا۔ سلطان باہو نے بھی ایک نوجوان کی ہئیت اختیار کر لی اور جب برہمن ان کے قریب سے گزرا تو اس کے سامنے پہنچ کر کہا بابا میرا ماتھا بھی خالی ہے۔ دوسرے ہی لمحے سلطان باہو کے سامنے برہمن کے بجائے شیخ حبیب اللہ کھڑے مسکرا رہے تھے۔

انھوں نے سلطان باہو کا ہاتھ تھام لیا اور آگے بڑھ گئے اور صرف چند قدم چلنے کے بعد وہ تیسری بار کہیں غائب ہوگئے۔ اس بار ان کے غائب ہونے کی رفتار خاصی تیز تھی۔ سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سُرعت سے ان کا تعاقب کرتے ہوئے ایک مسجد میں پہنچ گئے۔ وہاں ایک بوڑھا استاد بچوں کو قرآن مجید پڑھا رہا تھا۔ حضرت سلطان العارفین نے خود کو ایک بچے کی حالت میں تبدیل کیا اور ہاتھ میں قاعدہ لے کر استاد کے پاس پہنچے اور دوزانو بیٹھ گئے۔ پھر ایک حرف پر انگلی رکھ کر پوچھنے لگے۔ بابا یہ کیا ہے۔ اس بار شیخ نہ مسکرائے نہ ہنسے بلکہ انہوں نے آب دیدہ ہو کر سلطان باہو کو سینے سے لگا لیا۔ اور بولے بس بس بہت ہو چکا۔ سلطان باہو نے قاعدے کے حرف سے انگلی نہیں ہٹائی تھی کہ آپ نے دوبارہ پوچھا بابا یہ کیا ہے شیخ حبیب اللہ بولے بھلا میں تجھے کیا بتا سکتا ہوں کہ یہ کیا ہے اور وہ کیا ہے۔ سلطان تو میرے بس کا نہیں ہے،

دونوں خانقاہ لوٹے۔ یہاں آکر شیخ حبیب اللہ نے سلطان باہو سے کہا، برادر تو جس نعمت کا مستحق ہے۔ وہ میرے امکان میں نہیں ہے۔ ہاں میرے شیخ عبدالرحمان قادری کی خدمت میں جاؤ وہ ہند کے مشہور شہر دہلی میں موجود ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ تیرا حصہ وہیں ہے۔

دہلی میں شیخ عبدالرحمان قادری کی خانقاہ کا گوشہ گوشہ درود وظائف سے گونج رہا تھا۔ فرداً فرداً بھی عبادت میں مصروف تھے اور اجتماعی طور پر بھی شیخ عبدالرحمان ایک کونے میں بیٹھے ہوئے مراقبہ کر رہے تھے۔ چند مرید اور خدام ان کے دائیں بائیں ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ یکایک شیخ نے مراقبہ ختم کیا۔ آنکھیں کھولیں اور اپنے خاص خادم سے مخاطب ہوئے کہ دیکھو جلدی کرو۔ اور باہر دوڑو کچھ فاصلے پر پہنچ کر تمہیں سفر کی گرد میں اَٹا ہوا، ایک گریبان چاک، شکستہ حال درویش نظر آئے گا۔ جلد از جلد اُس کے پاس پہنچو اور اسے مکمل عزت و احترام سے یہاں لے آؤ۔ وہ ہمارا باہو ہے۔ خادم ارشاد کی تعمیل باہر نکلا اور اپنی پوری رفتار سے دوڑتا ہوا اس مقام پر پہنچ گیا جہاں سے سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ آرہے تھے۔ اس نے آگے بڑھ کر سلطان باہو کے پاؤں چھوئے اور احتراماً ان سے ایک قدم پیچھے ہو کر خانقاہ کے راستے کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت ادھر چلنا ہے خادم کی معیت میں سلطان باہو شیخ عبدالرحمان کے رُو برُو گئے۔ تو شیخ فوراً ان کا ہاتھ تھام کر علیحدگی میں لے گئے اور پھر کسی قیل و قال کے بغیر ہی سلطان باہو کو وہ نعمت حاصل ہو گئی۔ جس کی تلاش میں وہ پہلے دن سے چلے تھے۔ شیخ عبدالرحمان نے اسی وقت آپ کو واپس کر دیا۔ سلطان باہو سرشاری و سرمستی کے عالم میں خانقاہ سے نکلے اور مختلف بازاروں سے گزرتے ہوئے ہر خاص و عام پر توجہ دیتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ جس پر

بھی ان کی توجہ ہو جاتی وہ ایک دم بے خود وبے حال ہو جاتا۔ اس کے بعد سلطان باہو چلتے چلتے جامع مسجد پہنچ گئے۔ جمعہ کا روز تھا۔ ہر طرف سر ہی سر نظر آ رہے تھے رعایا کے علاوہ بادشاہ بھی سلطنت کے دیگر ارکان کے ساتھ بنفس نفیس موجود تھا۔ بھیڑ کی وجہ سے سلطان باہو کو وہاں جگہ ملی جہاں نمازیوں کے جوتے رکھے ہوئے تھے۔ سلطان باہو وہیں بیٹھ گئے۔ اور جب نماز ختم ہوئی تو انہوں نے یکدم پورے مجمع پر توجہ کی کہ جامع مسجد یا حق یا حق کے نعروں سے گونجنے لگی۔ لوگ مسلسل وجد کے عالم میں یا حق یا حق کی صدائیں لگا رہے تھے، معمولی سے معمولی شخص پر جذب و حال کی کیفیت طاری تھی۔ لیکن بادشاہ، قاضی اور کوتوال اس کیفیت سے محروم رہے۔ پھر جب سلطان باہو نے توجہ منقطع کی اور مجمع کی حالت معمول پہ آئی تو بادشاہ، قاضی اور کوتوال نے سلطان کے قریب جا کر پوچھا ہمارا کیا قصور رہے کہ ہم اس نعمت سے محروم رکھے گئے ہیں۔ حضرت سلطان العارفین نے فرمایا ہم نے تو سب پر یکساں توجہ کی تھی مگر تم تینوں پہ اثر نہیں ہوا۔ یہ بارش کا قصور نہیں ہے۔ کیونکہ باغ میں پھول اگتے ہیں اور جنگل میں کانٹے۔ اصل میں تمہارے دل سخت ہو چکے ہیں۔ آخر انہوں نے سر جھکا کر دست بستہ استدعا کی کہ ہمیں فیض کی لذت سے محروم نہ رکھیئے، سلطان باہو نے ان کی استدعا قبول کرتے ہوئے بادشاہ سے کہا ہماری دو شرائط ہیں۔ ایک یہ کہ تو اور تیری اولاد ہمارے اور ہماری اولاد کے لیے مال و متاع کی رعایت کبھی نہ کرے۔ دوسری یہ کہ تیری اولاد ہمارے مکانوں پر کبھی نہ آئے۔ بادشاہ نے اقرار کر لیا۔ سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو خاص توجہ سے فیض یاب کیا۔ پھر آپ بازاروں میں نکلے اور راہ گیروں پہ توجہ صرف کرنے لگے۔ اس صورت حال سے شہر میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ خلقت کے انبوہ سے راستے بند ہونے لگے۔ کسی نے دوڑ کر شیخ عبدالرحمٰن

کو یہ خبر پہنچائی کہ ایک ولی اللہ نے دِلّی کے بے شمار لوگوں کو وجد و حال میں مبتلا کر رکھا ہے۔

شیخ عبدالرحمان نے اطمینان سے کہا جا کر دریافت کرو کون ہے۔ کہاں سے آیا ہے۔ کس خاندان اور کس سلسلہ سے تعلق رکھتا ہے۔ شیخ کے خدام گئے۔ اور دیکھا کہ یہ تو سلطان باہو ہیں واپس شیخ کے پاس پہنچے عرض کی سرکار وہی درویش ہے۔ جسے آج آپ نے فیض بخشا تھا۔ شیخ عبدالرحمان نے حکم دیا۔ اُسے فوراً یہاں لے آؤ۔ اس طرح سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ دوسری بار شیخ کے پاس پہنچے۔ شیخ نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا۔ باہو کیا ہم نے تجھے یہ نعمت اس لئے دی تھی کہ تو اُسے عام کرتا پھرے۔ سلطان باہو نے ادب سے کہا۔ قبلہ عورت جب بازار سے کوئی برتن خریدتی ہے تو اسے ٹھونک بجا کر دیکھتی ہے کہ کیسا ہے۔ شیخ عبدالرحمان نے تبسم فرمایا اور کہنے لگے میں منع نہیں کرتا یہ نعمت اسی لئے ہے کہ عام کی جائے۔ لیکن اسے اتنا بھی سستا نہ کر۔ یہ بوجھ ہر کوئی نہیں اٹھا سکتا۔ یہ کہہ کر انھوں نے سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ پر مزید توجہ دی اور انہیں وطن واپس جا کر رشد و ہدایت کی محفل سجانے کا حکم دیا۔ اور پھر سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے شورکوٹ پہنچ کر زور و شور سے تلقین و تبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ (سیر الاخیار صفحہ ۵۸)

طیبہ سے منگائی جاتی ہے — سینوں میں چھپائی جاتی ہے
توحید کی مے پیالوں سے نہیں — نظروں سے پلائی جاتی ہے

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بزرگانِ دین و اولیاءِ عظام کے نقشِ قدم پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مرنے کے بعد زندہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ○

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عقیدت ومحبت کے ساتھ ہدیۂ درود وسلام پیش کریں۔

حضراتِ محترم!

میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید فرقانِ حمید کی جو آیۂ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے نیک اعمال کرنے والوں کے اجر و ثواب کا تذکرہ فرمایا ہے۔

چنانچہ خداوندِ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (پ ۱۴)	جو اچھا کام کرے مرد ہو یا عورت اور ہو ایمان والا تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی جلائیں گے۔

حضراتِ گرامی!

اس آیۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں جو بھی اچھا عمل کریگا احکامِ خداوندی بجا لائے گا۔ ارکانِ اسلام پر عمل پیرا ہو گا۔ قرآنِ حکیم کے اصولوں پر کاربند رہے گا۔ ہم اسے حیاتِ طیبہ عطا فرمائیں گے۔ مگر شرط یہ ہے کہ نیک عمل کرنے والا، ایمان والا ہو۔

معزز سامعین!

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اعمالِ صالح کرنے والوں کو ان کے انعام و اکرام و اجر و ثواب کا ذکر کرتے ہوئے جنت کی خوشخبری دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْ	اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کچھ دیر جاتی ہے کہ

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا (پ۵)	ہم انہیں باغوں میں لے جائیں گے۔ جن کے نیچے نہریں بہیں۔ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں۔

اللہ کا سچا وعدہ اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے اور دسویں پارہ میں فرمایا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِىْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (پ۱۰)	اللہ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے باغوں کا وعدہ دیا ہے۔ جن کے نیچے نہریں رواں ان میں ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ مکانوں کا، بسنے کے باغوں میں اور اللہ کی رضا سب سے بڑی یہی ہے بڑی کامیابی۔

اور پندرہویں پارہ میں ارشاد فرمایا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا	بے شک جو ایمان لائے اور نیک کام کئے ہم ان کا اجر

لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا (پ ۱۵)	ضائع نہیں کرتے جن کے کام اچھے ہوں۔

حضرات!

ان قرآنی آیات سے معلوم ہوا کہ جو بھی اچھے اعمال کرے گا۔ اس کا کوئی عمل بھی ضائع نہیں ہوگا۔ اسے جنت کے اعلیٰ مکان عطا کئے جائیں گے وہ جنت جس میں طرح طرح کی نعمتیں ہوں گی اور نہریں جاری ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی۔ جو سب سے بڑی کامیابی ہے۔

حضرات!

اب دیکھنا یہ ہے کہ حیاتِ طیبہ کسے کہتے ہیں۔

بہتر زندگی!

تفسیر صاوی علی الجلالین میں ہے۔

فَالْحَيَاةُ الطَّيِّبَةُ فِي الدُّنْيَا بِالتَّوْفِيْقِ لِلطَّاعَةِ وَالرِّزْقِ الْحَلَالِ وَفِي الْقَبْرِ بِالرَّاحَةِ مِنَ النَّكَدِ وَالتَّعَبِ وَفِي الْجَنَّةِ بِالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ۔ (صاوی علی الجلالین ص ۲۷۵ ج ۱)	پس حیاتِ طیبہ دنیا میں اطاعت و فرمانبرداری کی توفیق حاصل ہونا اور رزقِ حلال ملنا اور قبر میں عذابِ قبر سے سکون میسر آنا اور جنت میں ہمیشہ کی نعمتیں نصیب ہونا ہے۔

میرے بزرگو اور دوستو!

جیسا کہ آپ نے سُنا کہ حیوٰۃِ طیبہ وہ زندگی ہے۔ جس میں انسان کو دنیاوی زندگی میں نیکی کی توفیق ملتی ہے اور رزق حلال حاصل ہوتا ہے اور مرنے کے بعد قبر میں اُسے چین اور سکون میسّر آتا ہے اور جنّت میں ہمیشہ کی نعمتیں نصیب ہوں گی۔ آپ جانتے ہیں کہ اس دنیا میں انسان کتنا بھی مالدار کیوں نہ ہو۔ مگر وہ سکون میں نظر نہیں آتا کیوں نہیں اس لئے کہ وہ صرف دنیا دار ہے۔ سکون کب میسّر ہوگا۔ جب وہ اپنے مالکِ حقیقی کو یاد کرے گا تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرے گا۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد پورے کرے گا۔ پھر زندگی میں بھی اطمینان ملے گا۔ اور مرنے کے بعد تو اس کی زندگی اس دنیاوی زندگی سے بھی بہتر ہو جائے گی۔

فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً	ہم بہتر زندگی عطا فرمائیں گے

شاعر کہتا ہے کہ:۔

س جنہاں عشق نمازاں پڑھیاں اوہ کدے نئیں مَردے
کامل ولیاں دے دَر اُتّے اَج وی دیوے بَلدے

ارے کبھی اُجڑیاں گھراں نے کھولیاں وتاج دیوے نئیں بلے۔ دیوے او نھے ہی بَلدے نیں جنّھے کوئی وَسدا ہووے۔

الحمدللہ! اللہ کے ولیوں کی قبروں پر آج بھی دیوے بلتے ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک بلتے ہی رہیں گے۔

اس لئے کہ!

کون کہتا ہے کہ مومن مر گئے
قید سے چھوٹے وہ اپنے گھر گئے

مرنے کے بعد زندہ!

مشکوٰۃ المصابیح کے ص۱۲ کے حاشیہ میں مذکور ہے کہ :-

اَوْلِیَاءُ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ وَلٰکِنْ یَنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارِ الْفَنَاءِ اِلٰی دَارِ الْبَقَاءِ

اولیاء اللہ مرتے نہیں۔ بلکہ دار الفناء سے دار البقاء کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔

اور امداد المشتاق میں مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔
فقیر مرتا نہیں ہے صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل ہوتا ہے اور فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہوگا۔ جو اس کی ظاہری زندگی میں ہوتا ہے
(امداد المشتاق ص۱۱۳)

حضرات محترم!
مشکوٰۃ شریف اور امداد المشتاق سے ثابت ہوا کہ اللہ والے مرنے کے بعد بھی زندہ ہوتے ہیں۔

حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کی ہویا بُت دُور گیا دل ہر گز دُور نہ تھیوے ہُو!
سیاں کوہاں تے میرا مُرشد دسلامیتوں وچ حضور تھیوے ہُو
جیہندے اندر عشق دی رتی اوہ بناں شرابوں کھیوے ہُو
تے نام فقیر تنہاں دا باہُو قبر جنہاں دی جیوے ہُو

نظام الدین اولیاء!

حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ جب آپ کا انتقال ہوا تو حضرت رکن الدین ابوالفتح سہروردی عیادت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ اور انہوں نے ہی آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ جنازہ جا رہا تھا اور مخلوق کا ایک اژدھام تھا۔ راستے میں ایک طوائف بڑے درد کے ساتھ یہ گاتی جا رہی تھی کہ

؎ اے تماشا گاہِ عالم روئے تو
تو کجا بہرِ تماشا میروی

کہ سارا جہان تو تجھے دیکھنے آ رہا ہے، مگر تو کسے دیکھنے جا رہا ہے۔

اسی وقت جنازہ سے ہاتھ باہر آ گیا۔ حضرت رکن الدین نے ڈدڑ کر روکا سمجھتی نہیں کہ یہ عاشقِ ربانی کا جنازہ ہے اور جو عشقِ الٰہی میں مر گیا۔ وہ مرتا نہیں، زندہ ہوتا ہے۔ اسے فنا نہیں، اسے بقا ہے۔ قبر میں نعش اتاری گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جلوہ گر دیکھا۔ اتنا اثر ہوا کہ باہر نکلتے ہی بے ہوش ہو گئے۔

؎ جنہاں عشق نمازاں پڑھیاں اوہ کدے نئیں مردے
کامل ولیاں نے در اُتے اَج وی دیوے بلدے

کفن چور بخشا گیا!

بغداد شریف میں ایک اللہ کی ولیہ عورت تھی۔ جب وہ فوت ہو گئی تو اس کے جنازہ میں بہت لوگوں نے شرکت کی اور ان کی نمازِ جنازہ پڑھنے والوں میں ایک کفن چور بھی تھا۔ اس نے بھی جنازہ پڑھا۔ جب رات ہوتی تو

کفن چور اپنے معمول کے مطابق اس ولیہ کی قبر پر گیا۔ قبر کو کھودا۔ جب کفن اتارنے کے لئے ہاتھ نیچے کیا تو اس عورت نے کفن چور کا ہاتھ پکڑ لیا۔ کہنے لگی کیا جنتی ہو کر جنتی کا کفن اتارتا ہے۔ یہ سن کر چور خوفزدہ ہو گیا۔ اور عرض کرنے لگا اے اللہ کی بندی تو جنتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ مگر یہ بتاؤ کہ میں کیسے جنتی بنا۔ تو اس نیک بی بی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے اور جس نے بھی میرا جنازہ پڑھا ہے اس کو بھی بخش دیا ہے اور تو بھی میرے جنازے میں شامل تھا لہٰذا تو بھی جنتی ہے۔ یہ سنا تو اس کفن چور نے توبہ کی اور وہ بھی وقت کا ولی بن گیا۔ (شرح الصدور صفحہ ۸۶)

جنہاں عشق نمازاں پڑھیاں اوہ کدے نئیں مردے
کامل ولیاں دے در اُتّے اَج وی دیوے بلدے

شانِ داتا علی ہجویری!

عالم برزخ میں قاری محمد طیب مہتمم دیوبند لکھتے ہیں کہ حضرت تھانوی وفات سے قریباً دو سال قبل دانت درست کرانے کے لئے لاہور تشریف لے گئے تو واپسی سے ایک دن قبل لاہور کے قریب قبرستان کی زیارت کے لئے بھی نکلے سلاطین کی قبروں پر بھی گئے اور مساکین کی قبریں بھی دیکھیں۔ فاتحہ پڑھی ایصالِ ثواب کیا۔ اس سلسلہ میں حضرت علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچ کر دیر تک مراقب رہے۔ جب فارغ ہوئے تو کہنے لگے۔ کہ یہ تو کوئی بہت بڑے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔

میں نے ہزارہا ملائکہ کو ان کے سامنے صف بستہ دیکھا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ میں سلاطین کی قبروں پر گیا تو انہیں مساکین کی صورت میں دیکھا

کہ جیسے اُن کا کوئی پُرسانِ حال نہ ہو اور مسکین کو سلاطین کی صُورت میں پایا

(عالم برزخ صفحہ ۲۴)

ے جنہاں عشق نمازاں پڑھیاں اوہ کدے نئیں مردے
کامل دلیاں دے در اُتّے اَج وی دیوے بلدے

حضراتِ گرامی!

جن لوگوں نے زندگی میں قرآنِ مجید کو سینے سے لگایا۔ اسے پڑھا اور اس پر عمل کیا۔ دیکھ لو جا کر آج بھی قرآن مجید اُن کی قبروں سے جُدا نہیں ہُوا۔ داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر انور دیکھ لو کہ دن رات قرآن مجید کی تلاوت جاری ہے۔

سامعین!

آیئے داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا جائزہ لیں کہ آپ نے ساری زندگی شریعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر عمل کیا اور ایسا عمل کہ پیشوائے شریعت و طریقت بن گئے۔ اور لوگوں کو معرفتِ الٰہی کا سبق دیا۔

امام شریعت و طریقت، پیشوائے معرفت و حقیقت، دستگیر بے کساں رہبر کاملاں حضرت سیّد علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ ۴۰۰ھ کو پیدا ہوئے اور

۴۶۵ھ کو آپ کا انتقال ہوا۔

کون داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ

جب خواجۂ خواجگان حضرت معین الدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ کچھ عرصہ تک آپ کے مزار پُرانوار پر معتکف رہے۔ چلّہ کشی کے بعد جب واپس جانے لگے تو

بے ساختہ زبان پر یہ شعر جاری ہو گیا کہ

؎ گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
کاملاں را پیر کامل ناقصاں را رہنما

اور علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے یوں نذرانہ عقیدت پیش کیا کہ

سیّدِ ہجویر مخدومِ اُمم
مرقدِ اُو پیرِ سنجر را حرم

لاہور میں آمد!

آپ کے لاہور آنے کا واقعہ کچھ یوں ہے کہ آپ غزنی میں دن رات عبادت و ریاضت میں مصروف تھے اور وطن چھوڑنے کا دل میں کوئی خیال تک نہ تھا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ آپ کے پیر و مرشد شیخ ابو الفضل علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے سیّد علی ہم نے تمہیں لاہور کی قطبیت پر مامور کر دیا ہے۔ اُٹھو اور لاہور کو روانہ ہو جاؤ۔ عرض کی حضور آپ کا حکم بجا ہے۔ مگر لاہور میں میرے برادرِ طریقت خواجہ حسن زنجانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہوتے ہوئے میری کیا ضرورت ہے۔ شیخ نے فرمایا۔ یہ بہتر جانتا ہوں۔ لہٰذا تم بلاتوقف لاہور روانہ ہو جاؤ۔

صبح کو جب آپ بیدار ہوئے۔ پیر و مُرشد کے حکم کی تعمیل کی اور غزنی سے پنجاب کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ آپ لاہور پہنچ گئے رات ہو چکی تھی۔ آپ نے شہر سے باہر قیام فرمایا۔ صبح کو جب آپ شہر میں داخل ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ ایک جنازہ آ رہا ہے۔ جس کے ساتھ بے پناہ ہجوم ہے کسی سے پوچھا تو پتہ چلا کہ یہ جنازہ تو شیخ حسن زنجانی کا ہے۔ جو رات کو واصل

بحق ہو چکے تھے اور اپنے برادر طریقت کی وصیت کے مطابق جنازہ آپ نے خود پڑھایا اور سمجھ گئے کہ واقعی مرشد برحق کے حکم میں یہ حکمت تھی۔ اور وہ اس سارے معاملے سے باخبر تھے۔ چنانچہ آپ شہر سے باہر جہاں اب آپ کا دربار پُرانوار ہے آکر ڈیرہ لگا لیا۔ جب لاہور کے گورنر راجہ رائے کو پتہ چلا کہ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ یہاں پہنچ چکے ہیں اور انہوں نے تبلیغ کرنا شروع کر دی ہے تو غضب ناک ہو کر سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس فقیر کی جھونپڑی کو جلا کر اسے شہر سے نکال دو۔ جب رات کا وقت ہوا۔ آپ یادِ الٰہی میں محو تھے۔ کہ سپاہیوں نے آپ کی جھونپڑی کو آگ لگانے کی کوشش کی۔ مگر آگ نہ لگ سکی۔ آخر آپ نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ کہنے لگے ہم راجہ کے سپاہی ہیں فرمایا یہاں کیوں آئے ہو۔ کہنے لگے تیری جھونپڑی کو آگ لگانے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا لگاؤ۔ جب ان میں سے ایک نے آگ لگائی تو آپ نے اللہ کی ایسی ضرب لگائی کہ آگ بھڑکی اور فرمایا کہ وہ دیکھو راجہ کے محل جل رہے ہیں۔ سپاہیوں نے دیکھا کہ واقعہ ہی آگ تو ادھر لگ گئی۔ وہ جلدی سے واپس ہوئے اور آگ بجھانے لگے۔ راجہ نے کہا تم تو اُس درویش کی جھونپڑی کو آگ لگانے گئے تھے۔ مگر یہ کیا ہوا۔ انہوں نے کہا ہمیں تو کوئی علم نہیں۔ بس اُس نے اللہ کا نام لیا اور آگ اِدھر آگئی۔ راجہ اسی وقت اٹھا اور داتا علی ہجویری کے قدموں میں گر گیا۔ حضور مجھے معاف کر دیں۔ آپ نے اسے سچی توبہ کروائی اور کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا۔

دودھ کی سبیل!

کچھ عرصہ بعد ایک ہندو جوگی نے آپ کے بالمقابل چند گز کے فاصلہ پر

ڈیرا لگا لیا اور اس نے اپنے جادو اور شعبدوں کے کرشموں سے لوگوں کو اپنے جال میں پھنسانا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آس پاس کے سب گوالے دودھ دوہنے کے بعد سب سے پہلے اس ہندو جوگی کو دودھ دے کر آتے۔ اگر کوئی دودھ نہ لاتا تو اگلے روز اس کی بھینسوں کے تھنوں سے دودھ کی بجائے خون آنے لگتا۔ ایک دن ایک بوڑھی عورت تازہ دودھ کی مٹکی لے کر حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے سے گزری آپ نے آواز دے کر اسے بلایا اور ارشاد فرمایا کہ قیمت لے کر کچھ دودھ مجھے بھی دے جاؤ۔ بوڑھی عورت نے جواب دیا۔ شاید آپ جانتے نہیں۔ کہ یہ دودھ رائے جوگی کا ہے۔ اور اسے ہی دیا جا سکتا ہے۔ اگر اس کو نہ پہنچایا گیا تو ہمارے جانوروں کے تھنوں سے خون آنا شروع ہو جائے گا۔ حضرت داتا علی ہجویری یہ سن کر مسکرا دیئے اور فرمایا اگر تم یہ دودھ دے جاؤ گی تو جانوروں کا دودھ بڑھ جائے گا اور خون نہیں آئے گا۔ بوڑھی عورت یہ سن کر رک گئی اور کچھ سوچ میں پڑ گئی۔ پھر دیکھ کر کہ کہنے والی شخصیت تو بڑی پرکشش اور برگزیدہ ہے۔ اس کی بات جھوٹی نہیں ہو سکتی۔ اس نے دودھ کا برتن حضرت سید علی ہجویری کی طرف بڑھا دیا۔ آپ نے بقدر ضرورت اس میں سے پی لیا باقی دریا میں پھینک دیا۔ بوڑھی عورت شام کو جب دودھ دوہنے لگی تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ جب اُس نے دیکھا کہ گھر کے تمام برتن دودھ سے بھر چکے ہیں لیکن دودھ تھنوں سے ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا۔ اور فوراً یہ بات ہمسایوں اور گرد و نواح میں پھیل گئی۔ اگلے روز سب لوگ دودھ کے برتن لے کر حضرت سید علی ہجویری کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ مسکرا کر اُن کا دودھ لیتے کچھ پی لیتے اور باقی دریا میں پھینک دیتے۔ جب

شام ہوئی تو ان لوگوں نے دیکھا۔ کہ ان کے جانوروں کے تھنوں میں بے حد و حساب دودھ آگیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دودھ کی سبیل بھی اسی دن سے شروع ہے۔ جوگی نے جب یہ دیکھا کہ اس کے پاس لوگوں نے دودھ لانا بند کر دیا ہے تو اسے بڑا طیش آیا اور غصے میں بھڑک کر داتا علی ہجویری کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ نے ہمارا دودھ تو بند کرا دیا ہے لیکن یہ کوئی اتنا بڑا کمال نہیں۔ آپ کے پاس اگر کوئی کمال ہے تو مجھے دکھائیں حضرت داتا صاحب اس کی بات سن کر مسکرا دیئے اور کہنے لگے کہ میں تو اللہ تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ ہوں کوئی شعبدہ باز نہیں ہوں۔ ہاں اگر تمہارے پاس کوئی کرشمہ ہے تو دکھاؤ۔ جوگی نے جواب دیا۔ تو تو پھر دیکھو میرا کرشمہ۔ یہ کہا اور اپنے علم کے زور سے ہوا میں اڑنے لگا۔ حضرت علی ہجویری اس کو ہوا میں اڑتا ہوا دیکھ کر مسکرانے لگے۔ پھر آپ نے اپنی جوتیوں کو اٹھا کر ہوا میں پھینک دیا۔ وہ اڑتے جوگی کے ساتھ ساتھ ہوا میں اڑنے لگیں۔ جوگی نے جو یہ کرامات دیکھیں تو فوراً نیچے اتر آیا اور حضرت سید علی ہجویری کے پاؤں پر گر کر التجا کرنے لگا۔ کہ مجھے اسی وقت مسلمان کر لیجئے۔ حضرت علی ہجویری نے اسے مسلمان کر لیا اور پھر اس کی روحانی تربیت کی اور آپ نے اس کا نام شیخ ہندی رکھا۔ وہ تمام زندگی حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا مرید خاص رہا۔ شیخ ہندی کے انتقال کے بعد اس کی اولاد حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کی مجاور رہی

کعبہ نظر آگیا!

حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مسجد تعمیر کرائی اور مسجد کی

سمت مغرب میں کچھ فرق نظر آنے لگا۔ علماءِ وقت نے اعتراض کیا۔ کہ اس مسجد میں نماز نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کا محراب کچھ ٹیڑھا ہے جب آپ کو پتہ چلا تو آپ خاموش رہے۔ جب تعمیر کا کام ختم ہوا تو مسجد کی رسمِ افتتاح میں آپ نے تمام علماء و فضلاء و مشائخ کو دعوت دی سارے شہر کے علماء و مشائخ و عمائدین پہلی بار حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں نماز کیلئے حاضر ہوئے۔ حضرت داتا صاحب نے خود امامت فرمائی۔ نماز کے بعد آپ نے تمام نمازیوں کو مخاطب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ بعض حضرات کو مسجد کی سمتِ قبلہ پر کچھ شک معلوم ہوتا ہے۔ ان سے میری درخواست ہے کہ وہ ایک ساعت کے لئے آنکھیں بند کر کے مراقب ہو جائیں اور فیصلہ کریں کیا سمتِ قبلہ صحیح ہے یا نہیں۔ اس کے بعد آپ نے توجہ فرمائی۔ لوگوں کی نگاہوں سے حجابات اُٹھ گئے۔ سب نے دیکھا کہ کعبہ شریف نظروں کے سامنے ہے اور مسجد مبارک بالکل صحیح سمت پر تعمیر ہوئی ہے۔ یہ واقعات سیر الاخیار سے لئے گئے۔

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تعظیمِ رسول و احمد رضا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْزَلَ الْفُرْقَانَ الْمُبِیْنَ ہ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ہ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ وَتُسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ہ

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عقیدت ومحبت کے ۔ تحفہ
ہدیہ درود وسلام پیش کریں۔

حضراتِ محترم!

میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید فرقان حمید کی جو آیہ کریمہ پڑھنے کا
شرف حاصل کیا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے تعظیم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
اور اپنی تسبیح وتہلیل کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (پ۲۶)	اور رسول اللہ کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح وشام اللہ تعالیٰ کی پاکی بولو۔

یعنی اللہ جل شانہٗ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
کی تعظیم وتوقیر کرو۔ ان کا ادب واحترام کرو۔ اس لئے کہ اگر ادب ہے
تو سب کچھ درست ہے۔ اگر ایک مسلمان کے دل میں دربارِ مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ وآلہٖ وسلم کا ادب نہیں تو بے شک لاکھ نمازیں پڑھے۔ کروڑوں روپے
کی سخاوت کرے۔ حج کرے، قربانیاں دے۔ تبلیغیں کرے۔ جتنی بھی
عبادت وریاضت کرے۔ اگر دل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا
احترام نہیں تو سب بے کار ہے اور ربّ کائنات نے نبی کریم صلی اللہ
علیہ وآلہٖ وسلم کے اس ادب کے متعلق قرآن مجید کے مختلف مقامات پر
ارشادات فرمائے ہیں۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (پ۱۸)	رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

یعنی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا نام مبارک لیتے وقت ادب کو ملحوظِ خاطر رکھو۔ آپ کو بڑا بھائی یا اپنے جیسا نہ کہو۔ بلکہ یارسول اللہ یانبی اللہ۔ یا حبیب اللہ جیسے پیارے پیارے القابات سے پکارو۔

اور کسی مقام پر یوں فرمایا۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (پ ۲۶)	اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو۔ نبی کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو۔ جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

اور قرآن مجید میں کسی مقام پر تعظیم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا یوں حکم فرمایا۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ (پ ۱)	اے ایمان والو راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

شانِ نزول!

بعض اوقات صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وعظ مبارک میں عرض کرتے تھے۔ رَاعِنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، ہماری رعایت فرماتے ہوئے یہ کلام واضح فرمادیں۔ مگر یہودیوں کی زبان میں یہ لفظ گالی تھی انہوں نے یہی لفظ بُری نیت سے کہنا شروع کر دیا۔ ایک دن حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے یہودیوں سے کہا۔ کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں اب ایسا کلمہ تم سے سُنا۔ تو یاد رکھنا تمہاری گردن اڑا دوں گا۔ وہ بولے تم بھی تو کہتے ہو۔ اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ کہ اے ایمان والو تم رَاعِنَا نہ کہا کرو بلکہ اُنْظُرْنَا کہا کرو۔ یعنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف نظرِ شفقت فرمایئے (تفسیر مظہری پ۱)

اس لئے ہم کہتے ہیں کہ:۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُنْظُرْ حَالَنَا
یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ اِسْمَعْ قَالَنَا!
اِنَّنِیْ فِیْ بَحْرِ ھَمٍّ مُّغْرَقٌ
خُذْ یَدِیْ سَہِّلْ لَّنَا اَشْغَالَنَا

حضرات!

اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے۔ کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کرو کہ اے کملی والے آقا ہم پہ نظرِ کرم فرمایئے۔

مجرم کی اِک نظر ہم پر خدارا یا رسول اللہ
ہمیں تو آسرا بس ہے تمہارا یا رسول اللہ

حضراتِ گرامی!

اِن احکامِ قرآنی سے ثابت ہُوا کہ ہر عمل سے پہلے دل میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ادب ہونا لازمی ہے۔ اگر ادب نہیں تو سب کچھ بیکار ہے۔ اس لئے کہ

ادب پہلا قرینہ ہے عقیدت کے قرینوں میں

اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ بے ادب مردود ہے اور با ادب محبوب ہے۔

پہلی منزل ادب عشق دی بناں ادب مُراد نہ پاوے
بے ادباں دی بستی اندر کدی ٹھنڈری ہوا نہ آوے
ادب توں ودھ عبادت کیہڑی جیہڑی رب تیکر پہنچاوے
اعظم ادب ہے جنت سولے جیہنوں ایہہ دولت مِل جاوے

اور مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حُسن و پاکیزگی و برگزیدگی کی سب رونقیں ادب سے ہی قائم ہیں۔

اَز ادب پُر نور گشت است ایں فلک
اَز ادب معصوم و پاک آمد ملک
اَز خدا خواہیم توفیق اَدب !!
بے اَدب محروم ماند از فضل رب

آسمان ادب ہی کی وجہ سے بے گناہ اور نور سے بھرے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ہم ادب کی توفیق چاہتے ہیں۔ کیونکہ بے ادب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے محروم رہتا ہے۔

حضراتِ محترم!

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین و ملّت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ

علیہ نے لوگوں کو بارگاہِ خداوندی اور دربارِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب سکھایا۔ اس کے لیے آپ کا ترجمۂ قرآن مجید کنزالایمان کا مطالعہ کیجئے۔ اَلْحَمْدُ سے لے کر وَالنَّاس تک ایک ایک آیت میں آپ کو ادب کے پہلو نظر آئیں گے۔ مگر یہ بات دوسرے تراجم میں نہیں ہے۔

آیئے! چند ایک آیات کا تقابل کریں۔ مثلاً

۱:۔ اللہ ان سے ٹھٹھہ کرتا ہے (سرسید احمد خاں: تفسیر القرآن پ۱ آیت ۱۵)

اللہ ان سے استہزا فرماتا ہے۔ (کنزالایمان)

۲:۔ اللہ اپنا داؤ کر رہا تھا۔ (ترجمہ مولوی نذیر احمد دہلوی سورۂ انفال)

اور اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہے (کنزالایمان)

۳:۔ دغا بازی کرتے ہیں۔ اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا (مولوی محمود حسن، سورۂ نساء آیت نمبر ۱۴۲)

اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا۔ (کنزالایمان)

۴:۔ اور آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا تو غلطی میں پڑے گئے (مولوی اشرف علی، بیان القرآن سورۂ طٰہٰ آیت ۱۲۱)

اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا اس کی راہ نہ پائی۔ (کنزالایمان)

۵:۔ اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سجھائی (مولوی محمود حسن ترجمہ قرآن سورۂ ضحٰی آیت ۷)

اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی (کنزالایمان)

حضرات!

اب آپ خود ہی فیصلہ فرمالیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بے ادب کون ہے اور باادب کون۔ کس کا ترجمہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شایانِ شان ہے اور کس کا ترجمہ بے ادبی سے لبریز ہے۔

حضرات!

اسی طرح جب چودھویں صدی ہجری میں کچھ بے ادب اور گستاخ لوگوں نے سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں بے ادبیاں اور گستاخیاں شروع کر دیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے احمد رضا کو پیدا کیا۔ اور آپ نے قرآن و سنت کی روشنی میں تحریراً، تقریراً، نثر میں، نظم میں، گویا ہر لحاظ سے عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اجاگر کر کے بتا دیا۔ کہ اے بے ادب اور گستاخ نام نہاد مسلمانوں سنو وہ عیب اور نقص والا کوئی تمہارا نبی ہوگا۔ ہمارا نبی تو ہر قسم کے عیب سے پاک ہے۔ وہ تو عظمتوں، رفعتوں اور شانوں والا رسول ہے۔ آپ کی کثیر التعداد تصانیف میں آپ کا دیوان حدائقِ بخشش بھی ہے جس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ایک ایک شعر میں قرآن و حدیث کی ترجمانی ہے اور ایک ایک شعر میں آپ کو عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جھلک نظر آئے گی اور وہ مجموعہ حدائقِ بخشش جو ایسی محبت و عقیدت کے ساتھ لکھی گئی کہ ہر شعر پر ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے۔

حضرات گرامی!

احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو دربارِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب و احترام اور توقیر و تعظیم کا درس دیا اور تبلیغِ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اہل ایمان کے دلوں سے محبتِ رسول نکالنے والوں کی پہچان

کروائی۔ کبھی ان بے ادبوں نے کہا کہ نبی کے پاس کچھ نہیں اور نبی کچھ نہیں دے سکتا۔ تو احمد رضا نے حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں انہیں جواب دیا۔

وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۲)	اور بے شک میں تقسیم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے عطا کرتا ہے

وُہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا

کبھی کہا کہ نبی ہماری مثل ہے۔ اعلیحضرت نے فرمایا۔ اے بے ادبو اور گستاخو حدیث پاک کا مطالعہ کرو اور غور کرو وہ مثل نہیں بے مثل ہے۔

قَالَ وَاَیُّکُمْ مِثْلِیْ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۵)	فرمایا اور کون ہے تم میں میری مثل۔

تیرا مسند ناز ہے عرشِ بریں تیرا محرم راز ہے روح الامیں
تو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا تیرا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

کبھی کہا کہ نبی حاضر وناظر نہیں ہے۔ احمد رضا بریلوی نے جواب دیا۔

وہ جو نہ تھے کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو!
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

الغرض شاہ احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اقدس کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی۔

کون احمد رضا؟

ایک ہزار کتاب کے مصنّف ساڑھے تین سال کی عمر میں فصیح عربی میں کلام کیا۔ صرف چار سال کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ پڑھ لیا۔ صرف ایک ماہ میں قرآن مجید حفظ کیا۔ ۸ سال کی عمر میں وراثت کا مسئلہ تحریر فرمایا۔ چودہ سال کی عمر میں درسِ نظامی مکمل کر کے تمام علومِ عقلیہ و نقلیہ پر مہارت حاصل کر لی اور اسی دن سے فتویٰ نویسی کا کام بھی شروع کر دیا اور اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَآءِ کا مصداق ٹھہرے۔

علمی مہارت!

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین جنہوں نے ہندوستان کے علاوہ غیر ممالک میں تعلیم پائی تھی اور ایک ماہر ریاضی دان کی حیثیت سے ہندوستان میں مشہور تھے ـــ اتفاق سے ان کو ریاضی کے کسی مسئلہ میں شُبہ پڑ گیا۔ ہر چند کوشش کی مگر مسئلہ حل نہ ہوا۔ سوچا کہ جرمن میں جانا ہوں اور وہاں کی اعلیٰ یونیورسٹی کے سوا یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ حسنِ اتفاق سے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے دینیات کے پروفیسر مولانا سید سلیمان اشرف سے ملاقات ہو گئی۔ جو کہ اعلیحضرت مولانا شاہ احمد خاں کے مرید و خلیفہ تھے۔ ان سے اپنے مسئلہ کے متعلق ذکر کیا۔ پروفیسر صاحب نے کہا جناب آپ بریلی جا کر اعلیحضرت سے دریافت کر لیں وہ ضرور حل کر دیں گے۔ ڈاکٹر صاحب کہنے لگے۔ مولانا یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ کہاں کہاں تعلیم حاصل کر کے میں آیا ہوں اور حل نہیں کر سکا۔ آپ ان کا نام لیتے ہیں۔ جنہوں نے غیر ممالک تو کجا اپنے شہر

کے کالج میں بھی تعلیم حاصل نہ کی۔ بھلا ان سے کیا معلوم ہو سکتا ہے۔ دو چار دن کے بعد پروفیسر صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو پریشان دیکھ کر پھر وہی مشورہ دیا۔ تو ڈاکٹر صاحب نے پھر وہی جواب دیا۔ آخر پروفیسر صاحب کے اصرار پر ڈاکٹر صاحب بریلی شریف حاضر ہو گئے۔ ایشیا بھر میں ڈاکٹر صاحب ریاضی کے ماہر ہوتے ہوئے ایک مسئلے کو حل کرنے میں زندگی کے قیمتی سال لگا کر بھی حل نہ کر سکے۔ اعلیحضرت نے مزاج پرسی کے بعد تشریف آوری کی غرض دریافت کی۔ وائس چانسلر نے کہا وہ ایسی بات نہیں ہے۔ جسے میں اتنی سرسری طور پر عرض کر دوں۔ فرمایا۔ آخر کچھ تو فرمایئے۔ غرض کہ وائس چانسلر صاحب نے سوال پیش کر دیا۔ اعلیحضرت نے سنتے ہی فرمایا۔ کہ اس کا جواب تو یہ ہے یہ سن کر وہ حیران ہو گئے۔ اور گویا آنکھ سے پردہ اٹھ گیا۔ اس وقت وائس چانسلر صاحب حیران تھے کہ ان کو یورپ کا ماہر ریاضی درس دے رہا ہے۔ یا اسی ملک کا کوئی حقیقت آشنا ان کو سبق پڑھا رہا ہے۔ بے اختیار بول اٹھے۔ میں سنا کرتا تھا کہ علم لدنی بھی کوئی شئے ہے آج آنکھ سے دیکھ لیا۔

ایک لمحے میں حل مسئلے کو کیا مرحبا کہہ اٹھے سرِ ضیاء
آج دیکھا ہے علم لدنی کہیں سیدی مرشدی شاہ احمد رضا

اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ایک قلمی رسالہ ڈاکٹر صاحب کو دکھایا۔ وائس چانسلر صاحب نہایت حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے اور بالآخر کہنے لگے میں نے اس علم کو حاصل کرنے کے لئے بیرونی ممالک کے اکثر سفر کئے۔ مگر یہ باتیں کہیں بھی حاصل نہ ہوئیں۔ میں تو اپنے آپ کو آپ کے سامنے بالکل طفل مکتب سمجھ رہا ہوں۔

وہ ضیاء جن کا شہرہ تھا۔ آفاق میں طفلِ مکتب ہیں وہ تیری سرکار میں
ذکر کرتی ہے تجھ پہ صدی چودھویں سیدی مرشدی شاہ احمد رضا

نائبِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ؟

شیرِ ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں شہنشاہِ بغداد پیران پیر سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت ہوئی۔ میاں صاحب نے دریافت کیا۔ حضور اس وقت دنیا میں آپ کا نائب کون ہے۔ سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ بریلی میں مولانا احمد رضا ہیں۔ بیداری کے بعد صبح کو سفر کی تیاری شروع کی۔ مریدوں نے پوچھا حضور کدھر کا ارادہ ہے۔ فرمایا بریلی شریف جا رہا ہوں۔ رات کو فقیر نے سرکار غوثِ پاک کی خواب میں زیارت کی۔ میں نے پوچھا حضور، اس وقت دنیا میں آپ کا نائب کون ہے۔ تو فرمایا بریلی میں مولانا احمد رضا۔ لہٰذا ان کی زیارت کرنے جا رہا ہوں مریدوں نے عرض کی حضور ہمیں بھی اجازت ہو تاکہ ہم بھی اُن کی زیارت سے مشرف ہوں۔ آپ نے اجازت دی تو حضرت میاں شیر محمد صاحب اپنے مریدین کے ہمراہ شرقپور سے بریلی شریف کے لئے روانہ ہوئے۔ ادھر بریلی شریف میں اعلیحضرت نے ... فرمایا کہ آج شیخ پنجاب تشریف لا رہے ہیں اوپر والے کمرے ... ان کے قیام کا انتظام کیا جائے۔ جب شیرِ ربانی تشریف لائے تو اعلیحضرت پھاٹک پر تشریف فرما تھے۔ اور فرما رہے تھے کہ فقیر استقبال ... حاضر ہے۔ چنانچہ تین روز تک قیام کیا۔ پھر اجازت چاہی جب شرقپور پہنچے تو مریدین نے پوچھا۔ حضور آپ نے وہاں کیا دیکھا۔ حضرت میاں صاحب کے آنسو جاری ہو گئے اور فرمانے لگے کیا بتاؤں کہ کیا کیا دیکھا۔

ارے یہ دیکھا کہ ایک پردہ ہے اس کے پیچھے سے تاجدارِ مدینہ شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بتاتے ہیں اور مولانا احمد رضا بولتے ہیں سبحان اللہ

سو خواب میں قطبِ کونین غوث الوریٰ پوچھنے پر کہیں شاہجی سے میرا
ہے بریلی میں احمد رضا جانشین سیدی مرشدی شاہ احمد رضا

جادوگر قدموں میں!

ایک دفعہ اعلیحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اپنی مسجد سے نماز پڑھ کر تشریف لا رہے تھے کہ محلہ سوداگراں کی گلی میں لوگوں کا ہجوم دیکھا۔ اعلیحضرت نے دریافت کیا یہ کیسا مجمع لگا رہا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ یہاں ایک غیر مسلم جادوگر اپنا جادو دکھا رہا ہے۔

تین چار کلو پانی سے بھرا ہوا برتن کچے دھاگے سے اٹھا رہا ہے۔ اعلیحضرت سرکار بھی اُس مجمع کی طرف بڑھے اور اس جادوگر سے فرمانے لگے ہم نے سُنا ہے تم چار کلو پانی سے بھرا ہوا برتن کچّے دھاگے سے اٹھا لیتے ہو، اس نے کہا جی ہاں آپ نے فرمایا کوئی اور چیز بھی اٹھا سکتے ہو۔ وہ کہنے لگا لاؤ۔ جو بھی چیز آپ دیں گے اٹھا لوں گا۔ اعلیحضرت نے اپنے جوتے کو پاؤں سے نکالتے ہوئے فرمایا لو اس جوتے کو اٹھانا تو بڑی بات ہے۔ اپنی جگہ سے ہٹا کر ہی دکھا دو۔ جادوگر نے بڑی کوشش کی مگر وہ آپکی جوتی کو جنبش تک نہ دلا سکا۔ اعلیحضرت نے پھر فرمایا۔ اچھا اس برتن ہی کو اب اٹھا کر دکھا دو۔ اب جو اُس نے برتن کو اٹھانا چاہا تو برتن بھی نہیں اٹھ سکا۔ وہ جادوگر اعلیحضرت کی اس کرامت کو دیکھ کر آپ کے قدموں پہ گر پڑا اور کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوا۔

تم نے بد مذہبی سے بچا کر نہاد دولتِ دین اسلام کر دی عطا !
عزّت و خواجہ کے ہو مظہر و جانشین سیدی مرشدی شاہ احمد رضا

ہر سوال کا جواب :۔

ایک دن جمعہ کی نماز کے بعد اعلیحضرت احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے۔ حاضرین کا مجمع تھا۔ لوگ مسائل پوچھتے جا رہے تھے اور اعلیحضرت سرکار جواب دیتے جا رہے تھے۔ اُس وقت خلیفہ اعلیحضرت مولینا سید حافظ محمود جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا۔ حضور میں دیکھتا ہوں کہ ہر مسئلے کا جواب آپ کی نوکِ زبان پر ہے۔ کبھی کسی مسئلے کے متعلق آپ کو یہ فرماتے نہ سُنا کہ کتاب دیکھ کر جواب دیا جائے گا۔ یہ سُن کر اعلیحضرت سرکار کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا۔ سیّد صاحب جب قبر میں مجھ سے سوال ہوگا تو وہاں کتابیں کہاں سے لاؤں گا۔ اَللّٰہُ اَکْبَر

وصیّت اعلیحضرت !

جب اعلیحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا وقت قریب آگیا۔ تو آپ نے اپنے مُریدین، معتقدین، کو بلا کر فرمایا جب میرا انتقال ہو جائے۔ تو یاد رکھو میری قبر اتنی گہری کھودنا کہ جس میں میں کھڑا ہو سکوں۔ غلاموں نے عرض کیا۔ حضور حسبِ معمول تو قبر اتنی گہری کھودی جاتی ہے جس میں آدمی بیٹھ سکے آپ نے فرمایا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیث مبارک ہے۔ کہ جب آدمی فوت ہو جاتا ہے تو اس کی قبر میں خود ملنے والے تشریف لاتے ہیں۔ لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ میری قبر اتنی گہری ہو

جب امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام میری قبر میں جلوہ گر ہوں تو میں کھڑا ہو کر آپ پر ہدیہ درود و سلام پیش کر دوں۔

وصال اعلیحضرت!

اِدھر ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ جمعہ کے دن دو بج کر ۳۸ منٹ پر بریلی شریف میں اعلیحضرت سرکار دنیائے فانی سے کُوچ کر رہے تھے۔ اُدھر بیت المقدس میں ایک شامی بزرگ ۲۵ صفر ۱۳۴۰ ہجری کو خواب میں دیکھ رہے تھے کہ سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ تمام صحابہ کرام و اولیاءِ عظام بارگاہِ اقدس میں حاضر ہیں۔ لیکن مجلس پر سکوت طاری ہے۔ ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ کسی آنے والے کا انتظار ہے۔ وہ شامی بزرگ بارگاہِ رسالت میں عرض کرتے ہیں۔ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي۔ میرے ماں باپ حضور پر قربان یا رسول اللہ کس کا انتظار ہے۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا احمد رضا کا انتظار ہے۔ انہوں نے عرض کی، احمد رضا کون ہے۔ حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں۔ صبح ہوتے ہی انہوں نے کسی سے پوچھا تو پتہ چلا کہ اعلیحضرت مولٰنا احمد رضا ہندوستان کے بڑے ہی جلیل القدر عالم ہیں۔ اور اب تک بقیدِ حیات ہیں۔ چنانچہ وہ شوقِ ملاقات میں اس وقت ہندوستان کی طرف چل پڑے جب بریلی پہنچے تو انہیں بتایا گیا کہ جس عاشقِ رسول کی ملاقات کے لئے آپ تشریف لائے ہیں وہ تو پچیس صفر کو اس دنیا سے روانہ ہو چکے ہیں۔

وہ رضا اعلیحضرت بریلی کے شاہ
جن کی ہر ہر ادا سنتِ مصطفیٰ
جن کی بابِ مجیدی میں چمکی ضیاء
ایسے پیرِ طریقت پہ لاکھوں سلام

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

(واقعاتِ اعلیحضرت، ملفوظاتِ اعلیحضرت، سیرتِ اعلیحضرت اور تجلیاتِ اعلیحضرت سے لئے گئے)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تخلیقِ نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ج وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عقیدت و محبت کے تحفہ ہدیہ درود و سلام پیش کریں۔

حضرات محترم!

میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید فرقانِ حمید کی جو آیۂ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اس میں حمدِ خدا بھی ہے اور نعتِ مصطفےٰ بھی۔

چنانچہ ربِّ کائنات نے ارشاد فرمایا۔

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (پ ۲۷)	وہی اوّل وہی آخر وہی ظاہر وہی ہے باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔

معزز سامعین!

جس طرح اوّل، آخر، ظاہر، باطن اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات ہیں اسی طرح اوّل، آخر، ظاہر، باطن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء وصفات ہیں (مدارج النبوۃ صـ۲ ج ۱)

اعلیٰحضرت فرماتے ہیں۔

وہی ہے اوّل وہی ہے آخر، باطن وہی ہے ظاہر
اُسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اسکی طرف گئے تھے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوّل ہیں۔ قرآن مجید کی روشنی میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (پ ۸)	مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

حضور اوّل ہیں!

اوّلیت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم احادیث کی روشنی میں حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔	سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

(مدارج النبوۃ ص۱ ج۲)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا تو اس پر امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

یَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ۔	اے جابر اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا

(حجۃ اللہ علی العالمین ص۲۸)

اس وقت کائنات کی کوئی چیز نہ تھی۔ یا خدا تعالیٰ تھا یا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود فرمایا۔

قَالَ کُنْتُ نُوْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَبِّیْ قَبْلَ خَلْقِ اٰدَمَ بِاَرْبَعَۃَ عَشَرَ	کہ میں اپنے رب کے ہاں آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار سال پہلے نور تھا۔

عَشَرَ اَلْفِ عَامٍ

(مواہب لدنیہ صہ۳ - انوار محمدیہ صہ۱۲)

روشن تارا!

ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا۔ اے جبرائیل یہ تو بتا کہ تیری عمر کتنی ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنی عمر کا کوئی علم نہیں۔ آپ نے فرمایا کوئی اندازہ۔ عرض کی۔ اے اللہ کے نبی صرف اتنا پتہ ہے۔ کہ چوتھے حجاب میں ستر ہزار سال کے بعد ایک ستارہ چمکتا پھر ڈوب جاتا اور میں اس نورانی تارے کو بہتر ہزار مرتبہ دیکھ چکا ہوں۔ یہ سُن کر نبی الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

وَعِزَّةِ رَبِّيْ اَنَا ذٰلِكَ الْكَوْكَبُ۔	مجھے میرے رب کی عزت کی قسم وہ تارا میں ہی ہوں۔

(روح البیان صہ۹۷۴ ج۱)

اسی لئے تو جس نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا پکار اٹھا۔ کہ:۔

والضحیٰ مکھڑا والیل زُلف مازاغ دا کاجل پایا اے

ایہو جیہا ں سوہنا کیہندے نیں واہ وا رب نے یار بنایا اے

وسیلۂ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہو گئی۔ تو

انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں التجا کی۔ یا اللہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صدقہ مجھے بخش دے۔

قَالَ وَكَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا تم نے محمد کو کس طرح پہچانا عرض کی جب تو نے مجھے اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا۔ اور مجھ میں روح پھونکی۔

رَفَعْتُ رَأْسِي فَرَأَيْتُ عَلىٰ قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوْبًا۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔	میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ عرشِ اعلیٰ کے ستونوں پر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوا ہے۔

تو میں نے جان لیا۔ کہ جس ذاتِ اقدس کا نام نامی تیرے اسم گرامی کے ساتھ لکھا ہوا ہے وہ یقیناً تیری بارگاہ میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔

قَالَ صَدَقْتَ يَا آدَمُ وَلَوْ لَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ۔ (خصائص کبریٰ صلاح ج ۱)	فرمایا اے آدم تم نے ٹھیک سمجھا۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔

مقصودِ کائنات!

حضرت شیث علیہ السلام نے اپنے والد محترم حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی یہ بتائیں کہ آپ کی شان افضل ہے یا آخری نبی کی تو آپ خاموش رہے پھر دوسری بار عرض کی آپ پھر خاموش رہے۔ آخر تیسری

بار آپ نے فرمایا بیٹا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

لَوْ لَا مُحَمَّدٌ لَّمَا خَلَقْتُكَ	اگر میں محمد کو پیدا نہ کرتا تو اے آدم تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔

(معارج النبوۃ صہ ۹ ج ۲)

مکتوبات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے محبوب۔

لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرُّبُوْبِيَّةَ	اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو اپنی ربوبیت بھی ظاہر نہ کرتا۔

ثابت ہوا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ نہ شمس و قمر نہ شجر و حجر، نہ برگ و ثمر، نہ عرش و فرش، نہ زمین و آسماں، نہ چنیں و چناں، نہ مکین و مکاں، نہ زمین و زماں۔

اعلیٰحضرت فرماتے ہیں۔

زمین و زماں تمہارے لئے
مکین و مکاں تمہارے لئے
چنین و چناں تمہارے لئے
بنے دو جہاں تمہارے لئے
ہم آئے یہاں تمہارے لئے
اُٹھے بھی وہاں تمہارے لئے

○ اور شاعر نے یوں کہا۔

جے خالق نے آقا نوں گھلنا نہ ہوندا
قسم رب دی دنیا بنائی نہ جاندی
جے دنیا دے رہبر نے اوناں نہ ہوندا
ایہہ رونق جہاں اتے لائی نہ جاندی

جے اُمّت دے والی نرالے نہ ہوندے
ایہہ اُمّت کدے بخشوائی نہ جاندی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

قَالَ كُنْتُ اَوَّلُ النَّبِيِّيْنَ فِي الْخَلْقِ وَاٰخِرُهُمْ فِي الْبَعْثِ ۔	فرمایا میں پیدائش میں نبیوں سے اوّل ہوں اور بعثت میں آخر ہوں ۔

حضراتِ گرامی!
معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق ہر چیز سے پہلے ہوئی اور تشریف آوری آخر میں ہوئی ۔ میاں محمد فرماتے ہیں ۔

نورِ محمّد روشن آہا آدم اجے نہ ہویا
اوّل و آخر دوئے پاسے اوہو مُل کھلویا

یہی وجہ ہے کہ ابھی دنیا میں آپ کا ظہور نہیں ہوا مگر ذکرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے ہی سے شروع ہے ۔

تبع حمیری اسعد!

تبع حمیری اسعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے ایک ہزار سال پہلے یمن سے چلا اور اپنے ساتھ علماء حکماء اور ایک بھاری لشکر لے کر مکہ معظمہ میں آیا ۔ یمن سے لے کر مکہ معظمہ تک راستے میں جہاں کہیں بھی ٹھہرتا لوگ اس کا استقبال کرتے ۔ مگر جب وہ مکہ مکرمہ میں آیا تو کسی نے بھی اُس کی تعظیم وتکریم نہ کی ۔ تبع نے وزیر سے کہا یہ کیسے لوگ ہیں جو میری

پرواہ نہیں کرتے حالانکہ تمام لوگ میرے تابع ہو چکے ہیں۔ وزیر نے کہا۔

ایشاں را خانۂ خدا است	ان کے ہاں ایک گھر ہے جسے
کہ آں را کعبہ گوئیند	وہ خانہ کعبہ کہتے ہیں۔

اس کی موجودگی میں یہ لوگ کسی کی تعظیم نہیں کرتے۔ تبع نے دل میں خیال کیا۔ کہ خانہ کعبہ کو تباہ کر دوں گا۔ ان کے مکین مردوں کو قتل اور ان کی عورتوں کو قیدی بنا لوں گا۔ ابھی وہ اس خیال میں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے دردِ سر میں مبتلا کر دیا اور ایسا بے طاقت ہوا کہ اُٹھ نہ سکتا تھا۔ بلکہ اس کی آنکھوں کانوں اور ناک سے بدبودار پانی جاری ہو گیا۔ ایسا گندہ اور بدبودار پانی تھا۔ کہ کوئی بھی اُس کے قریب نہ جا سکتا تھا۔ اطباء ڈاکٹر اس کے علاج سے عاجز آ گئے اور کہا کہ یہ کوئی آسمانی بیماری ہے۔ اس کا علاج ہمارے بس سے باہر ہے ایک دانشمند حکیم نے اسے تنہائی میں کہا بادشاہ سلامت اگر آپ مجھے اپنا راز بتا دیں تو میں اس کا علاج سوچ سکتا ہوں بادشاہ نے کہا کہ میں نے اس کے گھر اور اس شہر کو ویران کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ دانشمند کہنے لگا تو اس ارادۂ بد سے توبہ کیجئے۔ کیونکہ اس کا گھر کا ایک مالک ہے جو بہت زیادہ طاقت والا ہے اور جو بھی اس کی وہ خود حفاظت کرتا ہے۔ اور یہ بھی اس کے ویران کرنے کا پروگرام بناتا ہے۔ وہ خود تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ تبع نے فوراً توبہ کی اور کعبہ و اہالیان کعبہ کی تعظیم و تکریم کا دل میں تہیہ کیا اور مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد کعبہ کو غلاف چڑھایا اور اپنی قوم کو بھی حکم فرمایا کہ اس کی تعظیم بجا لاؤ۔ اور یہاں کے رہنے والوں کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آؤ۔ پھر مکہ سے مدینہ آیا۔ اس وقت مدینہ میں صرف پانی کا ایک چشمہ تھا۔ نہ کوئی آبادی اور نہ ہی کوئی شہر کا نام و نشان

تبع کے ساتھ تقریباً دو ہزار اہلِ علم تھے۔

علمائے در کتب خواندہ بودند	ان علمار نے سابقہ آسمانی کتابوں
کہ آں زمین یثرب طیبہ مقدس	میں پڑھا تھا کہ یہ زمین مقدس
مہاجر رسول خدا آخر الزماں	نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہٖ
است۔	وسلم کی ہجرت گاہ ہے۔

ان میں چار سو علمار جو تمام علمار میں افضل تھے۔ انہوں نے آپس میں معاہدہ کیا۔ خواہ کچھ ہو جائے۔ اب ہم یہاں سے واپس نہیں جائیں گے۔ اس امید پر کہ یہاں رسولِ عربی کا دیدار ہو گا۔ اُن علمار نے تبع کو بتایا تو اُسے بھی یہی تمنا پیدا ہو گئی۔ ایک سال تک تبع نے مدینہ میں قیام کیا۔ پھر بوقتِ روانگی حکم دیا کہ ان چار سو علمار کو علیحدہ علیحدہ مکان تعمیر کروا دیا جائے۔ مکان کے ساتھ ہر ایک کو ایک ایک لونڈی آزاد کر کے نکاح کر دی اور وصیت کر دی کہ اگر تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا اور میں زندہ ہوں تو مجھے اطلاع کر دینا۔ ورنہ میرا خط پہنچا دینا۔ اولاد کو وصیت کرنا تاکہ وہ میرا خط پہنچا دیں۔ اس کے بعد تبع نے سنہری خط لکھ کر ان چار سو علمار میں سے سب سے بڑے عالم کے سپرد کر دیا اور کہا کہ اولاد در اولاد وصیت کرتے رہنا۔

خط کا مضمون!

اے پیغمبر آخر الزماں اے برگزیدۂ	اے نبی آخر الزماں اے برگزیدۂ
خداوند جہاں، اے بروزِ شمار	خداوندِ جہاں اے بروزِ شفیع
شفیع بندگان من کہ تبع تو	بندگان میں تبع ہوں آپ

ایمان آوردم بآن خداوند	پر ایمان لایا ہوں اور آپ
کہ تو بندہ وپیغمبر اوئی	کے دادا ابراہیم علیہ السلام
گواہ باشی کہ بر ملت تو ام	کی ملت پر ہوں اگر مجھے آپ
و بر ملت پدر تو ابراہیم خلیل اللہ	کی زیارت ہوگئی تو زہے نصیب
اگر بینم وا گر نہ بینم تا مرا فراموش	ورنہ روز قیامت مجھ غریب کو
نکنی و روز قیامت مرا شفیع	بھول نہ جانا اور وہاں میری
باشی۔	شفاعت فرمانا۔

حضرات! یہ خط چلتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچ گیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ میں سب کی خواہش ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر تشریف لائیں۔ حتیٰ کہ مدینہ والے آپکی اونٹنی کی مہار پکڑ پکڑ کر اس کا منہ اپنے اپنے مکان کی طرف کرنے لگے مگر اللہ کے نبی نے فرمایا میری اونٹنی کی مہار چھوڑ دو جس جگہ میں نے جانا ہے یہ جانتی ہے اور پھر آپ کی سواری چلتی چلتی ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر جا پہنچی۔ یہ وہی گھر تھا جو تبع نے خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تیار کروایا تھا۔ آپ کے تشریف لانے پر تبع کا خط پیش کیا گیا۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ تبع کا خط پڑھ کر سنایئے۔ آپ نے تبع کا نام سن کر اسے دعا دی۔ جس نے خط پیش کیا۔ اس کا نام ابو یعلی تھا۔ آپ نے ابو یعلی کو نوازا اور اس کی تعظیم و تکریم کی۔ (تفسیر روح البیان صد ۴۰۸ ج ۴)

حضرات!

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ازل سے جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ اور پھر اس کا ذکر کب ختم ہو۔ جس کا ذکر خود خدا کرے۔

نورِ محمدؐ روشن آیا آدم ابھے نہ ہویا
اوّل آخر دوئے پاسے اوہو کُل کھلویا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اوّل ہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ (پ۳۰)	اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا۔

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ولادت سے پہلے واقعاتِ عالم کو دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ اصحابِ فیل کا واقعہ ولادت شریف سے پہلے کا ہے۔ اسی لئے تو فرمایا اَلَمْ تَرَ کیا تم نے نہ دیکھا۔ یعنی دیکھا ہے۔

ہاتھی والے!

واقعہ یہ ہے کہ ابرہہ یمن کا بادشاہ تھا۔ ایک دفعہ چلتا چلتا مکہ میں آگیا اور وہ حج کے ایام تھے۔ اس نے دیکھا کہ لوگ جوق در جوق یہاں آرہے ہیں اور بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں۔ اس کی طرف منہ کرکے نمازیں پڑھتے ہیں۔ تو اس نے بطور حسد صنعاء میں ایک کنیسہ بنا لیا۔ اس کا مقصد تھا کہ میں مکہ سے حاجیوں کا رُخ موڑ دوں اور لوگ کعبہ کی بجائے اس کنیسہ کو دیکھنے آئیں گے۔ یہ بات بنی کنانہ کے ایک شخص نے سُن لی وہ رات کے وقت نکلا اور راس نے کنیسہ میں غلاظت پھینک دی۔ جب ابرہہ کو پتہ چلا تو اس نے قسم کھا کر کہا میں کعبہ کو ڈھا دوں گا اور پھر وہ ہاتھیوں کا لشکر لے کر مکہ میں آگیا آتے ہی پہلے حضرت عبدالمطلب کے دوسو اونٹ پکڑ لئے اور ایک شخص کو عبدالمطلب کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا۔

کہ میں لڑنے نہیں آیا بلکہ اس گھر خانہ کعبہ کو ڈھانے آیا ہوں۔ قاصد نے عبدالمطلب سے ملاقات کی اور ابرہہ کا پیغام پہنچایا۔ بعدازیں حضرت عبدالمطلب ابرہہ کے پاس اپنے اونٹ لینے گئے۔ ابرہہ کہنے لگا۔ افسوس تمہیں اللہ کے گھر کی کوئی فکر نہیں اپنے اونٹ لینے آگئے ہو۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا اونٹوں کا مالک میں ہوں ان کی فکر مجھے ہے۔ اس گھر کا بھی ایک مالک ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔ ابرہہ غصّے میں بھڑک اٹھا اور اونٹ عبدالمطلب کے حوالے کر دیئے۔ اور یہ کہنے لگا کہ اب مجھ سے کعبہ کو کوئی نہیں بچا سکتا۔ حضرت عبدالمطلب یہ سنتے ہوئے واپس آگئے اور کعبہ کی زنجیر پکڑ کر کہنے لگے کہ اے پروردگار اب تیرے سوا ان کے مقابلہ میں کسی سے امید نہیں رکھتا۔ یارب اپنے حرم کو ان سے محفوظ رکھ۔ اس گھر کا دشمن تیرا دشمن ہے۔ ان کو اپنی بستی اجاڑنے سے روک لے۔ یہ مناجات کر کے کعبہ کی زنجیر چھوڑ دی۔ اور واپس اپنی قوم کے پاس آگئے۔ اور آتے ہی دعاؤں میں مشغول ہو گئے۔ بس پھر کیا تھا۔ ادھر ابرہہ نے ہاتھیوں کو کعبہ کی طرف جانے کا اشارہ کیا۔ بڑا ہاتھی جس کا نام محمود تھا۔ جو بہت بڑا قدآور اور جسیم تھا۔ ابرہہ کی ازحد کوشش تھی کہ کسی طرح یہ کعبہ کی دیواروں کو ٹکر مار کر گرا دے کہ اچانک اللہ تعالیٰ نے سمندر کی طرف سے ابابیلوں جیسے کچھ پرندے بھیجے۔ ہر پرندہ کے پاس چنے اور مسور کے برابر تین تین پتھر تھے۔

فِيْ مِنْقَارِهٖ حَجَرٌ	ایک پتھر چونچ میں اور دو
حَجَرَانِ فِيْ رِجْلَيْهِ	دونوں پنجوں میں تھے۔

جب ان پرندوں نے ان ہاتھی والوں پہ پتھر گرائے تو جس پر پتھر لگا وہ اسی جگہ ہلاک ہو گیا۔ تفسیر مظہری میں ہے۔ کہ جس کافر پر وہ پتھر مارا جاتا تھا۔

اس پہ اس کا نام لکھا ہوا تھا۔ اسی طرح وہ تمام اور ان کے ہاتھی مارے گئے۔

مواہب لدنیہ میں ہے کہ حضرت عبدالمطلب قریش کے چند آدمیوں کو ساتھ لے کر کوہِ ثبیر پر چڑھ گئے۔ تاکہ دیکھیں کہ آج ابرہہ کے ہاتھیوں کے مقابلہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کون سی طاقت آتی ہے۔ ابھی یہ سوچ ہی رہے تھے کہ اچانک کملی والے کا نور عبدالمطلب کی پیشانی میں جگمگا اٹھا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بڑے ہاتھی نے مجھے دیکھا تو پہلے سجدہ کیا پھر بلند آواز سے پکارنے لگا۔

اَلسَّلَامُ عَلَى النُّوْرِ	اے عبدالمطلب آپ کی پشت
اَلَّذِىْ فِىْ ظَهْرِكَ	میں جو نور جلوہ افروز ہے
يَا عَبْدَ الْمُطَّلِبِ	میرا اس نور پاک کو سلام ہو

تفسیر مظہری میں ہے کہ ان ہاتھیوں میں محمود ہاتھی بچ گیا اور دوسرے ہاتھی جنہوں نے کعبہ کی طرف حملہ کی کوشش کی وہ سب ہلاک ہو گئے۔

(تفسیر مظہری پ۳۰۔ خصائص کبریٰ ص۴۳ ج۱)

حضرات!

یہ تو تھی هُوَ الْاَوَّلُ کی مختصر تشریح۔

وَالْاٰخِرُ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر بھی ہیں کہ آپ سب سے آخر میں تشریف لائے۔

وَالظَّاهِرُ۔ آپ ظاہر بھی ہیں۔ کہ سب پر ظاہر ہیں۔ ایسے ظاہر کہ آپ کو جانور بھی جانیں۔ چرند، پرند۔ شمس و قمر، شجر و حجر، بلکہ زمین و آسمان کی ہر چیز ہی آپ کو جانے اور پہچانے۔

وَالْبَاطِنُ ۔ آپ باطن ہیں کہ آپ کی حقیقت کو کوئی نہ پہچان سکا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

يَا اَبَا بَكْرٍ وَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ لَمْ يَعْلَمْنِي حَقِيقَةً غَيْرُ رَبِّي (مطالع المسرات صـ۱۲۳)	اے ابوبکر مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا میری حقیقت کو سوائے میرے رب کے کوئی نہ پہچان سکا۔

سہ

محمد سرِ وحدت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

میں اس پہ اپنی تقریر ختم کرتا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتِ مطہرہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میلادُ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ہ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ہ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ہ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ط

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ط قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ط قَالُوْآ اَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْہَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰہِدِیْنَ ہ

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ۔

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں عقیدت ومحبت کے ساتھ ہدیہ درود وسلام پیش کریں۔

حضرات محترم!

میں نے آپ کے سامنے قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی ایک آیۂ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ذکر فرمایا ہے۔

حضرات!

اللہ تعالیٰ نے روزِ ازل عالمِ ارواح میں دو جلسے منعقد کئے۔ ایک جلسۂ توحید کا اور دوسرا رسالت کا۔

جلسۂ توحید!

خالقِ کائنات نے اپنی وحدانیت کے اقرار کے لئے تمام روحوں کو جمع کیا۔ ان میں امیر بھی تھے اور غریب بھی، ادنیٰ بھی تھے اعلیٰ بھی، ماننے والے بھی تھے منکر بھی، کافر بھی تھے مسلمان بھی، عام بھی تھے اور خاص بھی، سب روحوں کو اکٹھا کر کے فرمایا۔ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں۔ سب بولے قَالُوْا بَلٰی، کیوں نہیں تو ہمارا رب ہے شَھِدْنَا۔ ہم گواہ ہوئے۔ پ ۹

حضرات!

یہ تھا جلسۂ توحید۔ اب سنیئے جلسۂ رسالت۔

جلسۂ رسالت!

جلسۂ توحید میں تو سبھی تھے۔ مگر جلسۂ رسالت میں صرف خاص ہی تھے۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے محبوب کے لئے محبوبوں کو جمع کیا۔ اس لئے کہ

محبوب کی محفل کو محبوب سجاتے ہیں
آتے ہیں وہی جن کو سرکار بُلاتے ہیں
وہ لوگ خدا شاہد قسمت کے سکندر ہیں
جو سرورِ عالم کا میلاد مناتے ہیں

خواصین یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کو بلایا گیا اور کملی والے کی ولادت باسعادت کا ذکر سنایا گیا۔

میلاد کا بانی!

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ۔ اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا۔ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے۔ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ تو تم ضرور بضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اُس کی مدد کرنا۔ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا۔ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ قَالَ

فَاشْهَدُوْا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ۔ وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

حضراتِ گرامی!

یہ تھا جلسۂ رسالت جس میں وعدہ لینے والا خود خدا تھا۔ جن سے وعدہ لیا جا رہا تھا۔ وہ انبیاء کی مقدس جماعت تھی اور جن کے متعلق وعدہ لیا جا رہا تھا۔ وہ باعثِ تخلیقِ کائنات محبوبِ خدا افضل الانبیاء احمدِ مجتبٰے حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ پاک تھی۔

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ اس جلسۂ رسالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں۔

خدا خود، میرِ مجلس بود
اَندر لامکاں خسرو!
محمد شمعِ محفل بود
شب جائے کہ من بودم

معزز سامعین!

قرآن مجید کی اس آیۂ کریمہ سے ثابت ہوا کہ میلادِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بانی خود اللہ تعالیٰ ہے اور سب سے پہلے حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت کا تذکرہ خود خالقِ کائنات نے انبیاء کرام کی جماعت میں کیا۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ:۔

ے وہ لوگ خدا شاہد قسمت کے سکندر ہیں
جو سرورِ عالم کا میلاد مناتے ہیں

حضرات!
اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے دوسرے مقام میں حضرت زکریا و حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی ولادت کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ (پ ۱۶)	اور سلامتی ہے اس پر جس دن پیدا ہوا۔
وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ (پ ۱۶)	اور وُہی سلامتی مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا۔

سامعین! اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق حضرت زکریا و حضرت عیسیٰ علیہما السلام اپنی ولادت پر سلام بھیجتے ہیں۔ اگر زکریا و عیسیٰ علیہما السلام کے یوم ولادت پر بھیجا جا سکتا ہے تو پھر وہ نبی جو زکریا و عیسیٰ علیہما السلام کے بھی نبی ہیں۔ انکی ولادت پر سلام کیوں نہیں بھیجا جا سکتا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت سُنا کر آپ کا میلاد بیان کیا۔

بشارت عیسیٰ علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ط (پ ۲۸)	اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے۔

حضراتِ محترم!

یہ قرآن مجید کا ارشاد ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کا ذکر فرماتے ہیں۔ شاید کوئی منکرِ قرآن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بشارت کو نہ مانے۔ میں ان کے لئے برنا باس کی انجیل کا اقتباس پیش کرتا ہوں جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم کو خطبہ ارشاد فرمانا موجود ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم کو خطاب۔

I AM INDEED SENT TO THE HOUSE OF IZRAIL AS A PROPHET OF SALVATION. BUT AFTER ME SHELL COME THE MESHIAA SENT OF GOD TO ALL THE WORLD. FOR WHOM GOD HATH MADE THE AND THEN THROUGH ALL THE WORLD. WILL GOD WORSHIPED AND MERCY RECEIVED.

ترجمہ:۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ بے شک میں تو فقط بنی اسرائیل کے گھرانے کی نجات کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں لیکن میرے بعد مسیحا تشریف لائے گا۔ جسے اللہ تعالیٰ سارے جہان کے لئے مبعوث فرمائے گا۔ اسی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات تخلیق کی ہے۔ اسی کی کوششوں کے باعث ساری دنیا میں اللہ تعالیٰ کی پرستش کی جائے گی اور اس کی رحمت نصیب ہوگی۔ (انجیل برنا باس باب ۸۲ بحوالہ ضیاء القرآن ص۲۲۰ ج۔۵)

حضرات!

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں انبیاء کرام علیہم السلام کے ذکر اور ان کی یاد منانے کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

انبیاء کی یادیں منانا!

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا (پ۱۶)	اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو۔ بے شک وہ صدیق تھا (نبی) غیب کی خبریں بتاتا
وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا (پ۱۶)	اور کتاب میں موسیٰ کو یاد کرو وہ چُنا ہوا تھا اور رسول تھا غیب کی خبریں بتانے والا۔
وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا (پ۱۶)	اور کتاب میں اسمٰعیل کو یاد کرو بے شک وہ وعدہ کا سچا تھا اور رسول تھا غیب کی خبریں بتاتا۔
وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا (پ۱۶)	اور کتاب میں ادریس کو یاد کرو بے شک وہ صدیق تھا غیب کی خبریں بتاتا۔

معزز سامعین!

قرآن مجید کی ان آیات بنیات سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے اور محبوب انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر کرنا اور ان کی یاد میں منانا یہ قرآن پاک سے ثابت ہے تو پھر اس محبوب کا ذکر ولادت اور اُن کی یاد منانا جو سیّد الانبیاء امام الانبیاء ہوں اور جن کے لئے ساری کائنات معرض وجود میں آئی ہو کیونکر جائز نہیں۔

حضرات!

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے تیسویں پارہ میں اپنی نعمت کا چرچا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (پ۳۰) اور اپنے رب کی نعمت کا چرچا کرو۔ بخاری شریف میں ہے کہ

وَمُحَمَّدٌ نِعْمَةُ اللّٰہِ (بخاری شریف ص۵۶۶ ج۲)	اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔

میرے بزرگو اور دوستو!

اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق کہ اپنے رب کی نعمت کا چرچا کرو) اور بخاری شریف سے ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔ لہٰذا امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کا ذکر کرنا آپ کے معجزات بیان کرنا آپ کی صفات بیان کرنا۔ نعت شریف پڑھنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ ذریعہ نجات ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابولہب نے آپ کی ولادت کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کیا۔ تو پیر کے روز اس پر قبر کا عذاب ہلکا ہو جاتا ہے۔ جس کا ذکر آئندہ کیا جائے گا۔ بہرحال یہ نہ سمجھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد صرف

ہم ہی بیان کر رہے ہیں۔ نہیں بلکہ سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا میلاد خود خداوند تعالیٰ نے بھی بیان کیا۔ جیسا کہ تیسرے پارہ کی آیۂ کریمہ سے ثابت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنا میلاد خود بھی بیان کیا اور آپ کا میلاد صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی بیان کیا۔ آپ کا میلاد بزرگانِ دین و اولیاء عظام رحمۃ اللہ علیہم نے بھی بیان کیا۔

آیئے سُنیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنا میلاد خود آپ بیان کیا ہے۔

میلادُ النبی بزبان نبی!

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ	میں محمد ہوں عبداللہ کا بیٹا
عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ	اور عبدالمطلب کا پوتا اللہ
عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِنَّ	تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا
اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ	تو مجھے اچھے گروہ میں بنایا
فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِهِمْ	پھر ان میں گروہ پیدا کیے۔
فِرْقَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ	(یعنی عرب و عجم) اور مجھے
فِرْقَتَیْنِ فَجَعَلَنِیْ	اچھے گروہ یعنی عرب سے
فِیْ خَیْرِهِمْ فِرْقَةً	بنایا۔ پھر عرب میں قبیلے بنائے
ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ	اور مجھ کو سب سے اچھے قبیلے
فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِهِمْ	(قریش) میں بنایا پھر (قریش)

قَبِيلَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُيُوْتًا فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ بَيْتًا فَاَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَخَيْرُهُمْ بَيْتًا۔ (مشکوٰۃ شریف ص۵۱۳)	میں کئی خاندان بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے خاندان میں پیدا کیا (یعنی بنو ہاشم میں) پس میں ذاتی طور پر بھی سب سے اچھا ہوں اور خاندان میں بھی سب سے اچھا ہوں۔

وہ لوگ خدا شاہد قسمت کے سکندر ہیں
جو سرورِ عالم کا میلاد مناتے ہیں

حضرات!

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد صحابہ کرام نے بھی بیان کیا۔ آیئے میلادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ارشادات سنیئے

حضرت ابوبکر کا ارشاد!

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے ارشاد فرمایا جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد پاک پر ایک درہم بھی خرچ کیا۔ كَانَ رَفِيْقِيْ فِي الْجَنَّةِ۔ وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

حضرت عمر کا ارشاد!

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے بھی سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد پاک کی تعظیم وتکریم کی

فَقَدْ اَحْيَاءَ الْاِسْلَامَ	تحقیق اس نے اسلام کو زندہ کیا۔

حضرت عثمان کا ارشاد!

حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد پر ایک درہم بھی خرچ کیا۔

فَكَاَنَّمَا شَهِدَ غَزْوَةَ بَدْرٍ وَّ حُنَيْنٍ	گویا وہ غزوہ بدر و حنین میں شریک ہوا۔

حضرت علی کا ارشاد!

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جس نے نبی سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے میلاد پاک کی تعظیم کی۔ اور اسے بیان کرنے کی کوشش کی وہ دنیا سے ایمان کی حالت میں جائے گا۔

وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ (النعمۃ الکبریٰ ص)	اور بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جائے گا۔

حضرات!

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد بزرگانِ دین و اولیاء عظام نے بھی بیان کیا۔

آیئے میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بزرگانِ دین کے اقوال

سُنیئے ۔

علامہ اسمٰعیل حقی کا قول!

حضرت علامہ شیخ محمد اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں ۔

وَقَالَ الْاِمَامُ السَّیُوْطِیُّ قُدِّسَ سِرُّہٗ یُسْتَحَبُّ لَنَا اِظْهَارُ الشُّكْرِ لِمَوْلِدِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ (روح البیان ص۵۶ ج۹)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت با سعادت پر شکر کا اظہار کرنا ہمارے نزدیک مستحب ہے ۔

شارح بخاری کا قول!

امام قسطلانی شارح بخاری مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کے مہینے میں اہل اسلام ہمیشہ سے محفلیں منعقد کرتے چلے آرہے ہیں اور خوشی کے ساتھ کھانے پکاتے اور دعوت طعام کرتے رہے ہیں اور ان راتوں میں انواع و اقسام کی خیرات کرتے اور سرور ظاہر کرتے چلے آرہے ہیں ۔ اور نیک کاموں میں ہمیشہ زیادتی کرتے رہے ہیں جس کی برکتوں سے ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل ظاہر ہوتا رہا ہے اور اس کے خواص سے یہ تجربہ شدہ عمل ہے کہ جس سال میلاد شریف پڑھا جاتا ہے وہ سال مسلمانوں کے لئے حفظ و امان کا سال ہو جاتا ہے اور میلاد شریف

کرنے سے دلی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔

فَرَحِمَ اللّٰہُ اِمْرأً اِتَّخَذَ لَیَالِیْ شَھْرَ مَوْلِدِہِ الْمُبَارَکِ اَعْیَاداً لِیَکُوْنَ اَشَدُّ عِلَّۃً عَلٰی مَنْ فِیْ قَلْبِہٖ مَرَضٌ۔	اللہ تعالیٰ اُس شخص پر بہت رحم فرمائے جس نے ولادت کی مبارک راتوں کو خوشی و مسرت کی عیدیں بنا لیا تاکہ یہ میلاد مبارک کی عیدیں علت و مصیبت ہو جائے اس شخص پر جس کے دل میں مرض و عناد ہے۔

(زرقانی علی المواہب ص ۱۳۹ ج ۱)

صاحب بحار الانوار کا قول!

مَظْھَرُ مَنْبَعِ الْاَنْوَارِ وَالرَّحْمَۃِ شَھْرُ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ وَاِنَّہٗ شَھْرٌ اُمِرْنَا بِاِظْھَارِ الْفَرَحِ فِیْہِ کُلَّ عَامٍ	ربیع الاول کا مہینہ منبع انوار اور رحمت کا مظہر ہے۔ یہ ایسا مہینہ ہے جس میں ہر سال ہمیں اظہار سرور کا حکم دیا گیا ہے۔

(مجمع بحار الانوار ص ۵۵۰ ج ۳)

علامہ عبد الحق کا قول!

علامہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَلَمْ يَزَالْ اَهْلُ الْاِسْلَامِ يَحْتَفِلُوْنَ بِشَهْرِ مَوْلِدِهٖ صلی اللہ علیہ وسلم (ماثبت بالسنہ ص۷۹)	اور اہلِ اسلام ہمیشہ محفلیں منعقد کرتے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے میلادِ مبارک کے زمانے میں

حسن بصری کا قول!

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر میرے پاس اُحد پہاڑ جتنا سونا ہو۔

فَاَنْفَقْتُہٗ عَلٰی قِرَاءَۃِ مَوْلِدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ	تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے میلادِ پاک پر خرچ کر دوں۔

امام شافعی کا قول!

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے محفل میلاد میں دوستوں کو جمع کیا کھانا کھلایا، مکان خالی کرایا اور میلاد خوانی کا سبب بنا۔

بَعَثَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَعَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّہَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ	اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن صدیقین شہداء اور صالحین کے ساتھ اٹھائے گا اور اس کا ٹھکانہ جنت النعیم ہوگا۔

وَيَكُوْنَ فِيْ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ

معروف کرخی کا قول!

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ جس نے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کھانا پکایا۔ لوگوں کو جمع کیا، نیا لباس پہنا، اور خوشبو سے میلاد کی جگہ کو معطر کیا اور چراغاں کیا۔

حَشَرَ اللّٰہُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الْفِرْقَةِ الْاُوْلٰی مِنَ النَّبِيِّيْنَ

تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو انبیاء کرام کا ساتھی بنا دے گا۔

اور جس گھر میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد شریف ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس گھر کو قحط وبا، غم، غرق ہونا اور تمام آفات و بلیات، بری نظر اور چوروں سے محفوظ رکھتا ہے۔

فَاِذَا مَاتَ هَوَّنَ اللّٰہُ عَلَيْهِ جَوَابَ مُنْكَرٍ نَكِيْرٍ

(النعمۃ الکبریٰ ص۹)

جب فوت ہو جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس پر منکر نکیر کے سوالوں کے جواب آسان فرما دے گا۔

جلال الدین سیوطی کا قول!

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس گھر میں

مسجد اور جس محلہ میں امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا میلادِ پاک پڑھا جائے اللہ کی رحمت کے فرشتے اس مکان، اس مسجد اور اس محلہ کو گھیر لیتے ہیں اور اس مکان والوں پر درود شریف پڑھتے ہیں۔

(ربا الوسائل فی شرح الشمائل)

شاہ ولی اللہ کا قول!

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے دن مکہ معظمہ میں جس جگہ آپ پیدا ہوئے اس مقام پر گیا کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ وہاں آپ پر درود شریف پڑھتے ہیں اور آپ کی ولادت کا ذکر کرتے اور وہ معجزات بیان کرتے تھے۔

جو آپ کی ولادت کے وقت ظاہر ہوئے تھے۔ میں نے اس مجلس میں انوار و برکات دیکھیں۔ پس میں نے ذرا تامل کیا تو معلوم ہوا کہ یہ انوار اُن ملائکہ کے ہیں۔ جو ایسی مجالس پر موکل و مقرر ہوتے ہیں۔

وَرَأَيْتُ بِخَالِطِہٖ أَنْوَارِ الْمَلٰئِكَةِ وَأَنْوَارِ الرَّحْمَةِ	اور میں نے دیکھا کہ انوارِ ملائکہ اور انوارِ رحمت آپس میں ملے ہوئے ہیں۔
(فیوض الحرمین صـ۲۷)	

یہی شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد نے مجھ کو بتایا کہ میں میلاد کے دنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں کھانا پکوایا تھا۔ ایک سال سوائے بھنے ہوئے چنوں کے کچھ میسر نہ آیا۔

تو میں نے وہی لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ

فَرَأَيْتُهُ مبين يديه هذه الحمص متبجّا بشاشاً۔
(دُرّ الثمین ص۴)

پس میں نے دیکھا کہ وہی بھنے ہوتے چنے آپ کے روبرو پڑے ہیں اور آپ بہت ہی مسرور و خوش ہیں۔

گنگوہی کا قول!

مولوی رشید احمد گنگوہی کہتا ہے۔

در حق آنست کہ نفس ذکر ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و سرور فاتح خوانی یعنی ایصالِ ثواب بروح پر فتوح سید الثقلین از کمال سعادت انسان است۔
(استفسار السائل)

اور حق بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا ذکر کرنا اور آپ کی روح مبارک کے ایصالِ ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کرنا۔ یہ انسان کی بہت بڑی نیک بختی ہے۔

وہ لوگ خدا شاہد قسمت کے سکندر ہیں
جو سرورِ عالم کا میلاد مناتے ہیں

حضرات گرامی!

قرآن و حدیث کے معتبر دلائل، صحابہ کرام، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ارشادات اور بزرگانِ دین کے اقوال سے معلوم ہوا۔ کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد بیان کرنا جائز و مستحسن ہے اور ذریعۂ نجات ہے اور یہ بھی پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد آج سے ہی نہیں بلکہ ازل سے شروع ہے اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ ان قرآن و حدیث، صحابہ کرام و بزرگانِ دین سے نقل کئے گئے متعدد حوالہ جات پڑھ یا سُن کر اب بھی اگر کوئی نہ مانے تو اُس کے اپنے ایمان میں تو شک ہو سکتا ہے۔ مگر میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بیان میں شک ہو سکتا نہیں۔ ہرگز نہیں۔

حضرات! یہ تو تھی بات ماننے والوں کی۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی منکر بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے میلاد کی خوشی کرے تو اسے بھی فائدہ ہو جاتا ہے۔

میلادُالنبی کی خوشی!

ابولہب کافر تھا۔ اُس کی ایک لونڈی جس کا نام ثوبیہ تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ولادت پاک ہوئی تو اُس لونڈی نے آکر ابولہب کو خوشخبری سنائی کہ تجھے مبارک ہو اللہ نے تجھے بھتیجا عطا کیا ہے۔ چنانچہ ابولہب نے یہ سُنتے ہی شہادت کی انگلی کے اشارہ سے اُسے آزاد کر دیا۔ جب ابولہب مر گیا۔ تو گھر والوں میں سے کسی نے خواب میں دیکھا کہ ابولہب عذاب میں مبتلا ہے۔ پوچھا کیا حال ہے۔

قَالَ اَبُوْلَهَبٍ لَمْ اَلْقَ بَعْدَكُمْ خَيْرًا اِنِّیْ سُقِيْتُ فِیْ هٰذِهٖ بِعِتَاقَتِیْ ثُوَيْبَةَ۔	ابولہب نے کہا تمہارے بعد مجھے کوئی بھلائی نہیں ملی مگر ثویبہ کے آزاد کرنے سے مجھے اس انگلی کے ذریعہ سیراب کیا جاتا ہے۔

(بخاری شریف ص۷۶۴ ج۲)

یعنی ہر پیر کو عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے اور جس انگلی کے اشارہ سے ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔ اس کے چوسنے سے آرام ملتا ہے۔

حضرات!

معلوم ہوا کہ اگر ایک کافر ولادت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی کرے تو قبر میں اس کو بھی فائدہ ملتا ہے۔ اگر امتی ہو کر خوشی کرے گا اسے کیوں نہ فائدہ ملے گا۔ ضرور ملے گا۔ لیکن یاد رہے کہ

؎ محبوب کی محفل کو محبوب سجاتے ہیں
آتے ہیں وہی جن کو سرکار بلاتے ہیں

معززسامعین!

سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی ہر چیز نے خوشی منائی جیسا کہ کتب سیر میں آتا ہے۔ مگر صرف شیطان لعین ہی رنجیدہ اور ناخوش ہوا۔ اعلیحضرت فرماتے ہیں۔

؎ نثار تیری چہل پہل پہ ہزاروں عیدیں ربیع الاوّل
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

شرح شیخ زادہ میں ہے۔

شیطان کا واویلا!

کہ جس رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نورِ پاک سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکم اطہر میں منتقل ہوا تو صبح کو شیطان لعین کا تخت اوندھا پڑا تھا اور اسی غم میں شیطان چالیس دن تک دریاؤں میں غوطہ لگاتا رہا۔ پھر کوہِ ابوقبیس پر چڑھ گیا اور ایک ایسی چیخ ماری جس سے اُس کی تمام اولاد جمع ہو گئی۔ اور شیطان کو روتا ہوا دیکھ کر پوچھنے لگے۔ استاد جی خیر تو ہے۔ کیا وجہ ہے کہ آپ آج تک پریشان نہیں ہوئے تو ان سے شیطان نے کہا۔

وَيْلَكُمْ هَلَكْتُمْ هٰذِهِ الْمَرَّةَ هَلَاكًا لَمْ تَهْلِكُوْا مِثْلَهُ قَدْ قَالُوْا وَمَا الْقِصَّةُ فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ الْمَبْعُوْثُ۔	افسوس و ہلاکت ہے تم پر اس دفعہ تم ایسے ہلاک ہو رہے ہو کہ ایسی ہلاکت اس سے پہلے تم پر کبھی نہ ہوئی۔ ذریت شیطان نے کہا کہ قصہ کیا ہے؟ شیطان نے کہا کہ عنقریب محمد بن عبدالمطلب تشریف لا رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوں گے۔
(شرح قصیدہ بردہ صنا)	

حضرات محترم!

اب آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ جو لوگ حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد پاک کی خوشی مناتے ہیں اور میلاد النبی کی محفلیں منعقد

کرتے ہیں۔ وہ کس کی پیروی کرتے ہیں اور جو میلاد النبی کی مخالفت کرتے ہیں وہ کس کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نعمتِ عظمیٰ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ ج وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ

وَرَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم میں عقیدت ومحبّت کے ساتھ ہدیہ درود وسلام پیش کریں۔

حضرات محترم!

میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید فرقان حمید کی جو آیۂ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تشریف آوری کا ذکر فرمایا ہے۔

چنانچہ ربِ ذوالجلال نے ارشاد فرمایا۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ ۚ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (پ۴)	بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے گمراہی میں تھے۔

معزز سامعین!

آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا

ہے۔ یہاں تک کہ اگر ہم انہیں شمار کرنا چاہیں تو شمار نہیں کر سکتے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے کسی بھی نعمت پر یہ نہیں فرمایا کہ اے لوگو میں نے تمہیں یہ نعمت دے کر احسان کیا ہے۔

مثلاً اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیکھنے کے لئے آنکھیں دیں۔ احسان فرمایا مگر جتلایا نہیں ـــــ سننے کے لئے کان دیئے احسان فرمایا مگر جتلایا نہیں ـــــ سونگھنے کے لئے ناک دیا احسان فرمایا مگر جتلایا نہیں ـــــ چلنے کے لئے پاؤں دیئے مگر جتلایا نہیں ـــــ اسی طرح پانی، ہوا چاند، سورج، ستارے، کھانے کے لئے پھل، سبزیاں خدمت کے لئے چوپائے الغرض خالقِ کائنات نے ہمیں بے شمار نعمتیں عطا فرمائیں۔ احسان تو فرمایا مگر جتلایا نہیں۔ لیکن جب محبوب کی باری آئی۔ فرمایا اے ایمان والو تم پر احسان کیا۔ اس لئے کہ باقی جتنی بھی نعمتیں ہیں۔ ان کی مثل تو دنیا میں موجود ہے مگر یہ محبوب وہ نعمتِ عظمیٰ ہے۔ جس کی کائنات میں کہیں مثال ہی نہیں، کسی شاعر نے کیا خوب کہا۔

بے مثل نے محبوب بھی بے مثل بنایا
وہاں جسم نہیں ہے تو یہاں سایہ نہیں ہے

اس لئے بھی احسان فرمایا کہ باقی تمام نعمتیں دنیا میں ہی ختم ہو جانے والی ہیں۔ مگر کملی والے آقا نے تو قبر و حشر میں بھی کام آنا ہے اور اس لئے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری پر احسان جتلایا کہ کائنات کی تمام نعمتیں آپ ہی کے صدقہ اور وسیلہ سے ہیں۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (پ ۲۵)	اس جیسا کوئی نہیں۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَیُّکُمْ مِثْلِیْ (مشکوٰۃ شریف ص۱۷۵)	تم میں کون ہے میری مثل

حضراتِ گرامی!

اب دیکھنا یہ ہے کہ رب تعالیٰ کا فرمان ہے کہ مجھ جیسا کوئی نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں میری مثل کوئی نہیں۔ اس میں تطبیق اور فرق کیسے ہوگا وہ اس طرح کہ وہ بھی بے مثل ہے یہ بھی بے مثل ہے۔

وہ خالق ہونے میں بے مثل ہے ——— یہ مخلوق ہونے میں بے مثل ہے۔

وہ طالب ہونے میں بے مثل ہے ——— یہ مطلوب ہونے میں بے مثل ہے۔

وہ محب ہونے میں بے مثل ہے ——— یہ محبوب ہونے میں بے مثل ہے۔

وہ لامکاں ہونے میں بے مثل ہے ——— یہ بامکاں ہونے میں بے مثل ہے

وہ بے صورت ہونے میں بے مثل ہے ——— یہ باصورت ہونے میں بے مثل ہے

وہ مولیٰ ہونے میں بے مثل ہے ——— یہ بندہ ہونے میں بے مثل ہے

وہ عرشی ہونے میں بے مثل ہے ——— یہ فرشی ہونے میں بے مثل ہے

وہ خدا ہونے میں بے مثل ہے ——— یہ مصطفٰے ہونے میں بے مثل ہے

بے مثل نے محبوب بھی بے مثل بنایا
واں جسم نہیں ہے تو یہاں سایہ نہیں ہے

حضراتِ محترم!

ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نعمتِ عظمیٰ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی نعمتوں کا ذکر اور چرچا کرنے کا حکم فرمایا ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ (پ۶)	اے ایمان والو اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو۔
وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (پ۳۰)	اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

میرے بزرگو اور دوستو!

ان آیات بینات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کرنا۔ خداوند تعالیٰ کی نعمتوں کا چرچا کرنا۔ انہیں بیان کرنا یہ حکم باری تعالیٰ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات تو سب سے بڑی نعمت ہے۔ پھر آپ کا میلاد بیان کرنا کیونکر جائز نہیں۔

اور یہی نہیں بلکہ خالقِ کائنات نے گیارہویں پارہ میں ارشاد فرمایا۔

قُلْ بِفَضْلِ اللهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا (پ۱۱)	تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اسی پر چاہیئے کہ خوشی کریں۔

یعنی ارشاد فرمایا کہ جب تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہو تو تم خوشی کرو۔

حضراتِ گرامی!

چونکہ امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے لئے نعمتِ عظمیٰ ہیں اس لئے اہلِ ایمان آپ کی ولادت کے دن خوشیاں مناتے ہیں۔ میلاد کی محفلیں منعقد کرتے ہیں۔ درود و سلام کے نذرانے پیش کرتے ہیں۔ کھانا پکا کر تقسیم کرتے ہیں۔ کیونکہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور

اس کی رحمت ہو تو خوشیاں مناؤ۔ اور آپ جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ذات ستودہ صفات سے بڑھ کر ہم پہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت کیا ہو سکتی ہے۔ لہٰذا

رَل خوشیاں یار مناؤ اللہ نے کرم کمایا
ساڈا کملی والا آیا ساڈا کملی والا آیا!
اَج ہویاں چار چوفیرے اوہدے کرم دیاں برساتاں
ہر پا نور دا نوری چانن سب مُک گیاں کالیاں راتاں
ساڈا کملی والا آیا ساڈا کملی والا آیا

کسی اور شاعر نے یُوں کہا کہ

فضل ربُّ العلیٰ اور کیا چاہیئے
مل گئے مصطفٰے اور کیا چاہیئے

انتقالِ نور

کتبِ سیر میں موجود ہے کہ جس رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا نور پاک سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم اطہر میں منتقل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے

اَمَرَ رِضْوَانَ الْجَنَّۃِ اَنْ یُّفْتَحَ فِیْ تِلْکَ اللَّیْلَۃِ اَبْوَابَ الْفِرْدَوْسِ	رضوانِ جنت کو حکم فرمایا کہ آج کی رات جنّت الفردوس کے دروازے کھول دیئے جائیں۔

اور اس رات

اِنَّ کُلَّ دَابَّۃٍ کَانَتْ لِقُرَیْشٍ نَطَقَتْ وَ رَبُّ الْکَعْبَۃِ وَھُوَ اَمَانُ الدُّنْیَا وَ سِرَاجُ اَھْلِھَا	بے شک قریش مکہ کے تمام جانور بول اُٹھے کہ رب کعبہ کی قسم آج کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور پاک اپنی والدہ کے شکم میں منتقل ہو چکا ہے اور وہ دنیا کے لئے امان اور آفتاب ہیں۔
وَفَرَّتْ وُحُوْشُ الْمَغْرِبِ اِلٰی وُحُوْشِ الْمَشْرِقِ وَکَذٰلِکَ اَھْلُ الْبِحَارِ یُبَشِّرُ بَعْضُھُمْ بَعْضًا	اور مغرب کے جانور مشرق کی طرف بھاگے اور اسی طرح دریاؤں میں رہنے والے بھی ایک دوسرے کو مبارک دینے لگے۔

کہ خوشیاں مناؤ ظلم ختم ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا آخری نبی رحمۃ للعالمین بن کر تشریف لے آیا ہے۔ سارے جانور خوش ہو کر کہتے ہیں کہ

مل گئے مصطفیٰ اور کیا چاہیئے
فضلِ رب العلیٰ اور کیا چاہیئے

انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خوشی کی

انبیاء کی بشارتیں!

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حمل کا پہلا مہینہ

ہوا میں نے خواب میں ایک دراز قد والے بزرگ دیکھے انہوں نے فرمایا۔ اے آمنہ تجھے بشارت ہو تو سید المرسلین کی ماں بننے والی ہے۔ میں نے کہا آپ کون ہیں فرمایا میں ان کا باپ آدم علیہ السلام ہوں۔ جب دوسرا مہینہ ہوا۔ ایک بزرگ میرے پاس تشریف لائے انہوں نے فرمایا۔ اے آمنہ تجھے مبارک ہو، تو اولین و آخرین کے سردار کی ماں بننے والی ہے۔ میں نے کہا آپ کون ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔ میں شیث علیہ السلام ہوں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتی ہیں کہ جب تیسرا مہینہ ہوا ایک بزرگ تشریف لائے اور فرمایا۔ اے آمنہ تجھے مبارک ہو تیرے شکم میں نبی کریم تشریف فرما ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں۔ فرمایا میں نوح علیہ السلام ہوں۔ چوتھے مہینے پھر ایک بزرگ کو خواب میں دیکھا تو وہ بھی فرمانے لگے۔ اے آمنہ۔ تجھے مبارک ہو تو نبی الانبیاء کی ماں بننے والی ہے۔ میں نے پوچھا تم کون ہو انہوں نے فرمایا میں ادریس علیہ السلام ہوں۔ پانچواں مہینہ ہوا تو ایک بزرگ تشریف لائے فرمایا اے آمنہ تجھے بشارت ہو تو تمام انسانوں کے سردار کی ماں بننے والی ہو۔ میں نے پوچھا تم کون ہو۔ وہ کہنے لگے میں ہود علیہ السلام ہوں۔ چھٹا مہینہ ہوا تو ایک بزرگ تشریف لائے فرمایا۔ اے آمنہ تو خوش ہو جا تیرے شکم میں نبی ہاشمی جلوہ فرما ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں۔ فرمایا میں ابراہیم علیہ السلام ہوں۔ ساتویں مہینے ایک بزرگ تشریف لائے اور فرمانے لگے۔ اے آمنہ تجھے مبارک ہو تو اللہ تعالیٰ کے حبیب کی والدہ بننے والی ہے۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں۔ وہ کہنے لگے میں اسماعیل علیہ السلام ہوں۔ آٹھواں مہینہ ہوا تو ایک بزرگ تشریف لائے۔ فرمانے لگے۔ آمنہ تجھے بشارت ہو تو خاتم النبیین کی ماں بننے والی ہے۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں۔ کہنے لگے میں موسیٰ علیہ السلام ہوں۔ نویں ماہ میں ایک بزرگ تشریف لائے اور فرمانے لگے۔ اے آمنہ تجھے مبارک ہو کہ محمد رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم

تیرے سکم اقدس میں تشریف لائے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں۔ وہ فرمانے لگے میں عیسیٰ علیہ السلام ہوں۔ (نزہتہ المجالس صفحہ ۱۹۰ ج۔۲)

حضرات!

آپ نے سنا کہ نبیوں نے بھی آپ کی تشریف آوری کی خوشی کی۔

فضل رب العلیٰ اور کیا چاہیئے
مل گئے مصطفیٰ اور کیا چاہیئے

ظہورِ نور!

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا وقت قریب آیا۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ میں نے رُخ پھیر کر دیکھا تو ایک دودھ کا پیالہ نمودار ہوا

وَكُنْتُ عَطْشٰى فَتَنَا وَلْتُهَا فَشَرِبْتُهَا	مجھے پیاس تھی میں نے اسے پی لیا۔ پھر مجھ سے ایک نور چمکا۔
فَاَضَاءَ مِنِّي نُوْرٌ	
فَكَشَفَ اللّٰهُ عَنْ بَصَرِي وَاَبْصَرْتُ تِلْكَ السَّاعَةَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا	پس اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے حجابات دور فرما دیئے میں نے اس وقت دنیا کے مشرق و مغارب کا معائنہ کیا اور
وَرَاَيْتُ ثَلَاثَةَ اَعْلَامٍ مَضْرُوْبَاتٍ عَلَمًا فِي الْمَشْرِقِ	میں نے دیکھا کہ تین جھنڈے نصب کیئے گئے ایک مشرق اور دوسرا مغرب اور تیسرا

وَعَلَمًا فِي الْمَغْرِبِ وَعَلَمًا عَلٰى ظَهْرِ الْكَعْبَةِ	کعبہ کی چھت پر نصب کیا گیا۔

اور نزہتہ المجالس میں ہے کہ سیدہ آمنہ فرماتی ہیں، میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک جماعت اتری اور ان کے پاس سفید رنگ کے تین جھنڈے تھے۔ ایک جھنڈا انہوں نے خانہ کعبہ کی چھت پر، دوسرا جھنڈا میرے گھر کی چھت پر اور تیسرا جھنڈا بیت المقدس پر نصب کر دیا۔ اس کے بعد سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:

فَاَخَذَنِي الْمَخَاضُ فَوَلَدْتُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ۔	پس آثارِ ولادت نمودار ہوئے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلوہ گری ہو گئی۔

اور پھر کیا تھا کہ

ناگہاں ساکن ہواؤں میں روانی آگئی
اور چمن کے پتے پتے پر جوانی آگئی
رحمتِ حق کو یکایک اِک بہانہ مل گیا
اور آمنہ کو کُنْتُ كَنْزًا کا خزانہ مل گیا
حضرت حسنین کو بے مثل نانا مل گیا
اور ہم گنہگاروں کو بخشش کا بہانہ مل گیا

ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں۔ کہ

رب رنہ نغماں لائیاں اُج آمنہ دے ویہڑے
جنتی حوراں نے آئیاں اَج آمنہ دے ویہڑے
ہے شان اوہدی عالی موہڈے تے کملی کالی
والفجر دی جبیں کیتے ہین آسیو میرے
اور کسی نے یُوں کہا کہ

نورِ اَزلی چمکیا نماتب ہنیرا ہو گیا
کملی والا آگیا ہر تھاں سویرا ہو گیا

اُدھر جب سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ

فَلَمَّا مَضٰی نِصْفُ اللَّیْلِ رَأَیْتُ الْکَعْبَۃَ سَجَدَتْ	جب آدھی رات گزر گئی تو میں نے دیکھا کہ کعبہ سجدہ کر رہا ہے۔

اور سب سے بڑا بت ہبل نامی زمین پر گر پڑا اور اس کے منہ سے یہ آواز نکلی کہ آخری نبی پیدا ہو چکے ہیں۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جلدی سے سیدہ آمنہ کے گھر گیا۔ میں نے دیکھا کہ آمنہ کی گود میں والی دو جہاں آ گئے اور حضرت عبدالمطلب بھی پکار اٹھے کہ

مل گئے مصطفےٰ اور کیا چاہیئے
فضلِ رب العلیٰ اور کیا چاہیئے

فیضِ نور!

روض الفائق میں ہے۔ کہ ملک یمن میں ایک عامر نامی شخص اپنے بت خانہ میں بیٹھا تھا۔ اُدھر جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی اور آپ کا نورِ پاک مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں پھیل گیا تو رب تعالیٰ نے عامر کے سامنے سے پردہ ہٹا دیا۔ عامر نے دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور ملائک زمین پر اُتر رہے ہیں۔ پہاڑ اور درخت سجدہ کر رہے ہیں۔ عامر حیران تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ دریں اثنا اُس کا بُت اوندھا گرا اور اس کے منہ سے یہ الفاظ نکلے۔

وَلَدَ النَّبِيُّ الْمُنْتَظَرُ يُخَاطِبُهُ الْحَجَرُ وَالشَّجَرُ وَيَنْشَقُّ لَهُ الْقَمَرُ۔	وہ نبی تشریف لے آئے جن کا سینکڑوں برس سے انتظار تھا جس سے درخت اور پتھر کلام کریں گے اور جن کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گا۔

یہ سن کر عامر جلدی سے اٹھا اور اپنی بیوی کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ تم نے وہ سنا جو میں سنتا ہوں۔ کہنے لگی ہاں میں نے بھی سنا ہے مگر عامر ذرا یہ تو پوچھو کہ وہ کہاں پیدا ہوئے ہیں اور ان کا نام کیا ہے۔ اُس نے کہا۔

فَقَالَ اَيُّهَا الْهَاتِفُ مَا اِسْمُ هٰذَا الْمَوْلُوْدِ فَقَالَ اِسْمُهٗ مُحَمَّدٌ	اے ہاتفِ غیبی اس مبارک فرزند کا نام کیا ہے۔ پس آواز آئی کہ آپ کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے

عامر کی ایک لڑکی بیمار اور اپاہج تھی۔ جس کے ہاتھ پیر رہ گئے تھے۔ جو نیچے کے مکان میں پڑی تھی۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور کو دیکھ کر عرض کرنے لگی۔ الٰہی اگر اس نور میں برکت ہے تو مجھے بھی اس کا حصہ مل جائے ادھر یہ بات اُس کے مُنہ سے نکلی کہ فوراً اللہ تعالیٰ نے اُسے صحیح وسالم کر دیا۔ عامر یہ واقعہ دیکھ کر سخت حیران ہوا اور جلدی سے آپ کی زیارت کے لئے مکہ معظمہ روانہ ہوا۔ جب مکہ میں پہنچا تو تلاش کرتا ہوا بی بی آمنہ کے درِ دولت پر پہنچا عرض کیا کہ برائے خدا اس مسافر غریب الوطن عاشقِ زار کو بھی اپنے صاحبزادے کا جمال دکھا دیجئے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گود میں لاکر دکھایا۔ تو دیکھتے ہی پکار اٹھا کہ

مل گئے مصطفےٰ اور کیا چاہیئے
فضلِ ربّ العلیٰ اور کیا چاہیئے

دریں اثنا کہ وہ عاشقِ زار کائنات کے والی کے جمال بے مثل و بے مثال کی زیارت کر رہا تھا۔ کہ آپ کے قدموں پر ہی جان دے گیا۔ اور اس طرح یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت کا پہلا شہید تھا جو آپ پر نثار ہو گیا۔

حضراتِ محترم!

دیکھا آپ نے یہ ہیں برکات میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کہ اُس بُت کی پوجا کرنے والے کو ایمان نصیب ہو گیا اور ایسا ایمان کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدموں میں زندگی کے آخری لمحے گزار گیا اور دوسرے یہ کہ اُس کی بیمار بچی بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور کی برکت سے تندرست ہو گئی جو نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہیں مانتے وہ ہمیشہ بیمار ہی رہیں گے۔

اسی لئے تو ہم کہتے ہیں۔ کہ

بنتا ہے عشقِ نبی جو پڑھتے ہیں بخاری
آتا ہے بخار اُن کو آتی نہیں بخاری

معزز سامعین!
جب مکہ والوں کو پتہ چلا کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پیدا ہوئے ہیں۔ تو تمام دایاں اپنی اپنی سواریوں پہ بچے لینے کے لئے نکل پڑیں۔ ان دایوں میں ایک غریب و مُفلس اور مسکین دائی حلیمہ سعدیہ بھی تھی۔ جس کی سواری بھی کمزور تھی اور خود بھی غریب تھی۔ طاقتور سواریوں والیاں آگے نکل گئیں مگر حلیمہ آہستہ آہستہ جا رہی ہے۔

حلیمہ کی خوش بختی!

جب حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے درِ دولت پر پہنچی تو حضرت عبدالمطلب نے فرمایا۔ اے حلیمہ بے شک میرے پاس ایک بچہ ہے کیا تو اُسے دودھ پلائے گی۔ شاید اس بچہ کے سبب تیرا نصیب جاگ جائے۔ حلیمہ نے سُنا تو پکار اٹھی مرحبا۔ کیوں نہیں مجھے جلدی وہ بچہ دیجئے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں کملی والے کو لینے کے لئے آمنہ کے مکان میں داخل ہوئی تو میں نے دیکھا کہ

تَفُوْحُ مِنْهُ الْمِسْكُ فَاَشْفَقْتُ اَنْ اُوْقِظَهُ مِنْ نَوْمِهِ فَوَضَعْتُ يَدَيَّ عَلٰى صَدْرِهِ	آپ کے جسم مُبارک سے مُشک کی خوشبوئیں مکان کو مہکا رہی تھیں۔ آپ کو بیک وقت جگاتے مجھے ڈر لگا۔ میں نے اپنا ہاتھ آپ

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا وَ	کے سینہ مبارک پر رکھا۔ آپ
فَتَحَ عَيْنَيْهِ اِلَيَّ	نے مسکراتے ہوئے آنکھیں
فَخَرَجَ مِنْهَا نُوْرٌ	کھول دیں اور میری طرف دیکھا
حَتّٰى دَخَلَ عَنَانَ	آپ کی آنکھوں سے ایک نور
السَّمَاءِ وَاَنَا اَنْظُرُ	نکلا جو چہرہ مبارک سے نکل کر
فَقَبَّلْتُهٗ وَحَمَلْتُهٗ	آسمان تک پہنچ گیا۔

پس میں نے آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور آپ کو گود میں اُٹھا لیا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ پھر میں نے والی دو جہاں کو اپنی سواری پر بٹھایا تو سواری پہلے سے تیز ہو گئی۔ راستے میں چلنے والوں نے پوچھا حلیمہ کیا بات ہے کہ پہلے تو تیری سواری چلتی نہیں تھی۔ اب رکتی نہیں۔ حلیمہ نے جواب دیا۔ کہ

مِل گئے مصطفٰے اور کیا چاہیئے
فضلِ ربّ العلیٰ اور کیا چاہیئے

حضرات!

بس اس ضمن میں یہ بھی عرض کرنا چاہوں کہ اس سال دنیا والوں پہ اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہوا۔

اِنعامِ خداوندی!

کہ ہر طرف پوری دنیا میں لڑکے پیدا ہوئے۔

وَاَذِنَتْ لِنِسَاءِ الدُّنْيَا	اور خداوند تعالیٰ نے دنیا بھر
تِلْكَ السَّنَةِ اَنْ	کی عورتوں کے حمل کو حکم دیا کہ
يَحْمِلْنَ الذُّكُوْرَا	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

لِکَرَامَۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّمَ۔ | بزرگی ثابت کرنے کے لئے اس سال ہر عورت کے ہاں لڑکا پیدا ہو۔

حضرات!
آپ نے سُنا کہ امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کے سال اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی ولادت کی خوشی میں لڑکے تقسیم کئے۔ ہم لڈو تقسیم کریں تو ہم پر فتوے۔ خدا پر بھی فتویٰ لگا دو۔ اصل میں بات یہ ہے کہ جس کی طرف کوئی چیز آئے خوشی بھی اسے ہی ہوتی ہے۔

حضور ہمارے ہیں۔ لہٰذا خوشی بھی ہم کرتے ہیں تو

سامعین!
میں عرض کر رہا تھا کہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی سواری پر بٹھا کر جا رہی تھی۔ حلیمہ کہتی ہیں کہ جب میری سواری بیت اللہ شریف کے قریب پہنچی۔ میں نے دیکھا کہ میری سواری نے تین دفعہ کعبہ کی جانب سجدہ کیا۔ پھر اپنا مُنہ آسمان کی طرف اٹھایا اور ایسی چلی کہ سب سے آگے نکل گئی اور میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لے کر اپنے مکان میں آگئی۔ آپ کا تشریف لانا تھا کہ میرے کھجوری چھپر میں بہار آگئی اور فرشتے بھی میرے مکان کا طواف کرنے لگ گئے۔ جب مکہ کی دایاں میرے پاس آئیں اور انہوں نے سرکارِ دوجہاں کو دیکھا تو

کہنے لگیں کہ

سب دائیاں حلیمہ نوں حیرت نال پُچھدیاں نیں
کتھوں لے کے توں آئی ایں نیرا مخوار بڑا سوہنا

حلیمہ نے جواب دیا ۔

اُنج تے ہیں ماڑی آں میری کُلی وی ماڑی اے

میری گود وچہ نبیاں دا سردار بڑا سوہنا

(خصائص کبریٰ ص۴۷۔۴۸ ج۔۱) (مواہب لدنیہ ص۲۸۔۲۹ ج۔۱)

(الوفا ص۹۴ ج۔۱) (نزہت المجالس ص۹۸ ج۔۲)

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں زیادہ سے زیادہ ذکرِ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرنے اور میلادِ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفلیں سجانے کی توفیق عطا فرمائے

(آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رحمۃ للعالمین

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ وَالۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ۔ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ ۔

اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ۝

اٰمَنۡتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُ وَصَدَقَ رَسُوۡلُہُ النَّبِیُّ الۡکَرِیۡمُ

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں عقیدت و محبت کے ساتھ ہدیہ درود و سلام پیش کریں۔

حضراتِ محترم!

میں نے آپ کے سامنے قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی جو آیہ کریمہ پڑھنے

کا شرف حاصل کیا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی رحمت کا تذکرہ فرمایا ہے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (پ ۱۷)	اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

معزز سامعین!

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم عالمین کے لئے رحمت ہیں۔ اور عالمین میں خواہ کوئی نیک ہو یا بد۔ کوئی مومن ہو یا کافر مگر فرق یہ ہے کہ

فَمَنْ آمَنَ رَحْمَةٌ لَهُ دُنْيَا وَاُخْرٰى وَمَنْ كَفَرَ فَهُوَ رَحْمَةٌ لَهُ فِي الدُّنْيَا فَقَطْ۔	جو ایمان لایا اس کے لئے آپ دنیا و آخرت دونوں میں رحمت ہیں اور جو کافر ہوا اس کے لئے صرف دنیا میں رحمت ہیں۔

(تفسیر صادی ص ۷۶ ج ۳)

حضرات!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم عالمین کیلئے رحمت ہیں اور عالمین میں خواہ کچھ بھی ہو۔ یعنی جن و انس کے لئے آپ رحمت ________ چرند و پرند کے لئے آپ رحمت ________ شجر و حجر کے لئے آپ رحمت ________ خشک و تر کیلئے آپ رحمت ________ شمس و قمر کے لئے آپ رحمت ________ بحر و بر کے لئے آپ رحمت ________ مشرق والوں کیلئے آپ رحمت ________ مغرب والوں کے لئے آپ رحمت ________ شمال والوں کے لئے آپ رحمت ________ جنوب والوں کے لئے آپ رحمت ________ زمین والوں کے لئے آپ رحمت ________

فرشتوں کے لئے آپ رحمت ______ غلمان و رضوان کے لئے آپ رحمت ______ بلکہ خداوند تعالیٰ نے اپنے لئے فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور محبوب کے لئے فرمایا وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ گویا کہ فرمایا اے محبوب جن کے لئے میں رب العالمین ہوں۔ اُن کے لئے آپ رحمۃ للعلمین ہیں۔

حدیث قدسی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

لَوْلَاکَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرُّبُوْبِیَّۃَ۔ اے نبی اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو اپنی ربوبیت بھی ظاہر نہ کرتا۔ (مکتوبات شریف)

حضرات!

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا نہ ہوتے تو خدا تعالیٰ اپنی ربوبیت کو کیونکر ظاہر نہ فرماتا۔ اسمیں حکمت و راز کیا ہے۔ آیئے سُنیئے کہ

حقیقی مربّی (پالنے والا) خدا تعالیٰ ہے اور بچے کے لئے مجازی مربی (پالنے والے) والدین ہیں۔ آپ غور فرمائیں کہ ابھی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ مگر ماں کے دل میں بچے کی محبت پہلے ہی موجود ہے۔ اور جب بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو ماں کس محبت و شفقت سے اُسے سینے سے لگاتی ہے اور اس کی پرورش کے سلسلہ میں کون کون سی تکالیف برداشت کرتی ہے۔ حتیٰ کہ رات کے وقت جب بچہ بستر پر پیشاب کر دے تو ماں بچے کو خشک جگہ پر لٹاتی ہے اور سردیوں کی ٹھنڈی راتوں میں خود گیلی جگہ پر لیٹتی ہے۔ خود بے آرام ہو جاتی ہے۔ مگر بچے کی بے آرامی برداشت نہیں کرتی۔ آخر ایسا کیوں ہے۔ وہ اس لئے کہ ماں کے دل میں بچے کے متعلق

شفقت ہے۔ جس کی وجہ سے وہ دن رات کا آرام وسکون اپنے بچے پر قربان کر دیتی ہے۔ لیکن اگر ماں کے دل میں بچے کے متعلق یہ رحمت نہ ہوتی۔ تو کیا بچہ پروان چڑھ سکتا تھا۔ ہرگز نہیں۔ اگر ماں کے دل میں بچے کی رحمت نہ ہوتی تو ہو سکتا تھا کہ ماں پرواہ نہ کرتی اور بچہ تڑپ تڑپ کر جان دے دیتا۔

حضرات گرامی!

اسی طرح رب تعالیٰ نے فرمایا اے دنیا والوں میں رب العالمین ہوں۔ عالمین کو پالنے والا۔ اور میرا نبی رحمۃ للعالمین عالمین کے لئے رحمت۔ یوں سمجھیں کہ اگر ماں کے دل میں بچے کے متعلق رحمت نہ ہوتی تو بچہ نہ پلتا یونہی اگر میرا محبوب رحمت بن کر نہ آتا۔ نہ کائنات وجود میں آتی اور نہ میں اپنا رب ہونا ظاہر کرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں۔

مواہب میں ہے۔ کہ

اِنَّ لَیْلَۃَ الْمَوْلُوْدِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَفْضَلُ مِنْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ	بے شک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت والی رات لیلۃ القدر سے افضل ہے۔

اس لئے کہ:۔

اِنَّ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ وَقَعَ فِیْهَا التَّفَضُّلُ عَلٰی اُمَّتِہٖ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ	بے شک لیلۃ القدر میں خاص اُمتِ محمدیہ کو فضیلت عطا ہوئی

مگر میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات۔

وَقَعَ التَّفَضُّلُ فِیْهَا	تمام جہانوں پر فضل ہوا کیونکہ

عَلٰی سَائِرِ الْمَوْجُوْدَاتِ فَھُوَ الَّذِیْ بُعِثَ رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ شاعر کہتا ہے کہ:-

اس میں حضور سب جہانوں کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے۔

سب نوں سینے لان والا آگیا
اُچے رُتبے پان والا آگیا!

حضرات!

جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنوں کے لئے بھی رحمت ہیں۔ اور بیگانوں کے لئے بھی آیئے دیکھیں کہ آپ بیگانوں کے لئے کیسے رحمت ہیں۔

شیطان پر رحمت!

معارج النبوۃ میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے شیطان کو لعنتی قرار دیا تو ایک زبردست فرشتہ اُس پر مسلط کر دیا تاکہ وہ اس کی گردن پر مُکے مارتا رہے اور جب مُکے پڑتے تو ان مُکوں سے ابلیس چلاتا تھا اور دوسرے دن تک اس کے چہرے پر اس ضرب کا نشان رہتا۔ حتیٰ کہ سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف فرما ہوئے اور وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ کی آیہ کریمہ نازل ہوئی تو ابلیس نے رو کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کی۔ اے اللہ! میں بھی عالمین میں سے ہوں۔ مجھے بھی تیرے محبوب کی رحمت سے کچھ حصہ ملنا چاہیئے اللہ تعالیٰ نے شیطان کی فریاد کو سُن کر اس فرشتہ کو حکم دیا کہ آج کے بعد اس ملعون پر مُکے نہ مارے جائیں اور پھر صدقہ کہاں ملے گا اس [illegible]

اس طرح شیطان کو بھی رحمتِ رسالت مآب کا حصہ مل گیا۔

(معارج النبوۃ ص۲۲۲ ج ۱)

سب نوں سینے لان والا آگیا
اُچے رُتبے پان والا آگیا!

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تو پوری دنیا میں لڑکے پیدا ہوئے۔ جیسا کہ خصائص کبریٰ میں ہے۔

وَاُذِنَ لِنِسَاءِ الدُّنْيَا تِلْكَ السَّنَةَ اَنْ يَحْمِلْنَ الذُّكُوْرَ اَكْرَامًا لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

اور حکم دیا اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کی عورتوں کے رحم کو۔ کہ اس سال ہر عورت کے ہاں لڑکا پیدا ہو۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بزرگی اور کرامت کی وجہ سے ہوا۔

(خصائص کبری ص۴۷ ج ۱)

حضرات!

لڑکے کیوں پیدا ہوئے۔ اس لئے کہ عرب میں جہالت کا دور تھا۔ اگر ان کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی تو وہ اسے زندہ دفن کر دیتے۔ اور یہ ظلم تھا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے وقت بھی کوئی بچی پیدا ہوتی تو اسے زندہ دفن کر دیا جاتا۔ یہ ظلم ہوتا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو کائنات کے لئے رحمت تھے۔ لہٰذا آپ کے بتقاضاءِ رحمۃ للعالمین پوری دنیا میں بچے ہی پیدا ہوئے۔

سب نوں سینے لان والا آ گیا
اُچے رُتبے پان والا آ گیا

حضرات!
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالمین کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے یہی وجہ تھی کہ لوگ آپکو پتھر مارتے طرح طرح کی تکلیفیں دیتے مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سے بدلہ نہ لیتے بلکہ بتقاضائے رحمۃ للعالمین سب کے لئے دُعا کرتے ہیں۔

دُشمنوں پر رحمت!

جنگ اُحد میں کفار نے پتھر مار کر آپ کے دانت مبارک شہید کر دیئے۔ اور چہرہ انور زخمی ہو گیا۔ چہرہ اقدس سے خون بہہ رہا ہے اور جب یہ منظر صحابہ کرام نے دیکھا تو بارگاہ رسالت میں عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان ظالموں پر بددعا فرمائیے۔ آپ یہ سُن کر جواب دیتے ہیں۔

اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَّلٰکِنْ بُعِثْتُ دَاعِیًا وَّرَحْمَۃً	میں بددعا کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا۔ بلکہ دعا کرنے والا اور رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں

جناب رحمۃ للعالمین نے ہنس کر فرمایا!
کہ میں اس دہر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا
آپ ان پتھر مارنے والوں اور ایذئیں پہنچانے والوں کیلئے دُعا کرتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اِھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (شفا شریف صلا ج ۱۔)	اے اللہ میری قوم کو ہدایت نصیب فرما کیونکہ وہ مجھے جانتے نہیں۔

سب نوں سینے لان والا آگیا
اُچے رتبے پان والا آگیا

اسی طرح جب کملی والے آقا طائف میں تشریف لے جاتے ہیں تو ظالم آپ کا تمسخر اڑاتے ہیں اور آپ کو اتنے پتھر مارے کہ آپ کے پاؤں مبارک لہو لہان ہو گئے۔ خدمتِ اقدس میں عرض کی گئی۔ اے اللہ کے نبی ان ظالموں کے لئے بددعا فرمائیں۔ تو آپ نے پھر وہی ارشاد فرمایا کہ میں دنیا والوں کے لئے زحمت بن کر نہیں بلکہ رحمت بن کر آیا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دشمنوں سے بدلہ نہ لیتے بلکہ انہیں معاف فرما دیتے وہ ہندہ جو آپ کے چچا سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جگر چبا گئی تھی۔ اسے معاف کر دیا وہ وحشی جس نے حضرت امیر حمزہ کو شہید کیا تھا اسے بھی معاف کر دیا وہ ہبار بن اسود جس نے آپ کی شہزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نیزہ مار کر اونٹ سے گرا دیا تھا۔ جس کے صدمہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا اور اسی تکلیف سے پیدا ہونے والی بیماریوں سے ان کی رحلت ہوئی۔ اُسے بھی اپنے دامنِ رحمت میں داخل فرماتے ہوئے معاف کر دیا۔ وہ لبید بن اعصم جس نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر جادو کیا تھا۔ بیت پہ چلنے پر اُس کو بھی معاف فرما دیا اور جس یہودی عورت نے کھانے میں آپ کو زہر دیا تھا اس کو بھی معاف کر دیا۔

(انوارِ محمدیہ صلا ۲۲)

سب نوں سینے لان والا آگیا
اُچّے رُتبے پان والا آگیا

اور

گالیاں دیتا تھا کوئی تو دُعا دیتے تھے
دشمن بھی آجاتا اگر کملی کو بچھا دیتے تھے

اور

سلام اس پر کہ جس نے ظلم سہہ سہہ کر دعائیں دیں
وُہ جس نے کھائے پتھر گالیاں پھر بھی دعائیں دیں

لونڈی پر رحمت!

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جب معراج سے واپس آئے دوسرے روز گھر سے باہر نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک لونڈی نے اپنی پشت پر آٹے کا تھیلہ رکھا ہوا ہے اور وہ رو رہی ہے۔ آپ نے پوچھا۔ اے لونڈی تو کیوں روتی ہے عرض کیا میں فلاں عیسائی کی لونڈی ہوں۔ صبح اس نے مجھے چکی پر آٹا پیسنے کے لئے بھیج دیا۔ حالانکہ میں بیمار ہوں۔ مجھے دیر ہو گئی ہے۔ میں ڈرتی ہوں کہ وہ مجھے مارے گا۔ رحمۃ للعالمین نے فرمایا میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ میں تمہاری سفارش کروں گا۔ یہ آٹے کا تھیلہ مجھے دو میں اسے سر پر اٹھا لوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے وہ تھیلا اپنی پشت مبارک پر رکھ لیا اور تیز تیز چل دیئے لونڈی نے کہا آپ تیز چل رہے ہیں میں آپ کا ساتھ نہیں دے سکتی۔ نہ ہی مجھ میں تیز چلنے کی طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میری چادر کا دامن پکڑ لے۔ تو بھی تیز ہو جائے گی۔ جب عیسائی کے مکان پر پہنچے تو سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے دروازہ کھٹکھٹایا۔

نصرانی باہر آیا۔ جب اس کی نگاہ سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑی اس نے کہا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے کبھی بھی آپ کو اس محلہ میں نہیں دیکھا۔ آپ اس جگہ کیسے تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا میں سفارش کرنے آیا ہوں اور لونڈی کا سارا واقعہ بیان کر دیا۔ اس نصرانی نے کہا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا رات آپ کو معراج ہوا ہے۔ فرمایا۔ ہاں۔ نصرانی کہنے لگا ذرا ٹھہریئے اس نے اپنی قوم اور قبیلے کو جمع کیا۔ اور تورات لے آیا۔ اسے کھولا اور کہا کہ

در تورات نعت تو چنیں یافتہ مطالعہ کردہ ام کہ نشان رسول آخر الزماں یکے باشد۔	یہ دیکھیئے تورات میں موجود ہے کہ آخری نبی کی نشانی یہ ہے کہ اسے رات کو معراج ہوگا اور صبح کو لونڈیوں کا بوجھ اٹھائے گا۔

اور اپنی قوم کو کہنے لگا کہ اگر تم نجات چاہتے ہو تو اس نبی کا کلمہ پڑھ لو۔ چنانچہ وہ خود اور اس کی ساری قوم اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھ کر سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ (معارج النبوۃ ص۲۶۶ ج۲)

سب نوں بیڑے لان والا آ گیا
اُچے رُتبے پان والا آ گیا

کافرہ پر رحمت!

فتح مکہ کے بعد ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ میں کسی کافرہ عورت کے مکان کی دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے اور اپنے کسی

غلام سے گفتگو کرنے لگے۔ جب اُس کافرہ کو پتہ چلا تو اس نے بغض و عداوت کی وجہ سے اپنے مکان کی سب کھڑکیاں بند کرلیں۔ تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی آواز نہ سُن سکے۔ اُسی وقت جبرئیل امین حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اگرچہ یہ عورت کافرہ ہے۔ مگر آپ کی شان بڑی ارفع و اعلیٰ ہے۔ چونکہ آپ کی پشتِ انور اس کافرہ کے مکان سے لگ گئی ہے۔ لہٰذا میں نہیں چاہتا کہ یہ مکان والی اب دوزخ میں جائے۔ اس عورت نے تو اپنے مکان کی کھڑکیوں کو بند کر دیا ہے۔ مگر میں نے اس کے دل کی کھڑکی کھول دی ہے۔ اتنے میں وہ عورت گھر سے نکلی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قدموں پر گری اور سچے دل سے پکار اٹھی۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ و اشھد ان محمد رسول اللّٰہ

سب نوں بیڑے لان والا آ گیا۔ (نزہت المجالس ص۱۷۹ ج۔۲)

ہرنی پر رحمت!

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ایک دفعہ جنگل میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک ہرنی رہتی تھی اور اس کے دو بچے بھی۔ ایک بار وہ باہر نکلی تو کسی شکاری نے راستے میں جال لگا رکھا تھا۔ وہ ہرنی آئی اور اس جال میں پھنس گئی اور وہ بڑی پریشان تھی۔ اسی اثنا میں اس کی نظر اٹھی، کیا دیکھتی ہے کہ وہاں رحمتِ دو عالم تشریف لے آئے۔ ہرنی پکار اٹھی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میرے حال پہ رحم فرمائیں۔

فَقَالَتْ اُدْنُ مِنِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فَدَنَا مِنْہَا فَقَالَ مَا حَاجَتُکِ فَقَالَتْ اِنَّ لِیْ خِشْفَیْنِ فِیْ ھٰذَا الْجَبَلِ۔

ہرنی نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے قریب آئیے۔ پس آپ اس کے قریب گئے۔ فرمایا تیری کیا حاجت ہے۔ ہرنی نے کہا بے شک اس پہاڑ میں میرے دو چھوٹے بچے ہیں۔

آپ میری ضمانت فرما دیں کہ اس جال سے مجھے آزادی مل جائے۔ تاکہ بس آخری بار ایک مرتبہ بچوں کو دودھ پلا آؤں۔ حضور میں بچوں کو دودھ پلاکر ابھی واپس آجاؤں گی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے رہائی دلادی۔ ہرنی چلی گئی۔ اور حضور وہاں موجود رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہرنی آگئی اور آتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پہ گر گئی۔ جب اس اعرابی نے دیکھا تو وہ بھی آپ کے قدموں پہ گر گیا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔

(شفا شریف ص۳۰۲۔ خصائص کبری ص۶۱ ج۲۔ نزہۃ المجالس ص۱۷۳ ج۲)

سب نوں سینے لان والا آگیا
اُچّے رُتبے پان والا آگیا

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اکلِ حلال والوضالح

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَالْعَاقِبَةُ
لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى
سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَعَلٰى آلِهٖ وَ
اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۝

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ
مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ
اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ -
اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ
وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں عقیدت ومحبت کے
ساتھ ہدیہ درود وسلام پیش کریں۔

حضراتِ محترم!

میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید فرقان حمید کی جو آیہ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے رزقِ حلال کھانے کا حکم فرمایا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (پ ۲)	اے ایمان والو کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں اللہ کا احسان مانو اگر تم اسی کو پوجتے ہو۔

حضرات!

جس طرح مسلمان پر کلمہ۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ فرض ہے۔ اسی طرح رزقِ حلال تلاش کرنا اور ایسا جائز کام اختیار کرنا۔ جس سے حلال روزی کمائی جا سکے یہ بھی فرض ہے۔ بلکہ ہر عبادت سے پہلے رزقِ حلال کا ہونا ضروری ہے۔ اس لیے کہ اگر ایک مسلمان ایمان والا حلال روزی کھا کر نماز پڑھے گا۔ تو اس کی نماز بھی قبول ہوگی۔ روزہ رکھے گا تو اس کا روزہ بھی قبول ہوگا۔ حج کرے گا تو اس کا حج قبول ہوگا۔ زکوٰۃ دے گا تو اس کی زکوٰۃ قبول ہوگی۔ اگر ایک مسلمان کے پیٹ میں کھانا حرام کمائی کا ہوگا تو اس کی کوئی بھی عبادت قبول نہ ہوگی۔ یوں سمجھیں کہ اگر کسی عمارت کی بنیادیں مضبوط ہوں گی تو وہ عمارت بھی مضبوط ہو گی۔ اگر بنیادیں ہی کمزور ہوں تو اس پر بہت بڑی اور عمدہ قسم کی عمارت بنانے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا آخر وہ گر جائے گی اور اس پر خرچ کی گئی ساری دولت اور محنت رائیگاں جائے گی۔ یہی حال ہے رزقِ حلال کا۔

حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

طَلَبُ کَسْبِ الْحَلَالِ فَرِیْضَۃٌ بَعْدَ الْفَرِیْضَۃِ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۲۹۲)	کسب حلال تلاش کرنا یہ فرضوں کے بعد ایک فرض ہے۔

حضرات!
جیسے اللہ تعالیٰ نے رزق حلال کھانے کا حکم فرمایا ہے۔ ایسے ہی خداوند تعالیٰ نے حرام سے بچنے کا بھی حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ سبب کائنات جل وعلا نے ارشاد فرمایا۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ۔ (پ ۵)	اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ۔

حضرات!
اس آیہ کریمہ میں کسی کا مال ناحق طور پر کھانے کو حرام فرمایا ہے۔ وہ مال ناحق خواہ چوری، ڈکیتی، حرام کاموں، حرام چیزوں کے بدلے یا رشوت یا جھوٹی گواہی غرضیکہ ہر ناجائز طریقے سے حاصل کیا ہوا مال قطعی طور پر حرام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا۔ (مشکوٰۃ شریف ص۲۴۱)	بے شک اللہ تعالیٰ خود پاک ہے اور پاکیزہ چیز کو قبول فرماتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ ۔
(مشکوٰۃ شریف صـ۲۴۲)

حرام کی روزی پر پلنے والا گوشت جنّت میں داخل نہ ہوگا۔

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

مَنِ اشْتَرٰى ثَوْبًا بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ وَفِيْهِ دِرْهَمٌ حَرَامٌ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهٗ صَلٰوةً مَا دَامَ عَلَيْهِ ۔
(مشکوٰۃ شریف صـ۲۴۳)

جو شخص ایک کپڑا دس درہم میں خریدے جس میں ایک درہم حرام کمائی کا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں فرماتا جب تک کہ وہ کپڑا اس پر رہے گا۔

حضراتِ گرامی!

آج جو ہمارا حال ہے کہ دن رات اسی سوچ میں رہتے ہیں کہ مال کیسے حاصل ہو۔ جائز طریقے سے یا ناجائز طریقے سے حلال ہو یا حرام اس چیز کی کوئی پرواہ نہیں۔ بس پیسہ ملنا چاہئیے، جیسے بھی ملے۔

حضرات!

دنیا کے مال ومنال کے لئے یہ دن رات کی دوڑ دھوپ یہ کس لئے ہے تاکہ اچھا مکان بن جائے، لباس اچھا ہو، کھانا پینا، رہن سہن اچھا ہو۔ دنیا میں بڑے بنے ہو جائے۔ مگر ہوتا کیا ہے۔ کہ جب انسان پر آخری وقت آتا ہے ۔

بیگانے تو بیگانے اپنے بھی ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اولاد جس کیلئے تمام وحلال اکٹھا کرتا رہا۔ دن کا سکون رات کا آرام برباد کرتا رہا وہ بھی ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ نہ کہتے ہیں کہ جلدی دفن کرتا کہ جائیداد تقسیم کریں۔ ملتے افسوس کیا فائدہ ہوا۔ اس ساری زندگی کی دوڑ دھوپ کا۔ جن کیلئے تونے حلال وحرام جمع کیا۔ آج وہ کہاں گئے۔ میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جنہاں لئی توں پاپ کمانویں کتھے نیں تیرے گھر دے

بیرو سارو ویہڑے وچہ بیوں کڈو کڈو کر دے

اور اگر یہی دولت حلال کمائی کی ہوتی اور کسی اچھے مقام پر صدقہ جاریہ کے طور پر خرچ کی ہوتی تو آج اس مرنے والے کو قبر میں فائدہ ہوتا لیکن یاد رہے۔

دنیا نال نہ گئی کسے دے ٹر ٹر گئے اکلے

او ہو بھلے جنہاں چھنڈ رکھے ایس دوہڑوں ہتھ پلے

حضرت سہیل بن تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حرام کھانے سے سات اعضاء گنہگار ہو جاتے ہیں۔ آنکھ، کان، زبان، پیٹ، شرم گاہ، ہاتھ، پاؤں اور پھر ان سے دانستہ اور نادانستہ برابر گناہ سرزد ہوتے رہتے ہیں۔

(مبہر الاخبار صا۲)

حضرات گرامی!

وجہ کیا ہے کہ آج گھر گھر میں یہی رونا ہے کہ اولاد نافرمان ہو گئی دین سے دور ہو گئی۔ نہ بڑے ملتے ہیں نہ ہی چھوٹے کہنے پر کوئی نماز پڑھتا ہے نہ تلاوت قرآن مجید۔ نہ بڑوں کا ادب نہ کوئی شرم اور نہ حیا۔ آخر ایسا کیوں ہے۔ کیا ہم نے کبھی سوچا کہ ہم اپنی اولاد کے لئے جو کسب کرتے ہیں

اُس سے حاصل ہونے والی روزی حلال ہے یا حرام۔ اگر حلال نہیں ہے تو اس سے کیا امید ہو سکتی ہے۔ کہ یہ بچے کل کو صحیح معنوں میں مسلمان بنیں گے۔ یہ نماز پڑھنے والے نمازی ہوں گے۔ قرآن پڑھنے والے قاری ہوں گے۔ زکوٰۃ صدقات و خیرات کرنے والے سخی ہوں گے اور یہ جہاد کرنے والے مجاہد ہوں گے۔ یہ حج کرنے والے حاجی ہوں گے۔ یہ صوم و صلوٰۃ کی پابندی کرنے والے ہوں گے۔ یہ شریعتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیروکار ہوں گے۔ یہ ہر عمل کا ادب کریں گے۔ ہرگز نہیں۔

حضرات!

آیئے دیکھیں کہ جن لوگوں نے حلال و حرام کی تمیز کی جائز و ناجائز میں فرق کیا۔ اپنے اور بیگانے کو سمجھا وہ خود بھی وقت کے ولی کامل اور اُن کی اولاد بھی نیکوکار ہوتی۔

شیخ ابو صالح!

مشہور ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد سیّد ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ کو جنگ سے بہت اُنس تھا۔ اسی وجہ سے آپ کا لقب بھی جنگی دوست ہو گیا تھا۔

جنگی دوست فارسی کا لفظ ہے۔ جس کے معنی جنگ سے اُنس رکھنے والا ہیں۔ آپ اپنے زمانہ کے بلند مرتبہ متقی و پرہیزگار اور رموز و حقیقت سے واقف کار لوگوں میں سے تھے۔ کہتے ہیں کہ ریاضات و مجاہدات کے دوران آپ کو ایک دفعہ تیسرا فاقہ تھا۔ آپ دریا کے کنارہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ دریا میں ایک سیب بہتا ہوا آپ کو دکھائی دیا۔ جسے آپ نے پکڑ کر تناول

فرمالیا۔ بعد میں آپ کے دل میں خیال آیا کہ نہ معلوم یہ سیب کس کا ہے اور میرے لئے اس کا کھانا حلال ہے یا نہیں۔ یہ خیال پیدا ہوتے ہی آپ اپنا قصور معاف کرانے کے لئے مالک سیب کی جستجو میں دریا کے کنارے کنارے چلنے لگے۔ بغرض اس دریا کے کنارے کئی روز کے متواتر سفر کے بعد آپ کو آبِ رواں کے قریب ایک نہایت عظیم الشان عمارت ملی۔ جس میں ایک بہت وسیع باغ تھا اور اس باغ میں سیب کا ایک بہت بڑا درخت بھی نظر آیا۔ جس کی شاخیں میوہ سے لدی ہوئی پانی سطح پر پھیلی ہوئی تھیں۔ ان شاخوں سے چند سیب ٹوٹ ٹوٹ کر پانی میں گر رہے تھے۔ آپ کو یقین ہو گیا۔ کہ جو سیب آپ نے تناول فرمایا تھا۔ وہ اسی درخت کا ہے۔ چنانچہ آپ نے مالکِ باغ کے متعلق دریافت کیا۔ تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ اس باغ و محل کے مالک حضرت سید عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا عرض کر کے معافی کی درخواست کی۔ حضرت عبداللہ تاڑ گئے کہ یہ شخص بندگانِ خدا میں سے ہے۔ فرمایا پہلے بارہ سال ہماری خدمت میں رہو۔ تب معافی ہوگی۔ اپنے بسر و چشم منظور فرمایا۔ بالآخر بارہ سال کی مدت ختم ہوئی تو حضرت عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک خدمت اور ہے۔ اُسے بھی انجام دے لو تب سیب معاف کر دوں گا۔ وہ یہ کہ میری ایک لڑکی ہے۔ جس میں چار عیب ہیں۔ آنکھوں سے اندھی ہے۔ کانوں سے بہری ہے۔ ہاتھوں سے لنجی ہے اور پاؤں سے لنگڑی ہے۔ اس عاجزہ کو نکاح میں قبول کرو اور نکاح کے بعد دو سال اور ہماری خدمت میں رہو۔ تا کہ اس نکاح کے نتیجہ میں ایک فرزند کی صورت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔ اس کے بعد جہاں جی چاہے چلے جانا۔ آپ نے اُسے بھی قبول فرمایا۔ جب نکاح کے بعد صاحبزادی کا سامنا

ہوا۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے تمام اعضاء صحیح و سالم ہیں۔ اور اس کے حسن و جمال کے آگے چودھویں رات کا چاند بھی شرماتا ہے۔ آپ نے اس کے خلاف حلیہ پاکر تمام شب اس سے کنارہ کشی اختیار کی دوسرے دن صبح کو حضرت عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ نے فراست سے سارا حال دریافت فرما کر ابو صالح کو کہا کہ میں نے اپنی لڑکی کی جو صفات تم سے بیان کی تھیں۔ وہ سب صحیح ہیں۔ نامحرم کے لئے اس کی آنکھیں اندھی ہیں۔ غیر حق بات سننے کے لئے اس کے کان بہرے ہیں۔ کس نامحرم کے لئے اس کے ہاتھ لنجے ہیں اور تمہارے حکم کے خلاف قدم اٹھانے کے لئے اس کے پاؤں لنگڑے ہیں۔ اس توجیہ کو سن کر حضرت ابو صالح کے دل میں اپنی بیوی کی قدر و منزلت بہت زیادہ ہوگئی اور دونوں بخوشی رہنے سہنے لگے۔

(سیرتِ غوثِ اعظم صد ۲۶)

حضرات!

سنا آپ نے کہ جس کے باپ کے تقویٰ کا یہ عالم ہو کہ بارہ سال کی مزدوری تو برداشت کر لی مگر بغیر اجازت کے ایک سیب کھا کر میدانِ محشر میں رسوا ہونا برداشت نہ کیا۔ تو پھر اس متقی اور پرہیزگار باپ کا بیٹا کیوں نہ ولیوں کا سردار ہو۔ آج ہم ہیں کہ ٹرکوں کے ٹرک کھا جاتے ہیں۔ اور کھانے کے بعد ڈکار بھی نہیں آتا مگر کوئی پرواہ نہیں۔ پھر ہماری اولاد پر بھی یہی اثر پڑتا ہے۔ آیئے حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ سنیئے۔

ابراہیم بن ادھم!

ایک دفعہ رات کے وقت آپ بیت المقدس میں موجود تھے کہ ٹاٹ کا لباس پہنے ہوئے چالیس درویش آئے اور انہوں نے نماز پڑھی۔ جب

فارغ ہوئے تو ان میں سے ایک بولا کہ یہاں ایک اور شخص چھپا ہوا ہے۔ جو ہم میں سے نہیں ہے۔ ان کے پیر نے کہا وہ ادھم ہوگا۔ آج چالیس دن ہوگئے ہیں کہ انہیں عبادت میں مزہ نہیں آتا۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر فوراً سامنے آئے اور عرض کرنے لگے کہ خدا کے لئے اس کی وجہ بتلایئے۔ فرمایا فلاں روز تم نے بصرہ میں کھجوریں خرید کر کھائیں تھیں اور ایک گری ہوئی کھجور کو اپنی کھجور سمجھ کر کھا لیا تھا۔ جب آپ نے سُنا تو چونک گئے۔ فوراً بصرہ میں پہنچے اور کھجوروں کے مالک کو تلاش کر کے اس سے معافی مانگی۔ جب کھجوروں کے مالک نے حضرت ابراہیم کی پرہیزگاری کا یہ عالم دیکھا تو اتنا متاثر ہوا کہ سب کچھ ترک کر کے فقیر ہوگیا اور اپنے وقت کا ابدال ہوا۔

(سیر الاخیار ص۳۰)

تقویٰ غوث اعظم!

شیخ ابوالعباس خضر موصلی فرماتے ہیں کہ ایک رات حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں موجود تھا کہ خلیفہ مستنجد باللہ سلام کی غرض سے حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت فرما دیجئے۔ یہ کہہ کر آپ کے سامنے زر و جواہر سے لبریز دس تھیلیاں پیش کیں۔ لیکن آپ نے بے نیازی سے فرمایا کہ مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں اور جب خلیفہ نے قبول کرنے پر بے حد اصرار کیا تو آپ نے دو عمدہ قسم کی تھیلیاں اٹھائیں۔ ایک تھیلی داہنے ہاتھ میں اور ایک بائیں ہاتھ میں پکڑ لی۔ آپ نے ان دونوں تھیلیوں کو زور سے دبایا تو ان میں سے خون ٹپکنے لگا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے ابوالمظفر۔ کیا تجھے لوگوں کا خون حاصل کر کے خدا سے شرم نہیں آتی اور وہی خون تو مجھے

پیش کرنا چاہتا ہے۔ یہ سنتے ہی خلیفہ بے ہوش ہو گیا۔ پھر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر مجھے اس نسبت کا پاس نہ ہوتا۔ جو تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہے تو میں اس خون کو تیرے محل تک بہا دیتا۔

(قلائد الجواہر صـ۹)

تقویٰ ابوبکر صدیق!

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام تھا۔ جس کی مزدوری میں سے آپ نے کچھ مقرر کر رکھا تھا اور اس میں سے آپ کھایا کرتے تھے۔ ایک روز وہ کوئی چیز لایا اور آپ نے اس میں سے کچھ کھا لی۔ اس نے کہا کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ کہاں سے آئی ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا تو اس نے سارا واقعہ بیان کیا کہ زمانۂ جاہلیت میں کہانت کیا کرتا تھا اور آپ جانتے ہیں کہ کہانت جھوٹی سچی باتیں ہوتی ہیں۔ میں نے ایک شخص کو پیشین گوئی کا فریب دیا تھا۔ آج وہ مجھ سے ملا تو اس نے اس کے بدلے میں یہ چیز دی تھی جو آپ نے تناول فرمائی۔ آپ نے سُنا تو فوراً حلق میں انگلی ڈال کر قے کر دی۔ (خلفاء راشدین صـ۱۰۴)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حرام سے بچنے اور رزق حلال کھانے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شہنشاہِ بغداد

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ہ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ہ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ہ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (پ ۱۱)

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عقیدت ومحبت کے ساتھ ہدیہ درود وسلام پیش کریں۔

حضرات محترم!

آج کا یہ عظیم الشان جلسہ بسلسلہ بڑی گیارھویں شریف اندر حضرت

پیرانِ پیر روشن ضمیر، شہبازِ لامکانی، قطبِ ربانی، قندیل نورانی، غوثِ صمدانی، حضرت پیر سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد میں منعقد ہے۔

حضرات!

محفل خواہ میلادالنبی کی ہو، خواہ معراج النبی کی ہو۔ محفل خواہ شبِ برات یا شبِ قدر کی ہو اور خواہ وہ محفل گیارہویں شریف کی ہو ہمارا مقصد تو یہ ہے کہ اس پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکرِ خیر ہوتا رہے۔

منشا یہی ہے سلسلۂ قیل و قال کا
ہوتا رہے ذکر تیرے حسن و جمال کا

حضرات!

ہمارا ایمان ہے کہ ذکرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عبادت ہے اور اولیاء اللہ کے ذکر سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

حضور سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ذِکْرُ الْاَنْبِیَاءِ مِنَ الْعِبَادَۃِ وَذِکْرُ الصَّالِحِیْنَ کَفَّارَۃٌ۔ (فتح الکبیر صفحہ ۲۰ ج۔۲)	انبیاء کا ذکر عبادت ہے اور ذکرِ صالحین کفارہ (سیآت) ہے۔

آیئے آپ بھی اس محبوبانِ خدا کی محفل میں شریک ہو جائیں اور ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو رحمت و برکت انبیاء و صالحین پر ہوتی ہے۔ اس میں سے ہمیں بھی ایک قطرہ مل جائے اور ہمارا بیڑا پار ہو جائے۔ میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

رحمت دا دریا الٰہی ہر دم وگدا تیرا
جے اِک قطرہ بخشیں مینوں کم بن جاوے میرا

معزز سامعین!

اللہ تعالیٰ نے ہم پر بے شمار احسانات فرمائے۔ جن میں یہ کہ ہمیں انسان بنایا اور انسان بنا کر مسلمان بنایا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمیں اپنے محبوب کا غلام بنایا اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اُمّتِ وسطیٰ کے نام سے یاد کیا گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہر چیز بڑی عطا کی۔

اگر

نبی دیا تو نبیٔ اعظم
کتاب دی تو کتابِ اعظم
فاروق دیا تو فاروقِ اعظم
امام دیا تو امامِ اعظم
غوث دیا تو غوثِ اعظم

کون غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

سیرتِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ میں ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ کی عمر ساٹھ برس کی تھی کہ آپ پشتِ پدر سے رحمِ مادر میں آئے۔ اطباء کے نزدیک اس عمر میں اولاد کا ہونا محال اور ناممکن ہے۔ لیکن یہ بھی آپ کی کرامت تھی کہ ربّ العزت مجدہٗ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ناممکن کو ممکن کر دکھایا اور عبدالقادر جیلانی پیدا ہوئے۔

ولادتِ عبدالقادر!

حضرت عبدالقادر جیلانی کے والد ماجد حضرت ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ

تعالیٰ علیہم اور اولیاء عظام کی جماعت کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں۔

یَا اَبَا صَالِحٍ اَعْطَاكَ اللّٰهُ اِبْنًا صَالِحًا وَهُوَ وَلَدِيْ وَمَحْبُوْبِيْ وَمَحْبُوْبُ اللّٰهِ وَ سَيَكُوْنُ لَهٗ شَانٌ عَالٍ فِي الْاَوْلِيَاءِ وَالْاَقْطَابِ۔	اے ابوصالح تجھ کو اللہ تعالیٰ نے فرزند صالح عطا کیا ہے اور وہ بمنزلہ میرے بیٹے کے ہے میرا اور اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے اولیاء و اقطاب میں اس کا مرتبہ بلند ہے

(سیرت غوث اعظم ص۳۴)

اور جب رات عبدالقادر جیلانی پیدا ہوئے۔ اس رات تمام صوبہ گیلان میں ایک لڑکی بھی پیدا نہیں ہوئی۔ سب کے سب لڑکے ہی پیدا ہوئے۔ جن کی تعداد گیارہ سو کے قریب تھی اور پھر مزے کی بات یہ کہ اس رات جتنے لڑکے بھی پیدا ہوتے وہ سب کے سب ولی کامل بنے۔ یہ سب آپ کی ولادت کی نسبت کا اثر ہوا۔

جیہڑا اللہ نے ولیاں نال کردا اے سنگ\
اوس کچ تے وی اوندا اے ہیرے دا رنگ\
اوس ہیرے دا رسندا نئیں کوڈی دی مُس\
جیہڑا گرکے تے ٹٹ جائے کسے ہار چوں

پیدائشی ولی!

غوثِ پاک کی والدہ فرماتی ہیں کہ جب میرے ہاں عبدالقادر پیدا ہوا۔ تو رمضان المبارک شروع تھا۔ اس ماہِ مقدس میں

كَانَ لَا يَرْضَعُ ثَدْيَهٗ	یہ میری چھاتی سے کبھی دن کے
فِيْ نَهَارِ رَمَضَانَ	وقت دودھ نہیں پیتا تھا۔

اتفاقاً ایک دفعہ بادل کے سبب رمضان شریف کے چاند میں شبہ پڑ گیا۔ اور قرب وجوار کے چند آدمیوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ سیدہ کیا تمہیں رؤیتِ ہلال کی کوئی صحیح اطلاع ملی ہے۔ میں نے کہا کہ آج میرے عبدالقادر نے دن کو دودھ نہیں پیا ہے۔ اس لئے میں سمجھتی ہوں کہ آج رمضان شریف کی پہلی تاریخ ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد معتبر شہادتوں سے تصدیق ہوگئی کہ رمضان کا چاند نظر آ گیا ہے۔ پھر تو یہ بات شہر کے اطراف واکناف میں مشہور ہوگئی کہ سادات مشرق میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔ جو رمضان میں دن کو دودھ نہیں پیتا۔

(بہجۃ الاسرار صـ۸۹)

غوثِ اعظم متقی ہر آن ہیں
دودھ چھوڑا ماں کا رمضان میں

سفرِ بغداد!

جب آپ کی عمر اٹھارہ برس کی ہوئی تو آپ نے تحصیل علم کے لئے بغداد جانے کا ارادہ کر لیا۔ اس کی وجہ آپ نے خود یوں بیان فرمائی ہے کہ ایک دفعہ میں عرفہ کے دن شہر سے باہر نکلا۔ اتفاقاً راستہ میں کسی زمیندار کا بیل جا رہا

تھا۔ میں اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ بیل نے مڑ کر میری طرف دیکھا اور مجھے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

مَا لِهٰذَا خُلِقْتَ وَلَا بِهٰذَا اُمِرْتَ۔	(اے عبدالقادر) تو اس واسطے پیدا نہیں کیا گیا اور نہ ہی تجھے اس کا حکم دیا گیا ہے۔

یہ سن کر میرے دل میں محبت الٰہی کے جذبہ اور ذوق و شوق نے جوش مارا۔ سیدھا گھر گیا اور والدہ ماجدہ کی خدمت میں جا کر عرض کیا۔ کہ اگر اجازت ہو تو تحصیل علوم شریعت و طریقت کے لئے بغداد جاؤں اور بیل کا سارا ماجرا بھی سنا دیا۔ آپ کی والدہ یہ سن کر ساری بات سمجھ گئیں اور اٹھ کر وہ اسی دینار جو میرے والد بزرگوار کے ترکہ سے انہیں ملے تھے۔ میرے پاس لائیں۔ میں نے اس میں سے چالیس اپنے بھائی کے لئے چھوڑ دیئے۔ باقی چالیس میری والدہ نے بغل کے نیچے میری گدڑی میں سی دیئے۔ پھر دعا فرمائی اور مجھ سے کہا اے عبدالقادر بس تم کو نصیحت کرتی ہوں کہ ہمیشہ سچ بولنا اور جھوٹ بات کبھی بھی منہ سے نہ نکالنا اس کے بعد مجھے رخصت کرنے کے لئے باہر آئیں اور ایک سرد سانس کھینچ کر کہا۔ کہ بیٹا میں تجھ کو اپنے اللہ کے سپرد کرتی ہوں۔ وہی تیرا حافظ و نگہبان ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ والدہ سے رخصت ہو کر میں بغداد جانے والے ایک قافلہ کے ساتھ ہو لیا۔ جب قافلہ ہمدان سے آگے بڑھا تو اچانک ساٹھ ڈاکو ہم پر لوٹ پڑے اور قافلہ کے تمام مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک ڈاکو میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔ بتا تیرے پاس کیا ہے۔ میں نے سچ سچ کہہ دیا۔ کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ وہ اس بات کو ہنسی سمجھ کر چلا گیا۔ پھر ایک دوسرے ڈاکو نے آپ سے دریافت کیا۔ اس کو بھی میں نے وہی جواب دیا۔ وہ بھی اُسے

تمسخر سمجھ کر چلا گیا۔ جب وہ دونوں اپنے سردار کے پاس گئے تو یہ سارا معاملہ اُسے سُنا دیا۔ اس نے کہا اُسے میرے پاس لے آؤ۔ وہ دونوں آئے اور مجھے اس سردار کے پاس لے گئے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ٹیلے پر بیٹھے اپنا مال تقسیم کر رہے ہیں۔ آتے ہی اُس سردار نے مجھ سے پُوچھا کہ سچ بتلا تیرے پاس کیا ہے۔ میں نے کہا۔ چالیس دینار۔ اس نے کہا کہاں ہیں۔ میں نے کہا بغل کے نیچے گدڑی میں سِلے ہوئے ہیں۔ اُس نے گدڑی کو ادھیڑ کر دیکھا تو اس میں سے چالیس دینار برآمد ہوئے۔ یہ دیکھ کر سردار نے حیرانی کے عالم میں پوچھا۔ اے لڑکے تم جانتے ہو کہ ہم ڈاکو ہیں جو مال ملتا ہے اُسے لوٹ لیتے ہیں۔ پھر تم نے ہم لٹیروں کا خوف کر کے ان دیناروں کے بھید کو مخفی کیوں نہ رکھا۔

میں نے کہا کہ میری والدہ نے چلتے وقت نصیحت کی تھی کہ بیٹا ہمیشہ سچ بولنا۔ میں کیونکر والدہ کی نصیحت کو چھوڑ کر چالیس دیناروں کی خاطر جھوٹ بولتا۔ یہ سُن کر سردار بہت متاثر ہوا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ پڑے اور ایک حسرت بھرا سانس کھینچ کر کہا کہ ہائے افسوس تم نے تو اپنی ماں کا عہد نہیں توڑا اور میں اتنے سالوں سے اپنے رب کا عہد توڑ رہا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ میرے قدموں پر گر پڑا اور میرے ہاتھ پر توبہ کی۔ اس کے ساتھیوں نے یہ حالت دیکھ کر کہا۔ کہ جیسے تو برائی میں ہمارا سردار تھا۔ اب اچھائی میں بھی ہمارا سردار بن۔ ہمیں بھی توبہ کروا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ ان سب نے بھی میرے ہاتھ پر توبہ کی اور قافلہ کا سارا مال واپس کر دیا۔

(سیرت غوث اعظم صلا۳)

حضرات!

ان ڈاکوؤں پر غوث پاک کی ایک نظر پڑی۔ تو وہ سب کے سب توبہ

کر گئے۔ ایسا کیوں ہوا۔ اس لئے کہ

اللہ اللہ کئے جانے سے اللہ نہ ملے
اللہ والے ہیں جو اللہ سے ملا دیتے ہیں

سامعین!

یہ غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تبلیغ دین کا پہلا مرحلہ تھا۔ جس پر تمام ڈاکو توبہ کر گئے۔ میں پوچھتا ہوں۔ کیا اس وقت غوث پاک کے پاس کوئی بستر چولہا، چینک یا کوئی دیگر ساز و سامان تھا۔ کچھ بھی نہیں تھا۔ تو معلوم ہوا کہ صرف بسترے اٹھا کر ولایت نہیں ملتی۔ اگر بسترے اٹھانے میں ولایت ہوتی تو اسٹیشن کے تمام قلی ولی ہوتے۔ آج بستر اٹھا کر نام نہاد تبلیغ کا ڈھونگ رچانے والے۔ ان لوگوں کو کلمہ پڑھاتے ہیں جو نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ تلاوتِ قرآن بھی کرتے ہیں عبادتِ خدا کرتے ہیں۔ کیا تبلیغ اسی کا نام ہے۔ کہ ایک پکے دسچے اور صحیح العقیدہ مسلمان کو بے ایمان سمجھا جائے اور پھر یہ کہ کلمہ پڑھو ر آیئے اگر صحیح معنوں میں تبلیغ دین کا رنگ دیکھنا ہے تو خواجہ ہندالولی معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھو جن کی ایک نظر نے ۹۰ لاکھ ہندوؤں کو دولتِ اسلام سے مالا مال کر دیا۔ اگر صحیح معنوں میں مبلغینِ اسلام کو دیکھنا ہے۔ تو داتا علی ہجویری کو دیکھو۔ سلطان العارفین کو دیکھو خواجہ فرید الدین کو دیکھو۔ میاں شیر محمد شرقپوری کو دیکھو۔ پیر جماعت علی کو دیکھو۔ خواجہ قمر الدین کو دیکھو۔ پیر مہر علی کو دیکھو۔ پیر محمد شفیع کو دیکھو۔ حضرت علامہ سردار احمد کو دیکھو اور میرے پیر و مرشد پیر حیدر شاہ کو دیکھو جن کی کی گئی تبلیغ کا اثر آج بھی موجود ہے کہ ہر طرف سے صدائے اللہ اکبر بلند ہوتی ہوئی سنائی دیتی ہے۔ ان لوگوں نے کیسی تبلیغ کی۔ ان لوگوں نے انگریزوں۔ عیسائیوں، ہندوؤں، سکھوں غیر مسلموں کو کلمہ پڑھا کر دائرہ اسلام میں داخل کیا۔ لہٰذا انہیں کلمہ پڑھاؤ۔

جو کلمے کو مانتے نہیں ہیں۔ جو مانتے ہیں اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ انہیں کلمہ پڑھانا تو تحصیل حاصل ہے (یعنی جو چیز پہلے حاصل ہو اسے دوبارہ حاصل کرنا) یہ باطل اور جہالت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت نصیب فرمائے۔

حضرات گرامی!

جیسا کہ میں نے شروع میں عرض کیا ہے کہ آج کی محفل گیارہویں شریف اور حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد میں ہے۔ اس سلسلہ میں آج میں نے آپ کے سامنے چند ایک ضروری مسائل کی وضاحت اور اعتراضات کے بارے میں کچھ عرض کرنا ہے۔ وہ یہ کہ آج کچھ لوگ بے سمجھے اور بغیر کسی دلیل شرعی کے گیارہویں شریف کو حرام، شرک، بدعت، گناہ بہت کچھ کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ کسی چیز کو بغیر کسی دلیل کے اپنی طرف سے حرام کہہ دینا یہ بہت بڑا گناہ اور اللہ تعالیٰ پر الزام لگانا ہے۔ جیسا کہ علامہ نابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

وَلَيْسَ الْاِحْتِيَاطُ فِي الْاِفْتِرَاءِ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى بِاِثْبَاتِ الْحُرْمَةِ وَالْكَرَاهَةِ الَّذِيْنَ لَا بُدَّ لَهُمَا مِنْ دَلِيْلٍ بَلْ فِي الْاِبَاحَةِ هِيَ الْاَصْلُ۔	یہ احتیاط نہیں کہ اپنے پاس سے کسی چیز کو حرام یا مکروہ کہہ دیا جائے۔ کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے۔ اس لئے کہ حرام یا مکروہ ثابت کرنے کے لئے کسی خاص دلیل کی ضرورت ہے۔

(الصلح بین الاخوان)

بلکہ احتیاط تو اس میں ہے۔ کہ کسی چیز کے ناجائز ہو

نہ ملنے کی صورت میں اُس کو مباح سمجھا جائے۔ کیونکہ اصل چیزوں میں اباحت ہے

حضرات محترم!

اس قول برحق سے ثابت ہو گیا کہ کسی چیز کو اپنی طرف سے حرام نہ کہا جائے جب تک کہ اس کی قرآن وحدیث سے حرام ہونے کی کوئی دلیل نہ ملے۔ لہٰذا ختم کی چیز حرام یا مکروہ ہرگز نہ ہوئی کیونکہ قرآن وحدیث میں کسی بھی مقام پر اسے حرام یا مکروہ نہیں کہا گیا۔

یہاں تک تعلق ہے ختم پڑھنے کا وہ حدیث پاک سے ثابت ہے۔

ختم شریف!

غزوۂ تبوک میں لشکرِ اسلام میں کھانے کی کمی ہو گئی۔ حضورِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام اہلِ لشکر کو حکم دیا کہ جو کچھ جس کے پاس ہے لے آئے۔ سب حضرات کچھ نہ کچھ لائے۔ دسترخوان بچھایا گیا۔ اس پہ یہ سب رکھا گیا۔

فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ بِالْبَرَکَۃِ ثُمَّ قَالَ خُذُوْا فِیْ اَوْعِیَتِکُمْ۔	پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر برکت کیلئے دعا فرمائی اور فرمایا کہ اب اس کو اپنے برتنوں میں رکھ لو۔ مسلم شریف ص۴۳ ج۱۔

حضرات گرامی!

آپ نے سنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہل۔ کھانا اور

علاوہ اس کے جو کچھ بھی تھا۔ سامنے رکھ کر برکت کی دُعا کی اور ہم بھی کھانے کی کوئی چیز سامنے رکھ کر برکت کے لئے پہلے قرآنی آیات پڑھتے ہیں۔ پھر دُعا مانگتے ہیں۔ یہی ختم شریف ہے۔ اگر اس میں کوئی قباحت والی بات نظر آتی ہے تو بتائیں اگر نہیں تو حدیث شریف کی روشنی میں تم بھی ختم پڑھ لیا کرو۔ تاکہ کھانے میں برکت ہو جائے۔ اگر تمہیں برکت کی ضرورت نہیں تو نہ پڑھو جھگڑا کوئی نہیں۔

اور رہا مسئلہ لفظ گیارہویں کا۔ تو گیارہویں کی فضیلت قرآن مجید اور بزرگانِ دین کے اقوال سے ثابت ہے۔

گیارہویں شریف!

اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ (پ ۳۰)	اس صبح کی قسم اور دس راتوں کی۔

یعنی مجھے قسم ہے دسویں کی فجر کی۔ اب آپ ہی بتائیں کہ دن دسواں ہو تو رات کتنی ہوتی ہے۔ گیارہویں۔ تو پتہ چلا کہ یہ دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک باقی دنوں میں عظمت و فضیلت کا حامل ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن کی قسم کھائی ہے۔ اس لئے اس دن گیارہویں کے نام سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسلِ بارگاہِ الٰہی میں صدقات و خیرات کا نذرانہ پیش کیا جاتا ہے۔ کیوں یہ دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت متبرک ہے اور اکثر و بیشتر واقعات عاشورہ یعنی دسویں محرم کو ہوئے۔

جیسا کہ کتبِ معتبر میں ہے کہ:

۱:۔ حضرت آدم علیہ السّلام کی توبہ قبول ہوئی ۔
۲:۔ حضرت یونس علیہ السّلام کی قوم کی توبہ قبول ہوئی ۔
۳:۔ حضرت نوح علیہ السّلام کشتی سے سلامتی کے ساتھ اترے اور بطور شکرانہ روزہ رکھا اور دوسروں کو روزہ کا حکم دیا ۔
۴:۔ بنی اسرائیل کیلئے دریا پھاڑا گیا ۔
۵:۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام پیدا ہوئے ۔
۶:۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پیدا ہوئے ۔
۷:۔ حضرت یوسف علیہ السلام قید سے نکلے ۔
۸:۔ حضرت یونس علیہ السّلام مچھلی کے پیٹ سے نکلے ۔
۹:۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے ۔
۱۰:۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نارِ نمرود گلزار ہوئی ۔
۱۱:۔ حضرت ایوب علیہ السّلام نے مرض سے شفا پائی ۔
۱۲:۔ حضرت یعقوب علیہ السّلام کی بینائی واپس آئی ۔
۱۳:۔ حضرت یوسف علیہ السّلام کنوئیں سے نکلے ۔
۱۴:۔ حضرت سلیمان علیہ السّلام کو بادشاہی ملی ۔
۱۵:۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام جادوگروں پر غالب آئے ۔
۱۶:۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتبہ شہادت پایا ۔
۱۷:۔ قیامت اسی دن قائم ہوگی ۔
۱۸:۔ پہلی بارش اسی دن آسمانوں سے نازل ہوئی ۔
۱۹:۔ پہلی رحمت نازل ہوئی ۔
۲۰:۔ اللہ تعالیٰ نے اسی دن کرسی کو پیدا کیا ۔

۲۱:۔ اسی دن قلم کو پیدا کیا۔

۲۲:۔ اسی دن آسمانوں کو پیدا کیا۔

۲۳:۔ حضرت ادریس علیہ السلام کو جنّت کی طرف اٹھایا گیا۔

۲۴:۔ اسی دن پہاڑوں کو پیدا کیا۔

۲۵:۔ اسی دن سمندروں کو پیدا کیا۔

۲۶:۔ اسی دن اصحابِ کہف کروٹیں بدلتے ہیں۔

(عجائب المخلوقات ص۴۴) (فضائل الایام والشہور ص۲۵۱) (غنیۃ الطالبین ص۵۴۳ ج۔۲) (نزہتہ المجالس ص۱۴۵ ج۔۱)

معزز سامعین!

قرآن مجید کے ارشاد اور کتبِ معتبرہ کے حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ دسویں کا دن بہت عظمت و بزرگی والا ہے اور رہی بات کسی چیز کو کسی نام سے منسوب کرنا کیا اس سے وہ چیز حرام ہو جاتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ اس لئے کہ کسی کے نام منسوب کرنے سے وہ مذکورہ چیز حرام ہو جاتی ہو۔ تو پھر قربانی بھی حلال نہ رہے گی۔ کیونکہ یہ بات سبھی کہتے ہیں کہ یہ قربانی میرے باپ کے نام کی ہے۔ یہ قربانی میری ماں کے نام کی ہے۔ یہ قربانی میرے بھائی کے نام کی ہے وغیرہ۔

حضرات!

اصل میں بات یہ نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ اگر جانور کو ذبح کرتے وقت اس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ یعنی اللہ کا نام نہ لیا جائے۔ یا اللہ کے ساتھ ملا کر کسی اور کا نام لیا جاتے تو پھر وہ جانور حرام ہوگا۔ ورنہ نہیں اور ہم جو غوث پاک کا نام لیتے ہیں۔ اس کا مقصد ایصالِ ثواب ہوتا ہے۔ یعنی اگر وہ

ذات جس کا نام لے کر اس کی روح کو ایصالِ ثواب کیا گیا ہے۔ اگر وہ گنہگار ہو گا تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اگر وہ پہلے ہی بخشا ہوا ہے تو اس کے درجات بلند کر دیئے جائیں گے اور ان کے توسل سے ہمارے گناہ معاف ہو جائیں اور قرآن مجید تو جس کے ایصالِ ثواب کے لئے بھی پڑھا جائے۔ پڑھنے والے کو اس کا ثواب ہر صورت میں ملے گا۔

حضرات! اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا صرف نام لینے سے چیز حرام ہو جاتی تو وہ جانور جنہیں کفار نے بتوں کے نام خاص کیا ہوا تھا، حرام ہو جاتے۔ جن کا ذکر قرآن مجید کے ساتویں پارہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ط وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۔	اللہ نے مقرر نہیں کیا ہے کان چرا ہوا اور بجار اور نہ وصیلہ اور نہ حامی۔ ہاں کافر لوگ اللہ پر جھوٹا افترا باندھتے ہیں اور ان میں اکثر نرے بے عقل ہیں۔

یعنی اللہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ جو جانور ان بتوں کے نام پر خاص کر دیئے گئے ہیں۔ یہ حرام نہیں ہوئے۔ ان پر اللہ کا نام لے کر انہیں ذبح کرو۔ یہ حلال ہیں انہیں کھاؤ۔

سامعین! اس آیہ کریمہ سے پتہ چلا کہ کسی جانور پر غیر اللہ کا نام لینے سے وہ حرام نہیں ہوتا، جب تک بوقت ذبح اللہ کا نام ذکر نہ کیا جائے اور ان کافروں کو

جنہوں نے اپنی طرف سے ان جانوروں کو حرام کہہ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے جھوٹے اور بے عقل کہا ہے۔ اب میں ان لوگوں سے پوچھتا ہوں جو اپنی طرف سے ہر چیز کو حرام کہنے میں کوئی پرواہ نہیں کرتے وہ کس زمرے میں آئیں گے۔

حضرات! اگر وہ جانور جنہیں بتوں کے نام خاص کر دیا گیا وہ حرام نہیں ہیں تو جس کو اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کے نام منسوب کیا جائے وہ کیسے حرام ہو گیا اور جو گیارہویں شریف کا ختم پیران پیر حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام منسوب ہے دراصل یہ بھی ایک خیرات ہے۔ جو کہ پیر عبدالقادر جیلانی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا کرتے اور لنگر غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیتے۔ یہ خیرات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسی قبول ہوئی کہ یہ سلسلہ آپ کے مریدین میں جاری و ساری ہو گیا جو آج بھی جاری ہے اور ان شاء اللہ جاری رہے گا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بزرگانِ دین کے نقشِ قدم پر چلنے اور حلال و حرام میں تمیز کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عظمتِ اولیاء

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّھِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا ۔

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ۔

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں عقیدت و محبت کے ساتھ ہدیہ درود و سلام پیش کریں ۔

حضرات محترم ! میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید فرقان حمید کی ایک آیۂ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے ۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کی عبادت کا تذکرہ فرمایا ہے ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ۔

وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا (پ ۱۹)	اور وہ جو رات کاٹتے ہیں اپنے رب کے لئے سجدے اور قیام میں۔

اور چوتھے پارہ میں ارشاد فرمایا۔

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ۔	جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے۔

اور پندرہویں پارہ میں ارشاد فرمایا۔

اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ	جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔

انہیں صالحین کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۷)	ہمیشہ میرا بندہ نفلی عبادت کرنے سے میرا قرب حاصل کر لیتا ہے۔

یعنی جو لوگ کثرت سے یادِ الٰہی کرتے ہیں، اپنے شب و روز عبادتِ الٰہی میں گزارتے ہیں۔ فرائض ادا کرنے کے بعد نفلی عبادت کرتے ہیں۔ ذکر و اذکار اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جاتے ہیں اور پھر وہ صالحین لوگ اللہ تعالیٰ سے جو بھی مانگتے ہیں۔ خدا تعالیٰ انہیں عطا فرماتا ہے۔ اور ان سے محبت فرماتا ہے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے۔ تو جبرئیل علیہ السلام سے ارشاد فرماتا ہے۔ اے جبرئیل میں فلاں بندے سے محبت فرماتا ہوں۔ تم بھی اس سے محبت کرو۔ تو جبرائیل علیہ السلام اس سے محبت کرتے ہیں اور پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام آسمان والوں میں منادی کرتے ہیں۔ اے آسمان والو اللہ تعالےٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے۔ لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو تو آسمان والے بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔

ثُمَّ يُوْضَعُ لَہُ الْقَبُوْلُ فِي الْاَرْضِ	پھر زمین پر بھی اس کو مقبولیت حاصل ہو جاتی ہے۔

(بخاری شریف ص ۸۹۲ ج ۲)

سامعین کرام! اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔ اس کا ذکر کرتا ہے تو رب تعالےٰ اور جبرئیل اور آسمانوں والے بھی اس سے محبت کرتے ہیں اور پھر بحکم خدا تمام زمین والے بھی اُس سے محبت کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اللہ والوں کے مزاروں پر دن رات مخلوق خدا کا ہجوم رہتا ہے۔ لوگوں کے دل ان کی طرف کھیچے جاتے ہیں۔ ایسا کیوں ہے اس لئے کہ انہوں نے اپنے مالکِ حقیقی کے نام کو زندہ کیا آج ان کا نام بھی زندہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ	تم میرا ذکر کرو۔ میں تمہارا ذکر کروں گا۔

جن اولیاء اللہ کو لوگ آج بھی یاد کرتے ہیں۔ وہ اس آیۃ کریمہ کے ... تے ہیں۔

آیئے سرکار غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبادت کا حال دیکھیں۔

عبادتِ عبدالقادر!

سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں کہ میں پچیس سال تک بیابانوں اور ویرانوں میں عبادت و ریاضت کرتا رہا۔ چالیس سال تک صبح کی نماز عشاء کی نماز کے وضو سے ادا کی اور پندرہ سال تک عشاء کی نماز کے بعد ایک پاؤں پر کھڑا ہو جاتا اور صبح تک قرآن پاک ختم کر دیتا۔ ایک رات سیڑھی پر چڑھتے ہوئے میرے نفس نے مجھے کہا اگر تم ایک گھڑی سونے کے بعد اٹھو تو کیا اچھا ہو۔ فرماتے ہیں کہ یہ خیال آتے ہی میں وہاں کھڑا ہو گیا اور قرآن مجید پڑھنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ پورا قرآن ختم کر دیا (نزہتہ الخاطر ص۵۶)

عبدالقادر اور شیطان!

حضرت پیران پیر کے صاحبزادے حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نصر موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں دورانِ سیاحت کسی ایسے جنگل کی طرف نکلا۔ جہاں آب و دانہ کا نام و نشان تک نہ تھا۔ مجھے کئی روز تک پانی نہ ملا۔ جس سے پیاس بڑھ گئی۔ اچانک میرے سر پر بدلی کا ٹکڑا آیا۔ اس سے کچھ بوندیں مجھ پر پڑیں میں ان سے سیراب ہو گیا۔ پھر میں نے ایک نور دیکھا۔ جس سے آسمان کا کنارہ روشن ہو گیا۔ اس میں سے ایک صورت نمودار ہوئی۔ جس نے مجھے یُوں پکارا۔ میں تیرا پروردگار ہوں۔ میں نے تیرے واسطے حرام چیزیں حلال کر دی ہیں۔ میں نے فوراً اَعُوْذُ

بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھا تو اس کی روشنی ختم ہوگئی اور وہ صورت دھوئیں کی مانند دکھائی دینے لگی پھر اس صورت سے یہ آواز سنی۔ کہ اے عبدالقادر تم نے بحکم الٰہی اپنے علم سے میرے مکر سے نجات پائی ورنہ میں اپنے اس مکر سے ستر صاحب طریقت ولیوں کو گمراہ کر چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ علم نے نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل نے بچا لیا۔ (سیرتِ غوث اعظم ص۵۶)

امیر معاویہ اور شیطان!

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آرام فرما تھے۔ کہ فجر کی نماز کے وقت کسی نے آواز دی کہ معاویہ اٹھو اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرو۔ حضرت معاویہ اٹھے اور چاروں طرف دیکھا مگر آواز دینے والا نظر نہ آیا۔ حیران تھے کہ یہ آواز کہاں سے آئی ہے۔ آپ نے پوچھا۔ آواز دینے والے بتا تو کون ہے۔ جواب آیا میں شیطان ہوں۔ آپ اور زیادہ متعجب ہوئے۔ کہ شیطان اور نماز یہ دونوں مخالف چیزیں ہیں۔ یہ کیسے مل گئیں۔ آپ نے فرمایا اگر تو واقعی شیطان ہے تو شیطان کا کام تو نماز سے ہٹانا ہے۔ نہ کہ نماز کی ترغیب دلانا۔ شیطان نے کہا جناب بات دراصل یہ ہے۔ کہ پچھلے ہفتے بھی آپ کی ایک نماز رہ گئی تھی۔ تو آپ اُس نماز کے قضاء ہونے پر بہت روتے تھے اور میں نے سُنا کہ رحمت کے فرشتے آپس میں کہہ رہے تھے کہ معاویہ جس نماز کے چھوٹ جانے پر رو رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ستر جماعت کا ثواب دے دیا ہے۔ لہٰذا میں نے آپ کو آج اس لئے جگایا ہے کہ آپ اٹھ کر نماز پڑھ لیں۔ تاکہ ستر کی بجائے صرف ایک جماعت کا ہی ثواب ملے۔

(مثنوی شریف)

حضرات گرامی! آپ نے سُنا کہ شیطان دشمن انسان ہے۔ اس کی ہر لمحہ

یہی کوشش ہوتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح انسان کو ورغلائے اور نیکی کرنے سے باز رکھے آپ سوچیں کہ اس بے ایمان نے ہمارے باپ آدم علیہ السلام کو معاف نہ کیا اور جنت سے نکلوا دیا تو ہمارا کب خیر خواہ ہے۔ اس لئے ہر وقت شیطان کے مکر و فریب سے بچنا چاہیئے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ شیطان کے مکر سے کیسے بچا جائے گا۔ وہ کون سا نسخہ ہے۔ جس سے شیطان انسان سے دُور رہتا ہے۔ وُہ ہے ذکرِ الٰہی اگر ایک مسلمان اپنے دل اور زبان کو یادِ الٰہی میں وقف رکھے گا تو انشاءاللہ العزیز شیطان قریب بھی نہیں پھٹکے گا۔

معزز سامعین! یہ اُس شیطان کا حال ہے۔ جو پہلے عزت والا فرشتہ تھا اور آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے مردُود ہوا۔ ایسے ہی بعض انسان تشکلِ انسانی میں شیطان بنے ہوتے ہیں اور اپنی شیطانی چالوں سے بہت لوگوں سے فراڈ کرتے پھرتے ہیں۔ ایسے تشکلِ انسانی میں آنے والے شیطانوں سے بھی بچنا چاہیئے۔

وکیل اور ٹھگ!

ایک دن ایک وکیل اپنے گھر کے غسل خانہ میں نہاتے ہوئے اپنی گھڑی بھول گیا اور عدالت میں اسی طرح چلا گیا۔ اس کے ایک دوست نے جب وقت پُوچھا تو وہ کہنے لگے کہ گھڑی تو میں آج اپنے غسل خانہ میں بھول آیا ہوں۔ اتفاق سے وہاں کسی ٹھگ نے یہ بات سُن لی۔ اور اس وکیل کا گھر پُوچھتے پُوچھتے اس کے مکان تک پہنچ گیا اور راستے سے ایک مُرغا بھی خرید کر لیتا گیا۔ اُس نے وکیل کے دروازے پہ پہنچ کر آواز دی۔ اندر سے ایک بڑھیا آئی اور پوچھنے لگی کیا بات ہے۔ ٹھگ بولا مجھے وکیل صاحب نے مُرغا دے کر بھیجا ہے اور کہا ہے کہ میری گھڑی غسل خانہ

میں رہ گئی ہے وہ بھیج دو۔ انہوں نے جب غسل خانہ میں دیکھا تو گھڑی مل گئی چنانچہ بڑھیا نے مرغا لے کر گھڑی اُسے واپس دے دی۔ اور وہ بھاگ نکلا۔ شام کو جب وکیل گھر آیا تو اس کی بیوی نے پوچھا آپ کو گھڑی مل گئی تھی۔ وکیل حیران ہو کر پوچھنے لگا کون سی گھڑی۔ کس کے ہاتھ بھیجی تھی۔ بیوی نے کہا۔ آپ ہی نے ایک شخص کو مرغا دے کر بھیجا تھا اور گھڑی منگوائی تھی۔ وکیل نے کہا مجھے تو کسی گھڑی اور مرغے کا کوئی علم نہیں۔ گھر والے پریشان ہو گئے۔ آخر یہ معاملہ کیا ہے۔ دوسرے دن وُہ ٹھگ پھر وکیل کے گھر گیا اور اس کی بیوی سے کہنے لگا کہ گھڑی والا چور مل گیا ہے۔ مرغا دے دو۔ یہ عدالت میں پیش ہوگا چنانچہ انہوں نے مرغا دے دیا شام کو جب وکیل گھر آیا۔ تو بیوی نے پوچھا گھڑی مل گئی۔ وکیل نے کہا نہیں۔ بیوی بولی۔ آپ ہی نے تو مرغا منگوایا تھا۔ کہ گھڑی مل گئی ہے۔ وکیل سٹ پٹا گیا لیکن اب وہ کیا کر سکتا تھا۔ (شیطانی حکایات ص۱۶۴)

قرآن اور چور!

حضرات ایسا ہی ایک واقعہ ہماری جامع مسجد انوار الثانی میں ہوا تقریباً دن کے دس بجے کا وقت تھا کہ مسجد کے متولی جناب مولوی محمد حسین مسجد کے کسی کام میں مصروف تھے۔ جونہی وہ کام سے فارغ ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی غالباً ۴۵ سال کی عمر کا مسجد میں داخل ہو گیا اور وضو کرنے لگا۔ جب فارغ ہوا تو نماز پڑھنے لگا۔ مولوی صاحب اُسے دیکھتے رہے۔ جب اُس نے نماز سے سلام پھیرا تو مولوی صاحب کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ جناب میں آپکو قرآن مجید کی ایک سورت سنانا چاہتا ہوں اگر کوئی غلطی ہو تو درست کر دینا۔ وہ کہنے لگے ٹھیک ہے جاؤ وہ سامنے الماری ہے۔ اس میں سے ایک

قرآن مجید لے آؤ۔ مگر انہیں کیا معلوم کہ کیسا قرآن پڑھنے آیا ہے۔ وہ اندر گیا اور قرآن پاک کے بہانے اِدھر اُدھر اچھی طرح نظر دوڑائی اور تالے والی الماری کو تاڑ کر باہر آ گیا اور قرآن پاک سنانے لگا۔ اگر کوئی غلطی ہوتی تو مولوی صاحب بتا دیتے سورۃ ختم ہو گئی۔ لیکن وہ تو اس انتظار میں تھا کہ کسی طرح یہ مولوی صاحب باہر جائیں اور میں اپنا کام دکھاؤں۔ چنانچہ وہ اسی سورت کو بار بار پڑھنے لگا۔ مولوی صاحب نے سمجھا کہ یہ تو کوئی بہت نیک آدمی معلوم ہوتا ہے۔ جس نے آتے ہی پہلے نفل پڑھے پھر تلاوتِ قرآن میں مشغول ہو گیا۔ دریں اثنا مولوی صاحب لیٹ گئے اور نیند نے غلبہ کیا۔ تقریباً پانچ یا دس منٹ لگے ہوں گے کہ وہ اندر گیا۔ قرآن پاک رکھا اور میری کتابوں والی الماری کا تالا توڑ لیا اس نے سمجھا کہ شاید مسجد کا سارا فنڈ اسی الماری میں ہے۔ مگر وہاں سوائے چند ایک کتابوں کے اور کچھ بھی نہیں تھا۔ اِدھر مولوی صاحب بیدار ہوئے تو قرآن کے بہانے سے مال لوٹنے والا چور مسجد سے جا چکا تھا۔ جب ظہر کی نماز کے وقت میں مسجد میں گیا تو مولوی صاحب نے یہ سارا واقعہ سنایا۔ تو میں نے فوراً کہا سچ کہا ہے کسی نے کہ:

شیطان پڑھے قرآن ایدھے وِچ دی حکمت جان

حضرات گرامی! ابھی میں آپ کے سامنے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت کے متعلق عرض کر رہا تھا۔ آیئے اب غوث اعظم کی چند ایک کرامات ملاحظہ فرمائیں۔

تمہاری محبت ہمارا ہے ایمان
دل و جان تجھ پہ فدا غوثِ اعظم

گندم میں برکت!

شیخ ابو صالح فرماتے ہیں۔ کہ جس وقت بغداد میں قحط پڑا۔ اور میرے بیوی بچے فاقہ کرنے لگے۔ تو حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ میرے گھر تشریف لائے اور گندم کا ایک تھیلہ عنایت کر کے فرمایا اس تھیلہ کا منہ اوپر سے بند کر کے ایک کنارہ کھلا رہنے دو اور اس میں سے گندم نکال کر پسوا لیا کرو اور اس میں سے کسی کو عاریتاً (مانگنے پر) بھی نہ دینا اور تھیلے کا منہ اوپر سے کھول کر نہ دیکھنا۔ ابو صالح فرماتے ہیں۔ کہ میں اس میں سے پانچ سال تک گندم نکال کر کھاتا رہا۔ لیکن جب ایک مرتبہ میری بیوی نے تھیلے کو اوپر سے کھول کر دیکھا تو اس میں اس قدر گندم موجود تھی۔ جتنی کہ شیخ عبد القادر جیلانی نے عطا فرمائی تھی اور وہ پھر ایک ہی ہفتہ میں ختم ہو گئی۔ جب میں نے یہ واقعہ حضرت پیران پیر سے بیان کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیتے۔ تو تا حیات گندم ختم نہ ہوتی۔ (قلائد الجواہر ص ۱۱۱)

مصلّے کی برکت!

شریف بغدادی فرماتے ہیں کہ ایک شخص عبد اللہ بن نقطہ حضرت غوث اعظم کے پڑوس میں رہتا تھا۔ وہ بازی لگا کر شطرنج کھیلا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے کھیل شروع کیا۔ تو مستقل طور پر ہارتا رہا۔ یہاں تک کہ اپنی تمام چیزیں حتیٰ کہ مکان تک ہار گیا۔ آخر عبد اللہ نے یہ شرط لگائی کہ جو شخص جیت جائے وہ ہارنے والے کا ہاتھ کاٹ دے۔ یہ بازی بھی فریق ثانی نے جیت کر عبد اللہ سے ہاتھ پیش کرنے کو کہا۔ عبد اللہ چہرہ دیکھ کر گھبرا گیا اور ہاتھ کٹوانے سے انکار کر دیا۔ اس پر جیتنے

والے بولے کہ اگر ہاتھ نہیں کٹواتے تو کہو میں ہارا۔ مگر عبداللہ اس پر بھی تیار نہ تھا۔ یہ لوگ پھر اُس کا ہاتھ کاٹنے پر آمادہ ہوئے۔ تو وہ خوفزدہ ہوگیا۔ یہ سارا ماجرا حضرت پیرانِ پیرانی چھت پر سے ملاحظہ فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ اے عبداللہ لے یہ مصلیٰ داؤ پر لگا دے۔ لیکن بعد میں یہ کسی سے نہ کہنا کہ میں نے تم کو ہرا دیا۔ پھر آپ درویشوں کے پاس آبدیدہ واپس آئے۔ جب انہوں نے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا۔ عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا۔ ادھر جب عبداللہ نے آپ کا مصلیٰ داؤ پر لگا دیا۔ تو اپنا تمام مال ومتاع اور مکان جو ہار چکا تھا۔ واپس جیت لیا۔ میاں صاحب فرماتے ہیں۔

مردملے تے درد نہ چھوڑے اوگن دے گُن کردا
کامل پیر محمد بخشا لعل بنان پتھر دا

اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر تائب ہوا اور اُسی وقت اپنا سارا مال ومتاع راہِ خدا میں خرچ کر دیا۔ اس وقت اس کی روزانہ آمدنی دو سو دینار تھی۔ جس کو وہ روزانہ خرچ کر کے دسترخوان جھاڑ کر کہتا کہ اب تو چوہوں کیلئے بھی کچھ نہیں بچا۔ جب وہ تمام دولت راہِ خدا میں خرچ کر چکا تو حضرت کی خدمت میں مشغول ہو کر خواص میں شامل ہو گیا۔

(قلائد الجواہر ص ۱۸۸)

نگاہِ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

گھاس کی برکت!

بغداد میں ایک دفعہ طاعون کی بیماری پھیل گئی اور روزانہ ہزاروں مرد

اور عورتیں مرنے لگے۔ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ ہمارے مدرسے کے چوقبرہ جو گھاس ہے۔ اس میں سے جو کھائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو شفار عطا فرمائے گا۔ چنانچہ لوگوں نے وہ گھاس اکھیڑ کر کھانا شروع کر دیا اور جو بھی گھاس کھالیتا فوراً شفایاب ہو جاتا۔ جب گھاس ختم ہو گیا۔ آپ نے دیکھا کہ ہجوم بہت ہے اور گھاس ختم ہو چکا ہے۔ آپ نے فرما دیا کہ جو شخص ہمارے مدرسے پانی پی لے گا۔ اللہ تعالیٰ اُس کو بھی شفا دے گا۔ لوگوں نے مدرسہ سے پانی پینا شروع کر دیا پھر جو بھی پانی پی لیتے شفار مل جاتی۔ اس کے بعد آپ کے زمانہ میں پورے بغداد میں دوبارہ یہ بیماری پیدا نہ ہوئی۔

حضرات! حضرت پیران پیر کی اس کے علاوہ ایسی ہی بہت سی کرامات ہیں مگر وقت کی قلت کے پیش نظر انہی پر اکتفار کرتا ہوں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں پیران پیر کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شانِ اولیاء

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ہ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ہ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ہ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ۔

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ۔

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عقیدت و محبت کے ساتھ ہدیہ درود و سلام پیش کریں ۔

حضرات محترم ! میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید فرقان حمید کی ایک آیہ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا جس میں اللہ تعالیٰ نے روزِ محشر کا نقشہ بیان

کیا ہے۔ چنانچہ رب کائنات نے ارشاد فرمایا۔

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ۔	گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار۔

(پ ۲۵)

کہ قیامت کے دن بھائی بھائی کا دشمن ہوگا۔ مگر متقی اس دن بھی دوست ہوں گے۔ یعنی روزِ محشر تمام رشتے ختم ہو جائیں گے۔ نہ بیٹا باپ کا ہوگا۔ نہ بیٹی ماں کی۔ نہ بھائی بھائی کا ہوگا۔ نہ رشتہ دار، رشتہ دار کا بنے گا۔ نہ کوئی دوست، دوست کا ہوگا۔ تمام رشتہ داریاں اور دوستیاں ختم ہو جائیں گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا۔

یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ۔	اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی اور اپنی ماں اور باپ اور بیوی اور بیٹوں سے۔

(پ ۳۰)

اور غضب ناک اعلان ہوگا کہ وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ۔	اور آج علیحدہ ہو جاؤ اے مجرمو۔

(پ ۲۳)

اور پھر جب حساب و کتاب شروع ہوگا تو ہاتھ پاؤں کلام کریں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاهِهِمْ وَتُکَلِّمُنَآ اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ	آج ہم ان کے مونہوں پر مہر کر دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پاؤں ان کے کئے کی گواہی دیں گے ۔

(پ ۲۳)

بے شک ہاتھ یہ کہیں گے کہ یا اللہ اس نے مجھ سے چوری کی اور اس نے مجھ سے فلاں شخص کو تکلیف دی ۔ میں کہتا ہوں اگر ہاتھ یہ کہیں گے تو اس کے ساتھ یہ بھی کہیں گے کہ یا اللہ یہ ہاتھ غوث پاک کے ہاتھوں میں بھی گئے ۔ یہ ہاتھ داتا علی ہجویری یا خواجہ فریدالدین یا پیر مہر علی یا پیر جماعت علی یا خواجہ قمرالدین یا میاں شیر محمد یا پیر محمد شفیع یا پیر حیدر شاہ یا پیر سردار احمد کے ہاتھوں میں بھی گئے تھے ۔ تو انشاء اللہ پھر وہاں اللہ والوں کی دوستی کام آئے گی ۔ کیونکہ رب کائنات نے ارشاد فرمایا ہے کہ سب دوستیاں ختم ہو جائیں گی ۔ مگر متقین کی دوستی ختم نہیں ہوگی اور یہی لوگ متقین ہیں ۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ (پ ۲)	اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے ۔

اور فرمایا ۔

نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ (پ ۲۴)	ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں ۔

حضرات محترم! یہ وہ لوگ ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں ہی یہ خوشخبری مل گئی کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں ان کا دوست ہے۔

یاد رہے کہ اگر ہم دنیا میں کسی کو دوست بنائیں گے تو اس دنیا دار کی دوستی دنیا میں ہی ختم ہو جائے گی۔ مگر جب ہم کسی اللہ کے ولی کے ساتھ دوستی کریں گے تو انشاء اللہ یہ دوستی ہمیں آخرت میں بھی کام آئے گی۔ جیسا کہ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ سے ثابت ہے۔

سامعین! جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ جو بندہ ہر کام اپنے خالقِ حقیقی کی رضا کے لئے کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہے اور جو شخص ان اللہ والوں کے ساتھ دوستی کر لیتا ہے۔ رب تعالیٰ اسے بھی پسند فرماتا ہے اور جو اولیاء اللہ کے ساتھ دشمنی، بغض اور عناد رکھتا ہے تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت وعید فرمائی گئی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ (مشکوٰۃ شریف ص۱۹۷)	جو بھی میرے ولیوں کے ساتھ دشمنی کرے گا۔ تحقیق اس کو میری طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔

حضرات! اللہ تعالیٰ سے جنگ کون کر سکتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ ابرہہ یمن کا بادشاہ ہاتھیوں کا بہت بڑا لشکر لے کر اللہ تعالیٰ کے گھر بیت اللہ کو گرانے کے لئے آیا تو ربِّ کائنات نے اس کا مقابلہ چھوٹی چھوٹی چڑیوں سے کیا اور انہیں خاکستر کر کے رکھ دیا اور اللہ تعالیٰ سے مقابلہ نہ ہو سکا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ولیوں کے ساتھ دوستی رکھنے میں ہی فائدہ ہے۔ ان کے ساتھ دشمنی و عداوت اور بغض رکھنے والا دنیا میں بھی تباہ و برباد اور آخرت میں بھی ذلیل و خوار

ہوگا۔ اعلیحضرت فرماتے ہیں کہ

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اُسے منظور بڑھانا تیرا

حضرات! آئیے اب دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک سچے مومن اور ولی اللہ کی شان کس انداز سے بیان فرمائی ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے۔ طواف کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَحُرْمَۃُ الْمُؤْمِنِ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰہِ حُرْمَۃً مِّنْکَ (ابن ماجہ ص ۲۹)	مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ ایک مومن کی عزت وبزرگی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیری عزت وبزرگی سے زیادہ ہے۔

حضرات گرامی! اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ ایک کامل مومن کی شان بیت اللہ سے بھی زیادہ ہے۔ یاد رہے کہ ہر مومن ولی نہیں ہوتا مگر ہر ولی مومن ضرور ہوتا ہے۔ اب آپ خود ہی فیصلہ فرمالیں کہ جب ایک ولی اللہ کی شان وعظمت خانہ کعبہ سے بھی زیادہ ہے تو ان کی شان میں بے ادبی وگستاخی کرنے والے اور ان کے ساتھ دشمنی وبغض رکھنے والے کا ٹھکانہ سوائے عذاب الہٰی کے اور کیا ہے۔

حضرت میاں صاحب فرماتے ہیں۔

بے ادباں مقصود نہ حاصل نہ درگاہ ڈھوئی
تے منزل مقصود نہ پہنچا بعد ادب دے کوئی

حضرات! آپ غور فرمائیں کہ اولیاء اللہ کو حقیر جاننے والے اور ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرنے والے کا دنیا میں کیا حشر ہوتا ہے۔

شیخ صنعان کا حشر!

جب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ	میرا یہ قدم تمام ولیوں کی گردن پر ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے سب اولیاء حاضرین و غائبین نے آپ کی تعظیم کی وجہ سے گردنیں جھکا دیں اور آپ کے کمال کو تسلیم کر لیا۔ مگر اصفہان میں شیخ صنعان نے انکار کر دیا۔ جب اس کی نافرمانی کا کشف غوث اعظم کو ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اس چرواہے کی گردن پر خنزیر کا قدم ہوگا۔ کچھ مدت کے بعد شیخ محمد فریدالدین عطار کے ساتھ کفار کے شہروں میں سے ایک شہر کے پاس سے ان کا گزر ہوا۔ تو صنعان کی نظر ایک حسین و جمیل لڑکی پر پڑی۔ جو اپنے محل پر کھڑی چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ شیخ پہلی نظر کے ساتھ ہی اُسے دیکھ کر بیہوش ہو گیا اور عقل جاتی رہی۔ بس پھر کیا تھا کہ اس کے حسن و جمال کے مشاہدے کے بعد وہاں سے آگے چلنے کی طاقت نہ رہی۔ جب اُس لڑکی نے اس کی محبت کو دیکھا تو اُس کے دل میں بھی شیخ کی محبت پیدا ہو گئی اور وہ بھی اپنی جگہ سے نہ ہلی۔ اُس لڑکی کا کھانا اور سونا منقطع ہو گیا۔ جب اس کے باپ کو لڑکی کی حالت کا علم ہوا اور سوچنے لگے کہ اس کا علاج کیسے ہوگا۔ بالآخر سوائے اس کے نکاح کے کوئی

علاج سمجھ میں نہ آیا۔ شیخ صنعان کو اس لڑکی کے باپ نے خبر دی کہ ہمارے ہاں شادی کا طریقہ یہ ہے کہ جس وقت ہم اپنی کسی لڑکی کی شادی کرتے ہیں تو اس کے بننے والے خاوند کو خنزیروں کا چرواہا بناتے ہیں اور وہ ہر روز ان کے لئے خنزیر کا ایک بچہ لاتا ہے اور ہم اپنی رسم کے مطابق اس کا گوشت کھاتے ہیں اور یہ سلسلہ نکاح کے وقت تک جاری رہتا ہے۔ جب نکاح کا وقت آتا ہے تو اس کے ایک ہاتھ میں شراب کا پیالہ اور خنزیر کا گوشت جبکہ دوسرے ہاتھ میں لڑکی کا دامن پکڑاتے ہیں۔ شیخ صنعان یہ سن کر بہت خوش ہوا اور اس خدمت کو بغیر کسی جھجک کے پورا کرنے کے لئے تیار ہو گیا اور ہر روز صبح کے وقت ایک خنزیر کا بچہ اپنی گردن پر اٹھا کر ان کے پاس لاتا۔ جب مقررہ مدت پوری ہو گئی۔ اب نکاح کا وقت آ گیا تو انہوں نے شیخ صنعان کے ہاتھ میں خنزیر کا گوشت اور شراب کا پیالہ اور دوسرے ہاتھ میں اس حسینہ کا دامن بڑی خوشی سے تھما دیا۔ جب شیخ نے شراب پینے اور خنزیر کا گوشت کھانے کا ارادہ کیا تو شیخ فریدالدین نے بلند آواز سے پکارا یا سلطان سید عبدالقادر ہمارا شیخ گمراہ ہو رہا ہے۔ امداد امداد یا محی الدین۔

اس وقت پیران پیر وضو کر رہے تھے اور آپ نے وضو کرتے کرتے پانی کا ایک چھینٹا مارا کہ شیخ صنعان کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ گوشت اور شراب کا پیالہ اس کے ہاتھ سے گر پڑا اور اپنی غفلت سے بیدار ہو گیا۔ فوراً جنگل کی طرف بھاگا۔ فریدالدین نے پوچھا کہاں بھاگ رہے ہو۔ شیخ صنعان نے جواب دیا۔ اس کی طرف جا رہا ہوں۔ جس کی گستاخی کرنے کی وجہ سے مجھ پر یہ مصیبت آئی۔ اب ان سے معافی مانگنے جا رہا ہوں۔ پھر جب بغداد پہنچے اور اپنا منہ سیاہی کے ساتھ سیاہ کیا اور اپنے ہاتھوں کو باندھا اور خادموں کے ساتھ دروازے

پر کھڑا ہو گیا اور ظاہر و باطن سے غوث الاعظم کے سامنے عاجزی کرنے لگا۔ غوث الاعظم کو اس پر ترس آ گیا اور اس کے سابقہ فعل کو معاف کرتے ہوئے اس کے ہاتھ کھولے اور اسے وضو کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد غوث اعظم نے بارگاہِ الٰہی میں شیخ صنعان کے لیے دُعا مانگی۔ تو اللہ تعالیٰ نے پیرانِ پیر کی دُعا پر صنعان کے کیے ہوئے گناہ معاف فرما دیئے۔

(تسکین الخاطر ص ۴۹)

بے ادباں مقصود نہ حاصل نہ درگاہ ڈھوئی
تے منزل مقصود نہ پہنچیا بعد ادب دے کوئی

ابن سقاء کا حشر!

عبداللہ بن علی جحروی تیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں تحصیلِ علم کیلئے بغداد آیا اور مدرسہ نظامیہ میں داخل ہو گیا۔ ابن سقاء میرا ہم جماعت اور ہم سبق تھا۔ ہم دونوں عبادت کرتے اور اہل اللہ کی زیارت کے لیے نکل جاتے بغداد میں ایک شخص کے متعلق شہرت تھی کہ وہ وقت کا غوث ہے اور جب چاہتا ہے ظاہر ہوتا ہے اور جب چاہتا غائب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ہم اس شخص کو ملنے کے لیے چلے گئے اور شیخ عبدالقادر جیلانی بھی ہمارے ساتھ تھے۔ راستہ میں ابن سقاء نے کہا کہ آج میں اس سے ایک ایسا علمی مسئلہ پوچھوں گا جس کا وہ جواب نہیں دے سکے گا۔ میں نے کہا میں ایک مسئلہ پوچھوں گا۔ دیکھیئے وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانی فوراً کہنے لگے۔ معاذ اللہ میں تو ان سے کوئی مسئلہ نہیں پوچھوں گا۔ بلکہ مجلس میں بیٹھ کر فیضِ زیارت اور فیضِ صحبت ہی حاصل کروں گا۔ جب ہم تینوں وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ وہاں موجود

نہیں ہیں اور تھوڑی دیر کے بعد انہیں وہاں بیٹھے پایا۔ تو انہوں نے ابن سقار کو قہر آلود نگاہوں سے دیکھا اور غصہ سے فرمایا۔ اے ابن سقار خدا تیرا بھلا نہ کرے۔ تو مجھ سے ایسا مسئلہ پوچھتا ہے۔ جس کا میرے پاس کوئی جواب نہیں کان کھول کر سُن وہ مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ کفر کی آگ تیرے سینے میں شعلے مار رہی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ عبداللہ تو مجھ سے اس لئے مسئلہ دریافت کرتا ہے۔ کہ میں کیا جواب دوں گا۔ وہ مسئلہ یوں ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ مگر تو بے ادبی کی وجہ سے کانوں تک دنیا میں غرق ہو جائے گا۔ اس کے بعد سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے پاس بٹھا کر نہایت احترام کیا اور فرمایا۔ عبدالقادر تم نے ادب کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راضی کر لیا۔ میں دیکھتا ہوں کہ ایک وقت آئے گا۔ جب تم بغداد کے منبر پر بیٹھے وعظ کر رہے ہوں گے اور اعلان کر دو گے۔

قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی	میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ
رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ	کی گردنوں پر ہے۔

اور میں دیکھ رہا ہوں کہ اس وقت تمام اولیاء . . . تیری عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی گردنیں جھکا دیں گے۔ یہ بات کہتے ہی وہ یکدم غائب ہو گئے اس کے بعد وہ نظر نہیں آئے۔ ابن سقار علوم شرعیہ میں ایسا مستغرق ہوا کہ وقت کے اکثر فقیہہ اور علماء اس کی قابلیت کا لوہا ماننے لگے وہ علم مناظرہ میں اس قدر حاذق تھا۔ کہ اپنے مدمقابل کو ساقط کر دیتا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ فصاحت اور وقار میں شہرہ زمانہ ہو گیا۔ خلیفہ عباس نے اسے اپنے خاص مصاحبوں میں شامل کر لیا اور شہنشاہ روم کی طرف اسے سفیر بنا کر روم بھیج دیا۔ جہاں اس نے شاہی دربار

میں عیسائی علماء کو ایک مناظرہ میں شکست دی۔ بادشاہ کے دل میں اس کی قدر اور بڑھ گئی ایک دن وہ بادشاہ کی حسین لڑکی کو دیکھ کر دل دے بیٹھا اور بادشاہ کو نکاح کی درخواست کی۔ بادشاہ نے اُسے کہا اگر تم عیسائیت قبول کر لو تو مجھے کوئی عذر نہیں اس نے کہا ٹھیک ہے اور وہ اسلام سے دستبردار ہو کر عیسائی بن گیا۔ اب اسے اس غوث کی بات یاد آئی اور سمجھ گیا کہ یہ سارا نتیجہ ان کی بد دُعا کا ہے۔

(نزہتہ الخاطر صـ۸۰)

بے ادباں مقصود نہ حاصل نہ درگاہ ڈھوئی
تے منزل مقصود نہ پہنچیا بعد ادب دے کوئی

ولایت سُلب!

شیخ عبدالرحمان جمالی کہتے ہیں کہ ایک دن شیخ ابوالحسن علی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے مکان پر حاضر ہوئے تو میں بھی اُن کے ہمراہ تھا اور ایک شخص کو آپ کی چوکھٹ پر چت پڑا دیکھا۔ اس نے شیخ ابوالحسن سے استدعا کی کہ آپ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے میری سفارش کر دیں۔ چنانچہ جیسے ہی حضرت شیخ کے سامنے پہنچے۔ تو آپ نے بغیر کچھ سُنے فرمایا کہ اے ابوالحسن علی میں نے اس شخص کو تجھے ہبہ کر دیا۔ یعنی تمہیں اُس کا مختار بنا دیا۔ جب شیخ ابوالحسن نے باہر آکر اس شخص کو یہ واقعہ سنایا تو وہ کھڑا ہوا اور دیوار کے ایک سوراخ سے نکل کر ہوا میں پرواز کر گیا۔ ہم لوگوں نے جب اس شخص کے بارے میں حضرت شیخ سے دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص نے ہوا میں پرواز کرتے وقت اپنے دل میں یہ خیال کیا تھا کہ بغداد میں میرا ہم مرتبہ کوئی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ہم نے اُس کی قوت کو سلب کر لیا تھا۔ لیکن شیخ ابوالحسن علی

کی سفارش پہ اس کو معاف کر دیا۔ (قند بدالبحر بر صـــ ۱۱۶)

بے ادباں مقصود نہ حاصل نہ درگاہِ ڈھوئی
تے منزل مقصود نہ پہنچیا بعد ادب دے کوئی

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بزرگانِ دین و اولیاءِ عظام کا ادب و احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

طبیب اعظم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

حضرات محترم! میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید فرقان حمید کی جو آیہ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی شفقت و مہربانی کا تذکرہ فرمایا ہے۔

چنانچہ رب کائنات نے ارشاد فرمایا۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ (پ ۱۱)	بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان۔

تمہاری مشقت ان پر بھاری ہے۔ یعنی تمہاری تکلیف سے ان کو تکلیف پہنچتی ہے اور تمہاری بھلائی کے بہت چاہنے والے ہیں اور مسلمانوں پر بہت مہربان ہیں۔

حضرات گرامی! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دربار وہ دربار ہے۔

جہاں خزاں نہیں بہار ہے ——— جہاں ظلم نہیں پیار ہے ———

جہاں بے چینی نہیں قرار ہے ——— جہاں درد نہیں دوا ہے ———

جہاں مرض نہیں شفا ہے ——— جہاں صرصر نہیں صبا ہے ———

جہاں ظلمت نہیں ضیا ہے ——— جہاں فنا نہیں بقا ہے ———

جہاں غیر نہیں حبیب ہے ——— جہاں مریض نہیں طبیب ہے ———

یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام کو جب بھی کوئی مشکل پیش آتی تو سیدھے دربار نبی میں حاضر ہو جاتے اور یہی طریقہ سابقہ امتوں میں بھی تھا۔ چنانچہ حضرت عیسی علیہ السلام کے صحابی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ (پ ۷)	جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ بن مریم کیا آپ کا رب ایسا کرے گا کہ ہم پر آسمان سے ایک خوان اتارے۔

اور اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم اکٹھی ہو کر اپنے نبی کے دربار میں حاضر ہوئی اور پانی کی درخواست پیش کی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَإِذِ اسْتَسْقٰى مُوسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ط (پ ۱)	اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا اس پتھر پر اپنا عصا مارو۔

حضرات! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ نبی آئے ہی مشکل کشائی و حاجت روائی کے لئے ہیں اور ہمیں جو کچھ بھی ملا ہے یا ملے گا وہ نبی کے صدقہ اور وسیلہ سے ہے۔ اسی لئے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بھی جب کوئی مسئلہ درپیش آتا۔ کوئی مصیبت بنتی تو وہ مشفق و مہربان نبی کے دربار دُربار میں حاضر ہو جاتے اور جو بھی مشکل ہوتی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کرتے تو وہ مشکل فوراً حل ہو جاتی۔

حضرات! آج کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ کوئی نبی اور ولی کچھ نہیں کر سکتے افسوس ایسے لوگ اُمتیوں پر تجربہ مانتے ہیں کہ ڈاکٹر اور حکیم کے پاس جاؤ تو شفاء ملتی ہے وکیل کے پاس جاؤ تو مشکل حل ہو جاتی۔ ایک دنیاوی افسر کے پاس اختیار ہے

وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں۔ جس کو دنیا نے ڈاکٹر یا حکیم بنایا اس کے وسیلہ سے شفا مل جاتی ہے۔ جس کو دنیا نے وکیل بنایا اس کے وسیلہ سے تو مشکل حل ہو جاتی ہے۔ جس کو دنیا نے افسر بنایا اس کے پاس تو سب کچھ ہے۔ جس کو احکم الحکمین نے بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ بنا کر بھیجا وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ کل قیامت کے دن انہیں نبی کی شفاعت کی امید نہیں رکھنی چاہیئے۔

ہم تو حضور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ہیں اور ہم آپ کو حاجت روا اور مشکل کشا مانتے ہیں۔ (اس لئے کہ نبی آئے ہی ہمارے لئے مہربان بن کر حاجت روا اور مشکل کشا بن کر) اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ جیسے دنیا میں کملی والے کے صدقہ اور وسیلہ سے ہماری مشکلیں آسان ہوتی ہیں۔ ایسے ہی کل قیامت کے دن آپ ہی کی شفاعت سے ہم گنہگاروں کی بخشش ہو گی اور ان شاء اللہ العزیز ضرور ہو گی۔

حضرات! میں عرض یہ کر رہا تھا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو جب بھی کوئی مشکل بنتی تو وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو جاتے اور عرض کرتے کہ

کھلے بوہے ویکھ کے مسکین دچارے آ گئے
سن ولاں دیا محرماں درداں دے مارے آ گئے

قتادہ کی آنکھ!

جنگِ اُحد میں حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ پر تیر لگا۔ اور آنکھ باہر آ گئی تو حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلدی سے دربارِ رسالت میں حاضر ہو گئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیر لگنے سے

میری آنکھ باہر نکل آئی ہے تو حضور سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نکلی ہوئی آنکھ کو اپنے مقام پر رکھ دیا اور قتادہ کے لئے دعا کی۔

اَللّٰھُمَّ اَکْسُہٗ جَمَالًا	اے اللہ قتادہ کو خوبصورتی عطا فرما۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

فَکَانَ لَا یَدْرِیْ اَیُّ عَیْنَیْہِ اُصِیْبَتْ	بس پتہ نہ چلتا تھا کہ کون سی آنکھ نکلی تھی۔

اور وہ آنکھ حسن اور نظر میں زیادہ ہو گئی۔

وَکَانَتْ لَا تَرْمَدُ اِذَا رَمِدَتِ الْاُخْرٰی	دوسری آنکھ تو دُکھتی مگر یہ کبھی نہ دُکھتی۔

(خصائص کبریٰ ص۲۱۲ ج ۱) (انوار محمدیہ ص۲۹۶) (مدارج النبوۃ ص۱۹۸ ج ۲)

بینائی واپس!

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی جو آنکھوں سے نابینا تھے۔ دربارِ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اُدْعُ اللّٰہَ اَنْ یُّعَافِیَنِیْ	دعا فرمائیے میری آنکھیں اچھی ہو جائیں۔

اس لئے کہ

کھلے ہوئے دیکھ کے مسکین وچارے آ گئے
سُن دلاں دیا محرماں دردان دے مارے آ گئے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تو صبر کرے تو تیرے

لئے بہتر ہے اور اگر چاہے تو دعا کر دوں۔ قَالَ فَادْعُہُ۔ اس نے عرض کی کہ دعا فرما دیں۔ امام الانبیاء علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا اچھا تو ایسا کرو۔ وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھو پھر یہ دعا مانگو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ۔

اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں۔ نبی رحمت کے وسیلے سے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت کی توجہ کرتا ہوں تاکہ میری حاجت روائی ہو۔ الٰہی انہیں میرا شفیع بنا۔ ان کی شفاعت میرے حق میں قبول کر۔

(ترمذی شریف ص۱۹۷ ج۔۲) (مشکوٰۃ شریف ص۲۱۹) (حاشیہ ابن ماجہ ص۱۰۰)

چنانچہ اس نابینا صحابی نے ایسا ہی کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ ایسے ہو گئے جیسے کبھی نابینا تھے ہی نہیں۔

حضرات! اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یا محمد کہہ کر پکارنا اور آپ کے وسیلے سے دعا مانگنا یہ صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔

آنکھیں روشن ہو گئیں!

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی جن کا نام حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تھا۔ ان کے والدین کہیں جا رہے ہے کہ اچانک ان کا پاؤں ایک زہریلے سانپ کے انڈے پر پڑ گیا اور وہ پس گیا اور اس کے زہر کے اثر سے حضرت حبیب کے والد کی آنکھیں بالکل سفید ہو گئیں اور نظر جاتی رہی۔ ان کے والد بہت پریشان ہوئے اور سیدھے سرورِ دو جہاں کی خدمت میں پہنچے اور عرض کرنے لگے کہ

کھلتے ہوئے دیکھ کے مسکین دِ جارے آ گئے
کُن ولاں دیا محرماں دردان دے مارے آ گئے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ سارا واقعہ سُنا تو

فَنَفَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ فِیْ عَیْنَیْہِ فَاَبْصَرَ۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا تو وہ بینا ہو گئے۔

راوی فرماتے ہیں کہ میں نے خود دیکھا کہ حضرت حبیب کے والد کی عمر ۸۰ سال کی تھی اور آنکھیں تو ان کی بالکل سفید تھیں۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لعاب مبارک کے اثر سے نظر اتنی تیز تھی کہ سوئی میں دھاگہ ڈال لیا کرتے تھے۔

خصائص کبریٰ صفحہ ۶۹ ج ۲۔

علی کی آنکھیں!

حضرت سہل بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ خیبر کے موقعہ پر صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خیبر کا قلعہ فتح نہیں ہوتا۔

تو امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ کل میں یہ جھنڈا اس

دوں گا جس کے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ فتح دے گا۔ اور وہ ایسا آدمی ہے۔ یحب اللہ ورسولہ۔ جس سے اللہ اور اس کے رسول محبت کرتے ہیں یحبہ اللہ ورسولہ۔ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ صبح ہوئی تو سب کی تمنا یہی تھی کہ یہ اسلام کا جھنڈا مجھے عطا ہو۔ مگر جب وقت آیا تو کملی والے نے ارشاد فرمایا۔

اَیْنَ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ	کہ علی بن ابی طالب کہاں ہیں۔

صحابہ نے عرض کی آقا ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا علی کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے۔

سن ولاں دیا محرماں دردا ں دے مارے آگئے

فَلَمَّا جَاءَ بَصَقَ فِیْ عَیْنَیْہِ فَدَعَا لَہٗ فَبَرَءَ حَتّٰی کَاَنْ لَّمْ یَکُنْ بِہٖ وَجْعٌ	پس جب علی آئے تو حضور نے ان کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن لگایا اور دعا کی۔ پس ان کی آنکھیں ایسی درست ہوگئیں جیسے کبھی تکلیف ہوئی نہیں۔

(بخاری شریف ص۵۲۵ ج۔۱) (مسلم شریف ص۲۷۹ ج۔۲)

معاذ کا بازو!

جنگ بدر میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لڑ رہے تھے۔ کہ ایک کافر نے تلوار کا وار کیا جس سے حضرت معاذ کا بازو لٹکنے لگا تو وہ جلدی سے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ :۔

کھُلتے ہوئے دیکھ کے مسکین وچارے آگئے
سُن دلاں دیا محرماں دَرداں دے مارے آگئے

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا بازو کٹ گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کٹے ہوئے بازو پر اپنا لعاب دہن لگایا۔ لعاب مبارک کا لگنا تھا کہ وہ بازو ایسا ہو گیا۔ جیسے کبھی چوٹ آئی نہ تھی اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ خلافتِ عثمانیہ تک زندہ رہے۔ ہاتھ باقاعدہ کام کرتا رہا اور کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ (مدارج النبوۃ ص ۱۲۲)

صدیق کی ایڑھی!

جب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کی جانب آ رہے تھے تو راستے میں دشمن سے بچنے کے لئے غار میں چھُپ گئے۔ وہاں ایک سانپ بھی تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ غار میں بہت سے سوراخ ہیں۔ آپ نے تمام سوراخوں کو بند کر دیا۔ مگر ایک سوراخ باقی رہ گیا۔ جس پر صدیق اکبر نے اپنا پاؤں رکھ کر اسے بند کر دیا اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں سرِ انور رکھ کر آرام فرما تھے۔ جب سانپ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو محسوس ہوئی تو اُس نے حرکت کرنی شروع کی۔ تاکہ وہ سوراخ سے باہر نکل کر خواجۂ دو عالم کی زیارت کر سکے مگر وہ جس سوراخ کی طرف بھی جاتا ہے۔ سوراخ کو بند پاتا ہے۔ حتیٰ کہ اس سوراخ کی طرف آیا۔ جس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی

ایڑھی رکھی ہوئی تھی۔ سانپ نے ڈسنا شروع کر دیا۔ یہ سمجھ کر کہ کوئی معمولی شخص ہے پاؤں اٹھالے گا۔ مگر جوں جوں سانپ ڈستا گیا۔ آپ پاؤں کو زیادہ دباتے گئے اس لئے کہ کہیں آقا کے آرام میں خلل نہ آجائے۔ چونکہ سانپ کا زہر آپ کے رگ وریشہ میں سرایت کر چکا تھا۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ اور آپ کے آنسوؤں کا ایک قطرہ چہرۂ رسول پر گرا۔ آپ بیدار ہوئے۔ فرمایا اے ابوبکر کیا ہوا؟ عرض کی آقا سانپ نے ڈس دیا ہے۔ فرمایا کہاں عرض کی آقا پاؤں کی ایڑھی پر۔

فَتَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَذَهَبَ مَا يَجِدُهٗ۔	پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعاب دہن لگایا تو درد جاتا رہا۔

مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۶ (معارج النبوۃ ص ۶ ج ۳)

تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پکار اٹھے کہ:۔

ہُن میں مرکے وی نئیں مردا جے تیری نظر ہوئے

محبوبِ اعظم!

حضرت عبدالرحمٰن بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کا پاؤں زخمی ہوگیا۔ تو ان سے کسی نے کہا کہ جو تجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں ان کو یاد کر۔

فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ	پس انہوں نے یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا

تو ان کا پاؤں ٹھیک ہو گیا۔ (شرح شفاء شریف ص۱۱ ج۔۲)

حضرات! معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یا محمد کہہ کر پکارنا صحابہ کرام کی سنت ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کا صدقہ ہم سب کی ظاہری اور باطنی بیماریوں کو شفاء عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

O

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سب کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ
قُلْ یٰٓاَیُّہَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا ۔
اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ط

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عقیدت و محبت کے ساتھ ہدیہ درود و سلام پیش کریں ۔

میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید فرقان حمید کی آیہ کریمہ کا کچھ حصہ تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے ۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالتِ عامہ کا بیان فرمایا ہے ۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا (پ ۹)	تم فرماؤ اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں۔

لوگوں میں عیسائی ہوں، ہندو ہوں، مجوسی ہوں، کافر ہوں، مسلمان ہوں، خواہ کوئی بھی ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت سب کو عام ہے۔ حضرات! اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوق کے رسول ہیں۔ چونکہ انسان اشرف مخلوق ہے اور باقی مخلوقات انسان کے تابع ہیں۔ اس لئے یہاں صرف انسانوں کا ذکر کیا گیا۔ ورنہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

اِنِّیْ اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ كَافَّةً (مسلم شریف صـ۱۹۹ ج ۱)	بے شک میں پوری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

لہٰذا حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانوں کے رسول ہیں آپ جنوں کے رسول ہیں۔ آپ چرند و پرند کے رسول ہیں ——— آپ جانوروں کے رسول ہیں ——— آپ زمین والوں کے رسول ہیں ——— آپ آسمانوں والوں کے رسول ہیں ——— آپ غلمان و رضوان کے رسول ہیں ———۔ آپ فرشتوں کے رسول ہیں ——— فرمایا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (پ۲۶) آپ تو اللہ کے بھی رسول ہیں۔

معزز سامعین! یہی وجہ ہے کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جانور بھی جانیں ——— چرند و پرند بھی جانیں ——— شجر و حجر بھی جانیں

شمس و قمر بھی جانیں۔ الغرض آپ کو زمین و آسمان کی ہر چیز کی جاننے نہ جانتے تو ابولہب و ابوجہل اور کوئی ان جیسا بے ادب اور گستاخ ہی نہ جانے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے متعلق ہی تو فرمایا۔

اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ	وہ چوپایوں کی طرح ہیں۔ بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ۔

(پ ۹)

یعنی وہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھتے ہیں مگر پہچانتے نہیں کسی شاعر نے ایسے بے ادب اور گستاخوں کے متعلق کیا خوب کہا۔ کہ

جنہاں دلاں دے ٹٹ گئے پُرزے تے ٹٹ گئیاں سب تاراں
اونہاں عشق محمدی ناہیں تے رل گئے سنگ مرداراں!

آخر وجہ کیا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کیوں نہیں پہنچانتے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ	اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر کر دی اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

(پ ۱)

اب نہ وہ سچی بات سن سکتے ہیں۔ نہ دیکھ سکتے ہیں۔ اور نہ ہی ان کے دل سچی بات کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ وہ لوگ آج بھی موجود ہیں۔ نسل ختم نہیں ہوئی لیکن پہچان آپ نے خود کرنی ہے۔

اُمّت کا پہلا فتنہ!

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم دربارِ رسالت میں حاضر تھے۔ اور ایک دوسرے کی زیادتی عبادت کا ذکر کر رہے تھے۔ کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا۔ آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ اس شخص کے چہرہ سے مجھے شیطان کے آثار نظر آتے ہیں۔ جب وہ آپ کے قریب آیا تو آتے ہی سلام کیا۔ آپ نے فرمایا مجھے حلفیہ بتاؤ کہ جب تم اس مجلس کی طرف آ رہے تھے۔ کیا تم اپنے آپ کو سب سے بہتر نہیں سمجھتے تھے۔ وہ کہنے لگا ہاں۔ اس کے بعد وہ مسجد کے کمرہ میں داخل ہوا۔ اور جاتے ہی نماز پڑھنا شروع کر دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حکم فرمایا۔ ہے کوئی تم میں جو جا کر اسے قتل کرے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کھڑے ہوئے۔ عرض کی یا رسول اللہ میں جاتا ہوں جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ تو نماز پڑھ رہا ہے۔ دیکھ کر حیران ہوئے۔ واپس آ کر حضور کو بتایا کہ وہ نماز میں تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے پھر فرمایا کون ہے جو جا کر اسے قتل کر دے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اٹھے اور انھوں نے بھی یہ منظر دیکھ کر ہاتھ روک لیا اور واپس آ کر بتا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے پھر تیسری بار فرمایا کون ہے جو اسے قتل کر دے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اٹھے اور کہنے لگے۔ میں حاضر ہوں۔ جب وہاں پہنچے تو وہ وہاں سے جا چکا تھا۔ واپس آ کر بتایا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم وہ تو نہیں ملا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا وہ نکل گیا ہے۔ اگر اسے آج قتل کر دیا جاتا تو میری اُمّت سے فتنہ ختم ہو جاتا۔

(شواہد النبوۃ صـ۲۱۷)

حضرات! آپ جانتے ہیں کہ شیطان نے بھی اپنے آپ کو کہا تھا۔ اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ کہ میں اس آدم سے بہتر ہوں۔ تو لعنتی اور مردود ہوا۔ اسی طرح وہ شخص جس کے دل میں تھا کہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ یہ نبی تو باتیں کر رہے ہیں۔ میں اللہ کی نماز پڑھوں تو بہتر ہے۔ مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا۔ کہ اطاعتِ رسول اطاعتِ خدا ہے چونکہ اس نے اطاعتِ رسول و ذکرِ رسول کو حقیر جان کر نماز شروع کی تو اللہ تعالیٰ کے نبی نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ بغیر واسطہ رسول کے کوئی عبادت بھی قبول نہیں ہوتی۔

حضرات! ایسے ہی آج دیکھنے میں آتا ہے کہ اِدھر محفلِ میلاد ہو رہی ہو۔ کوئی نعت شریف پڑھ رہا ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت و شان بیان ہو رہی ہو تو اپنے آپ کو نبی کا لاڈلا اُمتی کہلانے والے دین کے بہت بڑے ٹھیکیدار کہتے ہیں۔ کہ یہ کیا شور مچا رکھا ہے۔ نعوذُ باللہ۔ یاد رہے کہ جو بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت آپ کی عظمت و شان سُن کر ایسا کہے تو سمجھ لو کہ وہ بھی نکلے ہوؤں میں سے ہے۔ یہ لوگ وہ بھی نکلے ہوؤں میں سے ہے۔ خدا تعالیٰ ان کی صحبت ان کی مجلس ان کے ساتھ نشست و برخاست سے بچائے۔ کہو آمین۔

سامعین! دین کے نام پر مسلمانوں کے دلوں سے عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شمع کو بجھانے والے اور اہلِ ایمان کو نبی کے دروازے سے دور ہٹانے والے ان کے کلمے نہ سنو۔ ان کی تبلیغ پر نہ جاؤ۔ بلکہ دیکھو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات کے بارے میں ان کے نظریات کیا ہیں۔ پھر آپ کو پتہ چلے گا کہ ڈالڈا کیا اور اصل کیا ہے۔

میرے بزرگو اور دوستو! میں عرض کر رہا تھا کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جانور بھی جانتے ہیں کہ یہ ہمارے نبی ہیں اور دربارِ رسالت مآب

میں حاضر ہو کر اپنی فریادیں کرتے ہیں۔

اُونٹ کی فریاد!

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ایک اُونٹ آیا اور فریاد کرنے لگا۔ غلاموں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ اُونٹ کیا کہتا ہے۔ فرمایا یہ اپنے مالک کی شکایت کرتا ہے۔ اتنے میں اس کا مالک بھی آگیا۔ تو کائنات کے والی نے فرمایا یہ تیری شکایت کرتا ہے۔ کہ میرا یہ مالک ساری زندگی مجھ پر بوجھ لاد کر مجھ سے کام لیتا رہا۔ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ تو یہ مجھے ذبح کرنا چاہتا ہے۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا یہ ٹھیک کہتا ہے۔ اونٹ کا مالک کہنے لگا صحیح ہے۔ میرے دل میں یہی ارادہ تھا مگر اب میں یہ ارادہ ترک کرتا ہوں اور ذبح نہیں کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو جھوٹا ہے۔ مجھے تجھ پر کوئی اعتماد نہیں اُس نے تجھ سے پہلے بھی فریاد کی تو نے نہ سُنی۔ اب کیسے سُنے گا۔ بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سو درہم میں اس سے اُونٹ خرید لیا اور اُونٹ سے فرمایا جا خدا کے لئے تجھے آزاد کیا۔ جب آپ نے اُسے آزادی کی خوشخبری سُنائی۔ تو وہ فریادی اُونٹ بلبلانے لگا۔ آپ نے فرمایا۔ آمین۔ پھر بلبلایا۔ آپ نے فرمایا آمین۔ پھر بلبلایا۔ آپ نے فرمایا آمین۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی اے بے کسوں کے کس اے بے سہاروں کے سہارا۔ وہ اُونٹ کیا کہتا تھا۔ فرمایا وہ اونٹ دعا دیتا تھا۔ اے اللہ کے نبی آپ نے میری جان پر رحم کیا ہے۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ میں نے کہا آمین پھر اُس نے کہا اے رحمۃ للعالمین جیسے آپ نے مجھے

اس مالک کے قہر سے نجات دلائی ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کی اُمت کو روزِ محشر کی گرمی سے نجات عطا فرمائے۔ میں نے کہا آمین۔ پھر اُس نے کہا اے شفیع المذنبین جیسے آپ نے میرے خون کی حفاظت کی ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کی اُمت کے خون کو محفوظ رکھے۔ میں نے کہا آمین۔ (نزہت المجالس صہ۱۸ ج۔۲)

ماہی مدینے والا سارا جگ جہان دا
اکھیاں دی ٹھنڈ نالے چین ساڈی جان دا

حمرہ کی فریاد!

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ جب ہم ایک درخت کے قریب گئے تو دیکھا کہ اس میں حمرہ کا گھونسلا ہے۔ (حمرہ چڑیا کی مانند چھوٹا سا پرندہ ہے) ہم نے اس کے دو بچے پکڑ لئے۔ تو

فَجَآءَتِ الْحُمَّرَةُ اِلَى النَّبِيِّ وَهِيَ تَعْرِضُ۔	حمرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں بار بار آتی اور کچھ فریاد کرتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کسی نے اس کے دو بچے پکڑ لئے ہیں اور یہ بار بار میرے پاس فریاد کرنے آ رہی ہے۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس کے بچے ہم نے پکڑے ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا۔

رُدُّوْهُمَا مَوْضِعَهُمَا فَرَدَدْنَاهُمَا۔ (خصائص کبریٰ صہ۶۳ ج۲)	انہیں اس کے گھونسلے میں رکھ دو تو ہم نے انہیں اسی جگہ رکھ دیا۔

ماہی مدینے والا سارا جگ جس دا
اکھیاں دی ٹھنڈ نالے چین ساڈی جان دا

گدھے کی فریاد!

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب فتح خیبر سے واپس آرہے تھے تو آپ کو راستے میں ایک سیاہ رنگ کا گدھا ملا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس گدھے سے کلام کیا۔ آپ نے پوچھا تیرا نام کیا ہے۔ اس نے کہا میرا نام یزید بن شہاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میری جد میں ساٹھ گدھے پیدا کئے۔ ان سب پر نبیوں نے سواری کی اور میری تمنا اور خواہش ہے کہ مجھ پر آپ سواری فرمائیں گے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے نبیوں میں آپ آخری ہیں۔ ایسے ہی اپنی نسل میں میں بھی آخری ہوں۔ آپ سے پہلے میں ایک یہودی کی ملکیت میں تھا جب وہ مجھ پر سوار ہوتا تو میں قصداً اسے گرا دیتا اور وہ یہودی میرے پیٹ کو تکلیف پہنچاتا۔ اور میری کمر پہ مارتا تھا۔

فَقَالَ النَّبِیُّ فَاَنْتَ یَعْفُوْرٌ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اب تیرا نام یعفور ہے اور پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کو بلانے کیلئے اسے بھیجتے تو وہ اس کے دروازے پر آ کر اپنے سر کو دروازے پہ مارتا۔

فَاِذَا خَرَجَ اِلَیْہِ صَاحِبُ الدَّارِ اَوْمٰی اِلَیْہِ اَنْ اَجِبْ رَسُوْلَ اللّٰہِ	اور جب گھر والا باہر آتا تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ کرتا کہ تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلا رہے ہیں۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحلت فرمائی تو اس نے حضور کے فراق میں خود کو ایک کنوئیں میں گرا دیا اور جان دے گیا۔

(خصائص کبری ص۶۴ ج۔۲)

ماہی مدینے والا سارا جگ جاندا
اکھیاں دی ٹھنڈ نالے چین ساڈی جان دا

حضرات! جو نبی جانوروں کی سنتا ہے وہ غلاموں کی کیوں نہ سنے گا کوئی فریاد تو کرے اور کہے کہ

کرم کی اک نظر ہم پر خدا را یا رسول اللہ
ہمیں تو آسرا بس ہے تمہارا یا رسول اللہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جانور تو پہچانتے ہیں۔ مگر بعض بدقسمت انسان ہو کر نہیں پہچانتے تو ایسے انسانوں سے تو وہ جانور بہتر ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی دیتے ہیں۔

بکری کا بچہ بول اٹھا!

ایک دفعہ حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام رات کے وقت ابولہب کے پاس گئے۔ آپ نے فرمایا اگر تجھے میرا کلمہ پڑھتے ہوئے شرم آتی ہے۔ یہاں تو کوئی نہیں دیکھتا۔ اب پڑھ لے۔ کہنے لگا میں تیرا کلمہ پڑھ لوں گا مگر شرط یہ ہے کہ پہلے یہ بکری کا بچہ تیری گواہی دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری کے بچے کو کہا میں کون ہوں؟ بچہ بول اٹھا۔ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

ماہی مدینے والا اوہنوں سارا جگ جاندا!
اکھیاں دی ٹھنڈ نالے چین ساڈی جان دا

ابولہب کہنے لگا تیرے لئے تباہی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جادو تجھ پر بھی اثر کر گیا ہے۔ بکری کا بچہ کہنے لگا تجھ پہ تباہی ہو۔ اس پہ ابولہب نے غضبناک ہو کر چھری لے کر اس کی کھال کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے مگر ایمان نہ لایا۔
(نزہتہ المجالس ص ۳۹۳ ج ۲)

سبحان اللہ سبحان اللہ کیا شان مدینے والے دا
دو جگ وچہ ٹھاٹھاں مار دا اے فیضان مدینے والے دا

بھیڑیا بول اٹھا!

مدینہ منورہ کے باہر جنگل میں ایک چرواہا اپنی بکریاں چرا رہا تھا۔ کہ اچانک ایک بھیڑیا آیا اور بکریوں کے ریوڑ سے ایک بکری اٹھا کر لے گیا۔ چرواہے نے دیکھا تو اس بھیڑیئے کا پیچھا کیا اور اس سے بکری چھڑالی بھیڑیئے نے جب دیکھا کہ مجھ سے میرا شکار چھین لیا گیا ہے تو وہ ایک ٹیلے پر چڑھا اور فصیح زبان سے کلام کرنے لگا۔ اے چرواہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے رزق دیا تھا مگر افسوس کہ تم نے مجھ سے چھین لیا۔ چرواہے نے جب ایک بھیڑیئے کو کلام کرتے ہوتے دیکھا تو حیران ہو کر بولا تعجب ہے کہ ایک بھیڑیا بھی کلام کرتا ہے۔ بھیڑیئے نے پھر کلام کیا۔ اور کہا کہ اس سے بھی زیادہ تعجب والی بات تو یہ ہے۔ کہ مدینہ شریف میں ایک اللہ کا نبی تشریف لایا ہے۔ جو کچھ ہو چکا ہے۔ اس کی بھی خبریں دیتا ہے۔ اور جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے۔ ان کی بھی۔ چرواہا جو یہودی تھا بھیڑیئے کی اس گواہی کو سن کر بڑا متاثر ہوا اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔
(مشکوٰۃ شریف)

ہے جہاں میں جن کی چمک دمک
ہے چمن میں جن کی چہل پہل
وہی اک مدینے کے چاند ہیں
سب انہی کے دم کی بہار ہے

اُونٹ قدموں میں!

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری کا اُونٹ تھا جس سے وہ اپنی کھیتی کو پانی دیا کرتا تھا وہ ایسا شرارتی ہُوا کہ مالک کو کام نہ دیتا تھا۔ انصاری تنگ آکر دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرا اُونٹ شریر ہو گیا ہے اور وُہ مجھے کام نہیں دیتا۔ جس کی وجہ سے میری کھجوریں اور کھیتی خشک ہو چکی ہے۔ حضور رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو فرمایا کہ اٹھو وہاں چلیں جب وہاں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ باغ میں اونٹ ایک طرف کھڑا ہے۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باغ میں داخل ہوئے اور اونٹ کی طرف چل پڑے۔ انصاری نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ اونٹ کی طرف نہ جائیں۔ یہ کتے کی طرح پاگل ہو چکا ہے۔ کہیں آپ پر حملہ نہ کر دے۔ آپ نے فرمایا۔ کوئی پرواہ نہیں۔ ادھر جب اُونٹ نے آقائے نعمت علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ تو آپ کی طرف چل پڑا۔ یہاں تک کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدموں پر سجدہ کرنے لگا۔ آپ نے اسے پکڑ کر اس کے ناک میں نکیل ڈالی اور انصاری کے حوالہ کیا۔ تاکہ وہ اس سے پہلے کی طرح کام لے سکے۔

سبحان اللہ سبحان کیا شان مدینے والے دا
دو جگ وچ ٹھاٹھاں ماردا اے فیضان مدینے والے دا

(مواہب الدنیہ صنہ ۲۸)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آدابِ رسالت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ہ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ہ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ہ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ ۔

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عقیدت ومحبت کے ساتھ ہدیہ درود وسلام پیش کریں ۔

حضرات محترم ! میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید فرقانِ حمید کی ایک آیہ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے ۔ اس میں بارگاہِ خدا اور دربارِ مصطفٰے

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

چنانچہ رب کائنات نے ارشاد فرمایا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ (پ ۹)	اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ۔ جب بھی تمہیں بلائیں

حضرات! اس آیہ کریمہ میں بلانے والے دو ہیں۔ مگر صیغہ یعنی (دَعَا) واحد کا آیا ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ دو کے لئے صیغہ بھی تثنیہ کا ہی ہوتا۔ مگر ایسا نہیں ہے اصل میں بتانا یہ ہے۔ کہ اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کے بلانے میں فرق نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بلانا اللہ تعالیٰ ہی کا بلانا ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (پ ۵)	اور جس نے رسول کی اطاعت کی۔ تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔

فَدَعَانِی النَّبِیُّ فَلَمْ اُجِبْهُ۔	تو مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلایا۔ میں حاضر نہ ہو سکا۔

جب میں نے نماز ختم کی تو حاضر خدمت ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نماز پڑھ رہا تھا تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اَلَمْ یَقُلِ اللّٰهُ اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا	کیا نہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ جب تمہیں اللہ اور اس کے

رسول بلائیں تو حاضر ہو جاؤ۔ | دعا کو۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۸۴)

حضرات! معلوم ہوا کہ نمازی کے لئے ضروری ہے کہ نماز چھوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلانے پر حاضر ہو جائے۔ فقہا فرماتے ہیں۔ کہ نمازی بحالتِ نماز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور جتنا وقت آپ کی فرمانبرداری میں گزارے نماز نہیں ٹوٹے گی۔ اس لئے کہ نمازی نے اُس ذات سے کلام کیا۔ جس پر نماز میں سلام بھیجنا واجب ہے۔ اگر نبی کے سوا کسی اور سے کلام کرتا تو نماز ٹوٹ جاتی۔ مگر حضور کی خدمت میں اگر سینہ پھیر تو کس طرف؟ دوسری جو کعبہ کے بھی کعبہ ہیں۔ (شانِ حبیب الرحمان صفحہ)

اعلیٰحضرت فرماتے ہیں۔

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے اب کعبے کا کعبہ دیکھو

حضرات! اسی لئے جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو بلاتے تو وہ فوراً پروانوں کی طرح خدمتِ اقدس میں حاضر ہو جاتے۔ حتّٰی کہ سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر اپنا مال، تن، من، دھن ہر چیز آپ پر نثار کرنے کے لئے تیار ہو جاتے۔

حنظلہ کی جانثاری!

حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ابھی نئی نئی شادی ہوئی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ اُحد کے لئے اعلان فرمایا۔ جہاں باقی صحابہ کرام حاضر ہوئے وہاں حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنی نو بیاتا بیوی کو چھوڑ

کہ ہر چیز سے بے خبر ہوتے ہوئے۔ حتیٰ کہ آپ کو غسل کرنا بھی یاد نہ رہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ لڑائی شروع ہوئی تو حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے شہداء کی لاشوں کو اکٹھا کرنے کا حکم ہوا تو سب لاشیں اکٹھی کی گئیں۔ مگر حضرت حنظلہ کی لاش نہ ملی۔ غلاموں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حنظلہ کی لاش نہیں ملی۔ دریں اثناء امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا سرِ انور آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ حنظلہ کو آسمانوں پر فرشتے غسل دے رہے ہیں۔ اسی دن سے آپ غسیل الملائکہ کے نام سے مشہور ہو گئے۔

(مواہب لدنیہ ص۹۴ ج ۱)

صحابہ کرام کی جانثاری!

غزوۂ بدر کے موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مشرکین مکہ ہمارے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہیں۔ بتاؤ تمہارا کیا ارادہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حکم پر جاں نثارانِ مصطفیٰ وفدایانِ پیغمبر نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح نہیں ہیں کہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا خدا لڑے۔ بلکہ

وَلٰكِنَّا نُقَاتِلُ وَعَنْ يَمِينِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ وَبَيْنَ يَدَيْكَ وَخَلْفَكَ ۔	ہم آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے لڑیں گے۔

(بخاری شریف ص۵۶۴ ج ۲)

آپ کا حکم ہوگا سمندر میں کود جائیں گے۔ آپ کے ایک اشارے پر ہم مال و جان سب کچھ قربان کر دیں گے۔

حضرات! صحابہ کرام کا یہی طریقہ تھا۔ کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں بلاتے تو فوراً حاضر ہو جاتے۔ ہمیں بھی چاہیئے کہ جب ہمیں اللہ اور رسول کا حکم اذان کا بلاوا ہو تو فوراً نماز کے لئے حاضر ہو جائیں۔

جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ آپ کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

حضرات! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلانے پر انسان تو انسان رہے۔ آپ کے بلانے پر درخت چل کر آجاتے۔ سورج واپس مڑ جاتا۔ چاند نے آپ کا حکم مانا۔ پتھروں نے آپ کا حکم مانا۔ بادلوں نے آپ کا حکم مانا۔ شاعر کہتا ہے کہ:

ادھرے حکم تھیں سورج مڑدا اے
چن ٹوٹے ہو کے جڑدا اے
اودھا حکم ہووے تے پتھراں نوں
بولن دا شعور آجاندا اے

سورج نے حکم مانا!

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ غزوۂ خیبر سے واپسی صہبا کے مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شیر خدا علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں سر انور رکھ کر سو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کی نماز پڑھ چکے تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابھی نماز عصر

ادا کرنا تھی۔ چنانچہ شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی سورج کی طرف دیکھتے جو غروب ہوتا جا رہا تھا اور کبھی چہرۂ رسول کی طرف سوچتے ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہیں جگاتا تو عبادتِ خدا جاتی ہے۔ اگر جگاتا ہوں تو اطاعتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جاتی ہے۔ آخر یہ سوچ کر کہ وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔ کہ رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہ جگایا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیدار ہوئے تو۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَصَلَّیْتَ یَا عَلِیُّ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ اے علی کیا تو نے نماز پڑھ لی ہے۔

قَالَ لَا۔ عرض کیا نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے علی کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ کَانَ فِیْ طَاعَتِکَ وَطَاعَۃِ رَسُوْلِکَ فَارْدُدْ عَلَیْہِ الشَّمْسَ۔	اے اللہ بے شک علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا تو سورج کو واپس لَوٹا دے۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ڈوبا ہوا سورج واپس آگیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عصر کی نماز اپنے وقت پر پڑھی۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص۲۹۸)

اودھرے حکم تھیں سورج مڑدا اے
جیہڑی ٹوٹے ہو کے جُھکدا اے
اودھا حکم ہوئے تے پتھراں نوں بولن دا شعور آجاندا اے

حضراتِ گرامی! حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ تھا کہ حضور کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔ آپ کا حکم خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ آپ کا کلام خدا کا کلام ہے۔ علی کی تو قضاء نماز بھی ادا ہو گئی۔ مگر جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ وہ یاد رکھیں کہ ان کی ادا بھی قضاء ہو جائیں گی۔

چاند نے حکم مانا!

ایک دفعہ کفارِ مکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے اگر آپ اللہ کے نبی ہیں تو کوئی معجزہ دکھاؤ۔ آپ نے فرمایا کون سا معجزہ دیکھنا چاہتے ہو۔ کہنے لگے آپ کے حکم سے چاند دو ٹکڑے ہو جائے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں چاند دو ٹکڑے ہوا۔

فِرْقَةٌ فَوْقَ الْجَبَلِ	ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر اور
وَفِرْقَةٌ دُوْنَهُ	دوسرا پہاڑ کے دوسری
فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ	جانب تھا۔ تو رسول اللہ
اِشْهَدُوْا	صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا گواہ ہو جاؤ۔

معلوم ہوا کہ

اوہدے حکم تھیں سورج مڑدا اے
چن ٹوٹے ہو کے جڑدا اے
اوہدا حکم ہووے تے پتھراں نوں
بولن دا شعور آجاندا اے

ایک روایت یہ ہے کہ جب مشرکین نے دیکھا کہ واقعی چاند دو ٹکڑا ہو کر زمین پر آ گیا ہے۔

فَقَالُوْا سَحَرَنَا مُحَمَّدٌ۔	تو کہنے لگے ہم پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جادو کر دیا ہے۔

یعنی مانے پھر بھی نہیں۔ (بخاری شریف صا۲۱، ج۔۲) (حجۃ اللہ علی العالمین صـ۹۶۔۳۹۶)

پتھروں نے حکم مانا!

ایک دن ابوجہل اپنی مٹھی میں پتھر کی چھ کنکریاں لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اپنی مٹھی بند کر کے کہنے لگا۔

گر رسولی چیست در دستم نہاں
چوں خبر داری ز راز آسماں

کہ تم آسمان کی خبریں دیتے ہو اگر واقعی رسول ہو تو بتاؤ میری مٹھی میں کیا ہے۔

گر تو میخواہی بگویم کاں چہاست
یا بگوید آنکہ ما حقیم و راست

میں بتاؤں کہ تیری مٹھی میں کیا ہے۔ یا تیری مٹھی والی چیز بتائے کہ میں کون ہوں۔ ابوجہل کہنے لگا یہ دوسری بات تو بہت ہی عجیب ہے کہ میری مٹھی والی چیز بولے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا غور سے سن تیری مٹھی میں پتھر کی چھ کنکریاں ہیں۔ جب آپ نے یہ کہا

لَیَا لِیَ بُعِثْتُ اِنِّیْ لَاَعْرِفُہٗ اِذَا مَرَرْتُ عَلَیْہِ ۔ (خصائص کبریٰ ص۹۰ ج ۱)	پتھر مجھے سلام کرتا تھا بیشک میں اس کو پہچانتا ہوں جب میں اس کے پاس سے گزرتا ہوں ۔

حضرات! اُس اُمتی سے وہ پتھر بہتر ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے وقت آپ پر سلام پڑھتا تھا۔

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ ہر چیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جانتی ہے اور آپ کا حکم مانتی ہے۔

بادل نے حکم مانا!

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں عرصۂ دراز سے بارش نہ ہوئی۔ ہر طرف قحط سالی پھیل گئی۔ لوگ بھوک سے مرنے لگے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کا خطبہ دینے کے لئے منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو ایک اعرابی کھڑا ہو گیا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارا مال ہلاک ہو گیا ہے۔ بچے بھوکے ہو گئے پریشانی کا عالم ہے۔ اے اللہ کے نبی دُعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بارش عطا فرمائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر دُعا کی یا اللہ بارش نازل فرما دے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس ہاتھوں کا اٹھنا تھا کہ فوراً آسمان پر بادل چھا گئے اور وہیں بیٹھے ہوئے بارش شروع ہو گئی۔ حتیٰ کہ اتنی بارش ہوئی کہ چھت سے پانی ٹپکنے لگا۔ اور لوگوں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے نیچے اتر رہے ہیں

از میانِ مشت او ہر پارہ سنگ
در شہادت گفتن آمد بے درنگ

ابوجہل نے سنا کہ اُس کی مٹھی میں کنکریوں نے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا
جب ابوجہل نے یہ معجزہ دیکھا تو کنکریوں کو زمین پر پھینک کر کہنے لگا۔ اے
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نعوذ باللہ تم سے تو بڑا جادوگر میں نے آج تک نہیں
دیکھا۔

اوہدے حکم تھیں سورج مُڑدا اے
چن ٹوٹے ہو کے جُڑدا اے
اوہدا حکم ہووے تے پتھراں نوں
بولن دا شعور آ جاندا اے

کسی اور شاعر نے یوں کہا کہ :۔

اوہ پتھراں نوں کلمے پڑھا جاندا اے
اوہ اَن بولیاں نوں بُلا جاندا اے
اوہ گونگیاں تھیں گلاں کرا جاندا اے

پتھر کا سلام!

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ بِمَكَّةَ لَحَجَرًا	کہ مکہ مکرمہ میں ایک پتھر ہے
كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ	جس رات میں مبعوث ہوا وہ

اور بارش کے قطرے آپ کی داڑھی مبارک سے نیچے آرہے ہیں۔ ایسی بارش شروع ہوئی کہ اب بند ہونے کا نام ہی نہیں لیتی۔ ہفتہ کو بھی بارش۔ اتوار کو بھی بارش۔ پیر کو بھی بارش۔ منگل کو بھی بارش۔ بدھ کو بھی بارش۔ جمعرات کو بھی بارش۔ یوں معلوم ہوتا تھا۔ جیسے منشاء الٰہی یہ تھا۔ کہ میرے محبوب نے مجھ سے بارش مانگی ہے۔ اب میں خدا بھی اس وقت تک بارش بند نہیں کروں گا۔ جب تک میرا محبوب نہ کہے گا۔ چنانچہ پھر جمعہ کا دن آگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ وہی اعرابی پھر کھڑا ہوگیا۔ اور عرض کرنے لگا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب تو ہمارے مکان گرنے لگے ہیں۔ مال تباہ ہوگئے۔ دعا فرمائیے کہ اب بارش بند ہو جائے۔ پھر آپ نے یہ دعا کی یا اللہ ہمارے اردگرد تو بارش ہو ہم پر نہ ہو اور حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی انگلی مبارک کا اشارہ فرمایا۔

فَمَا يُشِيْرُ بِيَدِهٖ إِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنَ السَّحَابِ إِلَّا انْفَرَجَتْ	جس جس طرف آپ کی انگلی مبارک جاتی بادل پھٹ جاتا۔

اور مدینہ منورہ کے اوپر سب آسمان صاف ہوگیا۔

(بخاری شریف صفحہ ۱۲۷ ج ۱)

درخت نے حکم مانا!

ایک دفعہ ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر آپ اللہ کے رسول ہیں۔ تو کوئی نشانی دکھلائیے۔ حضور نے فرمایا لو دیکھو وہ جو

سامنے درخت کھڑا ہے۔ اسے جا کر اتنا کہہ دو کہ تجھے اللہ کا رسول بلاتا ہے چنانچہ وہ اعرابی درخت کے پاس گیا اور اس سے کہا تجھے اللہ کا رسول بلاتا ہے۔ وہ درخت یہ حکم سنتے ہی اپنے آگے پیچھے اور دائیں بائیں ہلا اور زمین سے اپنی جڑیں اکھاڑ کر چلنے لگا۔

حَتّٰی وَقَفَتْ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔	یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔

اور

فَقَالَتْ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ	عرض کرنے لگا السلام علیک یا رسول اللہ۔

یہ دیکھ کر وہ اعرابی کہنے لگا۔ اب اسے حکم دیجئے کہ یہ پھر اپنی جگہ پر چلا جائے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے حکم فرمایا کہ واپس چلا جا۔ وہ درخت سن کر پیچھے مڑ گیا۔ اور اپنی جگہ جا کر پھر قائم ہو گیا۔ اعرابی یہ دیکھ کر مسلمان ہو گیا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر اجازت ہو تو میں آپ کو سجدہ کروں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کی اجازت دیتا تو حکم کرتا کہ عورت اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔

فَقَالَ الْاَعْرَابِیُّ فَاْذَنْ لِیْ اُقَبِّلُ یَدَیْكَ وَرِجْلَیْكَ فَاَذِنَ لَہٗ	پھر اس نے آپ سے ہاتھ اور پاؤں چومنے کی اجازت چاہی تو آپ نے اجازت دے دی

(حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۴۱۲)

حضرات محترم! آپ نے سُنا کہ درخت بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم مانیں۔ چاند دو ٹکڑے ہو جائے۔ سُورج واپس آجائے۔ بادل بھی حکم مان کر برسنے لگ جائے۔ یعنی فیکہ شجر و حجر۔ شمس و قمر۔ برگ و ثمر ہر چیز ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم مانے۔ اگر انسان' انسان ہو کر آپ کے حکم پر عمل نہ کرے۔ تو پھر ایسے انسان سے درخت، چاند، سُورج، پتھر، بلکہ جانور بھی بہتر جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانتے ہیں اور نہ آپ کے حکم پر حاضر ہو جاتے ہیں۔ مگر ہم اپنے آپ کو اشرف المخلوق اور حضور کا اُمتی بھی کہلاتے ہیں۔ لیکن آپ کا حکم نہیں مانتے۔ پھر کیا فائدہ اشرف المخلوق بننے کا۔

حضرات! جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو نہ مانیں گے پھر اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی کس مُنہ سے کہیں گے۔ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا نماز پڑھو۔ ہم نہیں پڑھتے۔ آپ نے فرمایا رمضان کے روزے رکھو۔ ہم نہیں رکھتے۔ آپ نے فرمایا زکوٰۃ دو۔ ہم نہیں دیتے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر مالدار ہو تو حج کرو۔ ہم نہیں کرتے' آپ نے فرمایا شراب نہ پیو۔ زنا کے قریب نہ جاؤ۔ چوری نہ کرو۔ جھوٹ نہ بولو۔ چغلی نہ کرو۔ حرام نہ کھاؤ۔ رشوت نہ لو۔ سود نہ کھاؤ۔ بے حیائی نہ کرو۔ مگر ہم آپ کے کسی حکم کو بھی نہیں مانتے پھر اُمتی کے اُمتی۔

حضرات! صحیح معنوں میں اسی وقت ہی ہم حضور کے اُمتی کہلائیں گے۔ جب ہم آپ کے حکم پر عمل کریں گے۔ یاد رہے کہ اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر عمل کریں گے تو فرشتوں سے بڑھ کر۔ اگر عمل نہیں کریں گے تو جانوروں سے بھی کم تر۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں سُنتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محبتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَ
اِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ
وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ
کَسَادَھَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَا اَحَبَّ
اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ
فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ
اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ ط وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ
الْفٰسِقِیْنَ ۔

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عقیدت ومحبت کے ساتھ ہدیۂ درود وسلام پیش کریں۔

حضرات محترم! میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید وفرقان حمید کی جو آیۂ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اس میں اللہ تعالےٰ نے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ اللہ اور رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے محبت کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

چنانچہ ربِ کائنات نے ارشاد فرمایا۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۔ (پ ۱۰)	تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہاری یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لائے۔ اور فاسقوں کو راہ نہیں دیتا

حضرات! جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت ہے اور رہا جہاد فی سبیل اللہ یہ اس وقت تک قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔ جب تک انسان کے دل میں محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوگی اس لئے کہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جزوِ ایمان ہی نہیں بلکہ اصلِ ایمان ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۱۲)	کہ تم میں کوئی ایک مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ مجھ سے اپنے اور اپنے والدین اور اپنی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہ کرے۔

حضرات! محبتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایمان کی رُوح ہے۔ نماز سے پوچھا تیری رُوح کیا ہے۔ نماز نے کہا ایمان ____ روزہ سے پوچھا تیری روح کیا ہے روزہ نے کہا ایمان ____ زکوٰۃ سے پوچھا تیری روح کیا ہے۔ زکوٰۃ نے کہا ایمان ____ حج سے پوچھا تیری روح کیا ہے۔ حج نے کہا ایمان۔ لیکن ایمان سے پوچھا بتا تیری روح کیا ہے تو ایمان نے کہا محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حضرات! محبتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصلِ نجات ہے۔ نماز ذریعۂ نجات ہے اگر قبول ہو جائے ____ روزہ ذریعۂ نجات ہے اگر قبول ہو جائے ____ حج ذریعۂ نجات ہے اگر قبول ہو

جائے۔ روزہ ذریعۂ نجات ہے۔ اگر قبول ہو جائے ——— مگر محبتِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صرف ذریعۂ نجات نہیں بلکہ اصلِ نجات ہے۔
معزز سامعین! آیئے دیکھیں کہ جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کی وہ دین و دُنیا میں سُرخرو ہو گئے۔

اعرابی کی محبّت!

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم یہ بتاؤ کہ قیامت کب آئے گی۔ اعرابی کے اس سوال پر آپ نے پُوچھا۔ اے قیامت کا سوال کرنے والے بتا تو نے قیامت کے لئے کیا تیار کیا ہے۔ تو وہ عرض کرنے لگا۔ اے اللہ کے نبی نہ زیادہ نمازوں اور نہ زیادہ روزوں اور نہ ہی بہت زیادہ صدقات و خیرات کو توشہ بنایا ہے۔

وَلٰکِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔	لیکن میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔
تو کملی والے نے فرمایا۔	
قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ۔	فرمایا روزِ محشر تو اسی کے ساتھ ہوگا۔ جس کے ساتھ تجھے محبت ہے۔
(بخاری شریف ص۹۱۱ ج۲)	

حضرات! جس کو جس سے محبت ہو گی۔ کل قیامت کے دن وہ اسی کے ساتھ ہو گا۔ خوش قسمت ہیں۔ وہ جنہیں حضورِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت ہے۔ وہ کل قیامت کے دن اپنے آقا کے ساتھ ہوں گے۔

شاعر کہتا ہے کہ

جنہوں مِل جائے قربت سوہنے دی
اوہ رب دے قریب ہوجاندا اے
جیہڑا ہووے دُور محمد نوں!
اوہ رب توں وی دور ہوجاندا اے

ربیعہ کی محبّت!

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ایک صحابی حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کا وضو کروایا کرتے تھے۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جوشِ رحمت میں فرمایا۔ اے ربیعہ مانگ کیا مانگتا ہے۔ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نہ مجھے مال و دولت کی ضرورت ہے نہ سیم و زر اور نہ ہی دنیا کے جاہ وجلال کی تمنا ہے بلکہ

اَسْئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّۃِ۔ (مشکوٰۃ شریف صہ ۸۴)	میں چاہتا ہوں کہ جنت میں آپ کی صحبت نصیب ہوجائے

یعنی جس طرح یہاں آپکی غلامی کا موقعہ ملا ہے۔ اسی طرح جنت میں بھی میں ہی آپ کا خدمت گزار بن جاؤں۔ اس لئے کہ

جنہوں مِل جائے قربت سوہنے دی
اوہ رب دے قریب ہو جاندا اے
جیہڑا ہووے دُور محمد توں
اوہ رب توں وی دور ہو جاندا اے

عثمان کی محبت!

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ہمراہ جب مکہ معظمہ میں عمرہ کے ارادہ سے تشریف لے گئے تو معلوم ہوا کہ کفار آپ کے ساتھ لڑائی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالات کا جائزہ لینے اور پیغام پہنچانے کے لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ میں بھیجا۔ تو آپ نے جا کر ان کو بتایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صرف عمرہ کرنے آئے ہیں نہ کہ تم سے جنگ کرنے کے لئے۔ تو کفار مکہ نے عثمان غنی کو کہا کہ اگر تم نے عمرہ کرنا ہے تو کر لو تمہیں اجازت ہے۔ مگر ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اجازت نہیں دیں گے۔ اس پہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا۔ یا گنو جہ عبادت حضور کے بغیر ہو وہ عبادت کیسی۔ اس لئے کہ

(معارج النبوۃ صفحہ ۔۔ ج ۳)

جنہوں مل جائے قربت سوہنے دی
اوہ رب دے قریب ہو جاندا اے
جیہڑا ہووے دور محمد توں
اوہ رب توں وی دور ہو جاندا اے

بلال کی محبت!

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد ملک شام میں چلے گئے تھے۔ ایک دفعہ رات کو خواب میں سرور کونین کی زیارت ہوئی۔ آقا نے فرمایا بلال کیا بات ہے کہ تو ہماری زیارت کو نہیں آ:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صبح ہوتے ہی تیاری کی اور روضۂ رسول کی زیارت کے لیئے روانہ ہو گئے۔ جب پہنچ گئے تو روضۂ انور کی خاک پاک اٹھا کر اپنے چہرہ پر ملی اور فراقِ محبوب میں خوب روئے۔ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ دونوں شہزادے حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف لا رہے ہیں۔ جب قریب آئے تو دونوں کو سینے سے لپٹا لیا اور محبت سے سروں کو بوسے دینے لگے۔ اُدھر جب مدینہ والوں کو پتہ چلا کہ بلال آگئے۔ تو وہ بھی جوق در جوق شوقِ ملاقات میں آنے لگے اس کے بعد وہ حضرتِ بلال سے درخواست کرنے لگے کہ بلال ایک دفعہ پھر وہی اذان سُنا دو۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی موجودگی میں پڑھا کرتے تھے (چونکہ لوگوں کو معلوم تھا کہ بلال نے حضور کے بعد اذان دینا چھوڑ دی ہے) اس پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے معذرت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے وصال کے بعد اب مجھ میں طاقت نہیں کہ میں اذان پڑھ سکوں۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ بلال اذان دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ تو اہل مدینہ نے حضرات حسنین کریمین کی خدمت میں عرض کی کہ تم بلال کو کہو کہ اذان سنائیں۔ اس لئے کہ بلال سب کی موڑ سکتا ہے۔ مگر تمہارے کہنے پر ہرگز انکار نہیں کریں گے۔

چنانچہ شہزادوں نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ اذان پڑھیں اب حضرت بلال اذان دینے پر مجبور تھے۔ جب اذان دینے کے لئے اس مقام پر چڑھے۔ جہاں زمانۂ رسالت میں پڑھا کرتے تھے۔ ادھر بلال نے اذان شروع کی اُدھر مدینہ طیبہ میں شور مچ گیا۔ لوگ فراقِ محبوب میں زار و قطار رونے لگے۔ جب حضرت بلال نے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ کہا اور سامنے کائنات کے والی محبوبِ کائنات نظر نہ آئے۔ تو حضرت بلال کے دل پر ایسی چوٹ لگی کہ روتے روتے نیچے اتر آئے۔ (جذب القلوب ص۲۱۵)

ایسا کیوں ہوا۔ اس لئے کہ

بے خودی کا عالم ہے اسے ٹالا نہیں جاتا
جو دل میں اُتر جائے اسے نکالا نہیں جاتا

• لمبی رات وچھوڑے والی پل پل سکھیاں جانے
جو کوئی قید عشق دے اندر سو تیو درد پچھانے

براق کی محبت!

معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم فرمایا اے جبرئیل جنت میں جاؤ۔ اور میرے محبوب کی سواری کے لئے ایک براق لے آؤ۔ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام جب جنت میں جاتے ہیں۔ کیا دیکھتے ہیں کہ جنت میں چالیس ہزار براق موجود ہے۔ ایک سے ایک بڑھ کر حسین و جمیل ہے۔ اب سوچتے ہیں کہ براق تو سبھی خوبصورت اور دلکش ہیں۔ مگر خواجہ دو جہاں کے لئے کون سا براق لے جاؤں۔ ابھی یہ سوچ ہی رہے تھے۔ اچانک نظر اٹھی کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کونے میں ایک براق سر جھکائے رو رہا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام اس کے پاس جاکر پوچھتے ہیں۔ اے براق کیا وجہ ہے کہ آج تو خوشی و مسرت و شادمانی کا وقت ہے۔ مگر تو پریشان اور رو رہا ہے۔ براق نے جواب دیا۔ یا جبرئیل کسی کو اپنے رنگ پر مان ہوگا۔ کسی کو اپنے حسن پر ناز ہوگا۔ تو کسی کو اپنی طاقت پہ فخر ہوگا مگر میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر میرے پاس بھی حسن و طاقت ہوتی یا میرا بھی کوئی رنگ ڈھنگ ہوتا تو میں بھی امید رکھتا کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کے لئے مجھے منتخب کیا جائے گا۔ مختصر یہ کہ اس براق کی عاجزی کام آگئی۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسی براق کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

سواری کے لئے منتخب کیا گیا۔ حضرات وہ براق امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سواری بننے کے لئے اتنی آہ وزاری کیوں کرتا تھا۔

(معارج النبوۃ ص۱۴۰ ج۲)

جنہوں مِل جائے قربت سوہنے دی
اوہ رب دے قریب ہو جاندا اے

اور یہ مقدر کی بات ہے۔ کیونکہ

انداز حسینوں کو سکھاتے نہیں جاتے
اُمی لقبی ہوں وہ پڑھائے نہیں جاتے
ہر ایک کا حصہ نہیں دیدار کسی کا
بوجہل کو محبوب دکھائے نہیں جاتے

یہودی نوجوان کی محبّت!

مدینے میں ایک یہودی کا لڑکا جو دل میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت بسائے ہوئے تھا۔ مگر ساتھ ہی گھر والوں کا خوف اور برادری کا ڈر بھی تھا کہ کسی نے ان کی محفل میں جاتے ہوئے دیکھ لیا تو خیر نہیں ہوگی۔ موقعہ پا کر مسجد نبوی کے دروازے کے قریب سے گزرتا کہ کسی طرح والیٔ کائنات کی زیارت ہو جائے۔ بار بار جاتا کبھی زیارت ہو جاتی کبھی ایسے ہی گھر آجاتا محبتِ رسول اور عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آگ کی چنگاری کی طرح سلگتا رہتا۔ اسی طرح دن گزرتے گئے۔ آخر وہ وقت بھی آگیا کہ آنکھوں کی نیند اُڑ گئی۔ چہرے کا رنگ اُتر گیا دل کھول کر رو بھی نہیں سکتا تھا۔ بالآخر فراقِ محبوب نے اُس عاشقِ زار کو بیمار کر ڈالا۔ باپ نے بڑے علاج کروائے۔ وقت کے

بڑے بڑے حکیم وطبیب آئے لیکن فاقہ نہ ہو سکا۔ جسم و تن کی بیماری ہو تو دوا کام کرے۔ مگر مریضِ عشق کا کیا علاج۔ بڑے جتن کئے لیکن حالت دن بدن گرتی گئی حتیٰ کہ پھول کی طرح مہکنے والا نوجوان سوکھ کر کانٹے کی مانند ہو گیا۔ ماں چارپائی پکڑ کر روتی۔ باپ پاگلوں کی طرح گلیوں میں چکر لگاتا پھرتا۔ باپ نے جب دیکھا کہ میرا بیٹا چند گھڑیوں کا مہمان ہے۔ منہ کے قریب کان لگا کر کہا میرے لال کچھ کہنا چاہتے ہو تو کہو۔ عرض کی، ابا جان آپ وعدہ کریں کہ میری زندگی کی آخری خواہش پوری کر دیں گے۔ تو میں کچھ کہوں۔ باپ نے دردناک آواز کے ساتھ جواب دیا۔ میرے دل کی ٹھنڈک یہ گھڑی بھی کوئی وعدے لینے کی ہے۔ بیٹا تیری خواہش پر میں اپنی جان بھی قربان کرنے کے لئے تیار رہوں۔ بیٹے نے کہا ابا جان چند سالوں سے میں محمد عربی سے عقیدت و محبت رکھتا ہوں۔ صرف آپ کے ڈر سے یہ راز ظاہر نہیں کیا۔ دل کی آخری تمنا ہے کہ ایک بار ان کے رخِ تاباں کی زیارت کر لوں۔ اگر مہربانی کرو تو انہیں بلا لاؤ۔ جب باپ نے یہ سنا تو غصے سے لال پیلا ہو گیا لیکن جلد ہی اپنے جذبات پر قابو پایا۔ کیونکہ لختِ جگر سے وعدہ کیا ہوا تھا۔ کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ اے میرے نورِ نظر اگرچہ میرے لئے یہ بات سخت ناگوار ہے۔ لیکن اس خیال سے کہ تم دنیا سے حسرت زدہ نہ جاؤ۔ میں تیری خواہش کی تکمیل کے لئے جا رہا ہوں۔ بے شک کل صبح مجھے اسرائیلی برادری کا مجرم کہا جائے گا۔ اٹھا اور دربارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہنچا اور آواز دی کہ میں محمد عربی سے ملنا چاہتا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سامنے جلوہ گر ہوئے۔ ارشاد فرمایا کیوں آیا ہے۔ کہنے لگا میرا ایک جواں سال بیٹا ہے۔ جو دل میں آپ سے عقیدت و محبت رکھتا ہے اور اس کی زندگی کی آخری گھڑیاں ہیں۔ اس کی خواہش ہے کہ چند ساعتوں کے لئے

تشریف لے آئیں تاکہ رُخِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کرتے ہوئے جان نکلے۔ یہ سُنتے ہی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرام کو ارشاد فرمایا کہ چلو اُس جوان کی عیادت کر آئیں۔ ادھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُس خوش قسمت جوان کی چارپائی پر پہنچے تو باپ نے آواز دی۔ بیٹا آنکھیں کھول تیرے مرکزِ عقیدت آگئے۔ یوں معلوم ہوا جیسے اُس آواز پر جاتی ہوئی روح پلٹ آئی۔ نوجوان نے آنکھیں کھولیں کیا دیکھتا ہے کہ آنکھوں کے سامنے والضحیٰ کے مکھڑے والا موجود ہے۔ نوجوان کہنے لگا۔ اے اللہ کے نبی میں بھی آپ کی غلامی میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ میرے نامۂ زندگی میں ایک سجدہ بھی نہیں ہے۔ میری بخشش کیسے ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے جوان کلمہ پڑھنا تیرا کام ہے۔ بارگاہِ الٰہی سے بخشوانا میں نبی کا کام ہے۔ نوجوان نے کلمہ پڑھا اور جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ آخر اس جوان کا باپ عرض کرنے لگا۔ حضور اب یہ جنازہ میرا نہیں ہے۔ بلکہ اسلام کی مقدس امانت ہے۔ اور اب یہ میرے گھر سے نہیں آپ کے درِ دولت سے اُٹھے گا۔ باپ کی درخواست قبول فرمالی گئی۔ اور امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اب اس نوجوان کا جنازہ مدینے کی گلیوں سے نکلے گا۔

؎ عاشق کا جنازہ ہے ذرا جھوم کے نکلے
محبوب کی گلیوں سے ذرا گھوم کے نکلے

جنازہ جا رہا تھا۔ ہجوم کا یہ عالم تھا کہ مدینے کی گلیوں میں ایک تل رکھنے کی بھی جگہ نہ تھی اور سرکار جنازہ کے ساتھ پنجوں کے ساتھ چل رہے تھے۔ ایک صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایسا کیوں ہے۔ فرمایا

کہ آسمانوں سے رحمت کے فرشتے اتنے آئے ہوئے ہیں کہ پورا قدم رکھنے کی جگہ نہیں ہے۔ جنت البقیع میں جنازہ لے جایا گیا۔ لحد میں اتارنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود قبر میں تشریف لے گئے اور اس عاشقِ زار کو خود دفن کیا۔

زلف وزنجیر صد ۱۹۷ ج ۱

معلوم ہوا کہ :۔

جنہوں مل جائے قربت سوہنے دی
اوہ رب دے قریب ہو جاندا اے

اُستن حنانہ کی محبّت!

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی میں منبر شریف بننے سے پہلے کھجور کا ایک ستون تھا۔ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پُشتِ انور لگا کر وعظ فرمایا کرتے تھے۔ منبر بننے کے بعد جب آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ تو اُس ستون سے دردناک لہجے میں رونے کی آواز آئی۔

اُستنِ حنانہ در ہجرِ رسُول
نالہ می زد ہم چو اربابِ عقول ! !

اُستنِ حنانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جُدائی میں عقل مندوں کی طرح آہ وفغاں کرنے لگا۔ تو

فَنَزَلَ النَّبِیُّ حَتّٰی اَخَذَهَا فَضَمَّهَا اِلَیْهِ۔	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لائے اس پہ اپنا دستِ اقدس رکھا اور اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔

تو اُسے سکون مل گیا اور وہ چُپ ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ خدا کی قسم اگر میں اس کو سینے سے نہ لگاتا تو یہ قیامت تک روتا ہی رہتا۔ پھر آپ نے اس کو کٹوا کر منبر شریف کے نیچے دفن کرا دیا۔

(مشکوٰۃ شریف صہ ۵۳۶) (زرقانی صہ ۱۳۸ ج ۔ ۴)

حضرات! وہ کھجور کا تنا کیوں رویا اس لئے کہ وہ جانتا تھا۔

جنہوں مِل جائے قربت سوہنے دی
اوہ رب دے قریب ہو جاندا اے

جامی کی محبت!

حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ جب بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں حاضری کے لیے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے والیٔ مدینہ کو حکم دیا کہ میرے عاشق کو شہر سے باہر روک لیا جائے ورنہ جس جذب و کیف میں وہ آ رہا ہے مجھے اس کی دلدہی کے لئے گنبدِ خضرٰی سے باہر آنا پڑے گا۔ جامی کو کئی بار روکا گیا۔ ایک بار جامی نے سالارِ کارواں سے کہا کہ مجھے صندوق میں بند کر کے گنبدِ خضرا تک پہنچایا جائے۔ چنانچہ سالارِ قافلہ نے آپ کو صندوق میں بند کر دیا۔ اُدھر والیٔ مدینہ کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ تو وہ خود اس کاروانِ عشق و محبت کے استقبال کے لئے شہر کے دروازے پر کھڑا تھا۔ جس میں حضرت جامی چھپ کر داخل ہو رہے تھے۔ اونٹ سے سامان اتارا گیا۔ وہ سامان' سامانِ عشق و محبت تھا۔ جو جامی کی شخصیت بن کر صندوق میں بند تھا۔ نہایت ادب سے پیغامِ محبوب پہنچایا گیا۔ اور روک دیا گیا۔ کچھ

دنوں کے بعد حاضری ہوئی تو جالی لپٹ لپٹ کر فریاد کرتے رہے۔
(شواہد النبوۃ ص۱۶۲)

زمہجوری برآمد جان عالم
ترحم یا نبی اللہ ترحم

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ
رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عطاءِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۝

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وآلہٖ وسلم میں عقیدت و محبت کے ساتھ ہدیۂ درود و سلام پیش کریں۔

حضرات محترم! میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید فرقان حمید کی جو آیۂ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے لئے اپنی عطاء کا تذکرہ فرمایا ہے۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ (پ ۳۰)	اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

حضرات! کوثر کا معنی ہے بہت زیادہ۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ کوثر سے مراد خیر کثیر ہے اور سورۂ کوثر کو اِنَّ سے شروع فرمایا ہے۔ اِنَّ کا معنی ہے۔ بے شک اس جگہ بولا جاتا ہے جہاں شک کو دور کرنا مقصد ہو۔ چونکہ کفار عرب حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اس ملکیت کے منکر تھے۔ جیسے آج بھی بعض بد باطن منکر ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ حضور کے پاس کچھ نہیں وہ کیا دیں گے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے لفظ اِنَّ بول کر فرما دیا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس کچھ نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو سب کچھ عطا فرمایا ہے۔ اسی لئے تو آپ فرماتے ہیں

وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِىْ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۲)	اور بے شک میں تقسیم کرتا ہوں اور اللہ تعالےٰ مجھے عطا کرتا ہے۔

حضرات! اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو سب کچھ عطا فرمایا ہے۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اُوْتِيْتُ بِمَفَاتِيْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِیْ يَدِیْ۔ (بخاری شریف ص ۱۰، ج ۲)	میرے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں۔ پس وہ میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔

أُوْتِيْتُ مَفَاتِيْحَ كُلِّ شَيْءٍ (خصائص کبریٰ ص۱۹۵ ج ۱)	مجھے ہر چیز کی کنجیاں دی گئی ہیں۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔

أُعْطِيْتُ الْكَنْزَيْنِ الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ (مشکوٰۃ شریف ص۵۱۲)	مجھ کو دو خزانے سرخ اور سفید (یعنی سونا اور چاندی کے) عطا فرمائے گئے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

إِذَا يَئِسُوا الْكَرَامَةُ وَالْمَفَاتِيْحُ يَوْمَئِذٍ بِيَدِيْ وَلِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَئِذٍ بِيَدِيْ (مشکوٰۃ شریف ص۵۱۴)	قیامت کے دن جب لوگ ناامید ہوں گے تو عزت و کرامت اور کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی اور حمد کا جھنڈا بھی اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا۔

اعلیٰحضرت فرماتے ہیں کہ:

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

خالقِ کُل نے آپ کو مالکِ کُل بنا دیا
دونوں جہاں ہیں آپکے قبضہ و اختیار میں

حضرات گرامی! قرآن و حدیث کے دلائل سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اپنے تمام خزانوں کا مالک بنا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے دربار میں حاضر ہونے والا کوئی بھی خالی نہیں جاتا۔

عطاءِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ سے بہت کچھ سُنتا ہوں۔ مگر بھول جاتا ہوں تو مختارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ۔ میں نے پھیلا دی تو آپ نے لپ بھر بھر کر اس میں ڈال دیئے اور فرمایا اسے سینے سے لگا لو۔ میں نے ایسا ہی کیا تو اس کا اثر یہ ہوا کہ۔

فَمَا نَسِيْتُ شَيْئًا بَعْدَهُ۔ (بخاری شریف صـ۲۲ ج۔۱)	پس اس کے بعد میں کبھی نہ بھولا۔

حضرات! جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوہریرہ کی چادر میں اپنے دستِ اقدس سے لپ بھر کر ڈال رہے تھے۔ دیکھنے والے تو حیران ہو گئے کہ بظاہر دیکھنے میں تو ہاتھ خالی ہیں۔ مگر آپ کیا ڈال رہے ہیں۔ لیکن جب ابوہریرہ کا حافظہ تیز ہو گیا تو پھر سمجھ گئے کہ واقعی بظاہر تو آپ کے ہاتھ خالی نظر آتے ہیں۔ مگر حقیقت میں دو جہانوں کی نعمتیں آپ کے خالی ہاتھ میں ہیں۔

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

پانی کا چشمہ!

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حدیبیہ کے مقام پر لوگ پیاس کی شدت سے بہت پریشان تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس پانی ختم ہو گیا ہے۔ نہ پینے کے لئے ہے۔ نہ وضو کرنے کے لئے ہے۔ صرف ایک لوٹے کے برابر پانی ہے۔ جو اس برتن میں ہے۔ تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس برتن کو اپنے قریب کیا اور اپنا دستِ مبارک اس میں رکھ دیا۔ اتنے میں آپ کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔

اعلیٰحضرت فرماتے ہیں۔

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

تمام صحابہ علیہم الرضوان نے وہ پانی پیا اور اس پانی سے وضو بھی کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ وہ پانی کتنے لوگوں نے استعمال کیا۔

قَالَ لَوْ كُنَّا مِائَةَ اَلْفٍ لَكَفَانَا كُنَّا خَمْسَ عَشَرَةَ مِائَةً (بخاری شریف ص۵۹۸ ج۲)	فرمایا اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہوتا۔ مگر اس وقت ہم پندرہ سو تھے۔

حضرات! آپ نے سُنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔ حالانکہ بظاہر آپ کے ہاتھ میں پانی کا کوئی بہت بڑا

برتن یا کوئی چشمہ نہیں تھا۔ ہاتھ مبارک خالی تھا۔ جب برتن میں ڈالا گیا تو اتنا پانی ہو گیا کہ دس یا بیس یا پچاس یا سو نہیں بلکہ پندرہ سو نے وہ پانی پیا بھی اور اس سے وضو بھی کیا۔ دیکھنے کو تو ہاتھ خالی ہے مگر حقیقت میں،

؎ دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

کھانے کا چشمہ!

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ خندق کے موقعہ پر میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا ہے میں گھر آیا اور بیوی سے کہا کچھ کھانے پکانے کے لئے ہے۔ جابر کی بیوی کہنے لگی۔ تھوڑے سے جو ہیں اور یہ بکری کا بچہ ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے ٹھیک ہے۔ اسے ذبح کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کر کے آج آپ کو کھانا کھلائیں گے۔ حضرت جابر کہنے لگی ٹھیک ہے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علیحدگی میں بات کرنا اور کہنا کہ:۔

فَتَعَالِ اَنْتَ وَنَفَرٌ مَعَكَ۔ حضور آپ اور اپنے ساتھ چند آدمی لے آئیں، زیادہ نہ ہوں۔ کیونکہ کھانے کا انتظام تھوڑا ہے۔ جابر نے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کان میں کہا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج شام کا کھانا جابر کے گھر ہے لہٰذا تھوڑے سے غلام ساتھ لے آئیں۔

قلی مست فقیراں دی
ایہنوں عرش بنا جا اج دی رات

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سُنا۔ تو

فَصَاحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ يَا اَهْلَ الْخَنْدَقِ اِنَّ جَابِراً صَنَعَ سُوْراً فَحَيَّ هَلًا بِكُمْ	تو بلند آواز سے اعلان کر دیا اے خندق والو۔ بے شک آج جابر کے گھر تم سب کی دعوت ہے۔

جب حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سُنا تو ضرور سوچا ہوگا۔ کہ میں نے تو کہا تھا کہ چند ایک صحابی ساتھ ہوں۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو سب کو کہہ دیا ہے۔ جابر نے سُن تو لیا۔ مگر اعتراض نہیں کیا۔ اس لئے کہ جابر کا عقیدہ تھا کہ:۔

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

گھر گئے بیوی کو بتایا۔ اس نے کہا اب ہمیں گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ جس محبوب نے سب کو بلایا ہے۔ وہ خود ہی سب کو کھلائیں گے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سارے لشکر کو لے کر جابر کے گھر پہنچ گئے اور آپ نے اپنا لعابِ دہن آٹے اور سالن والی ہنڈیا میں ڈال دیا۔ جیسا کہ آپ نے پہلے ہی حکم فرما دیا تھا کہ سالن اور روٹیاں نہ پکانا جتبک میں نہ آجاؤں۔ اس کے بعد حکم دیا کہ اب روٹیاں اور سالن پکاؤ۔ بس پھر کیا تھا کہ آپ کے لعابِ دہن کی برکت تھی۔ کہ اس تھوڑے سے آٹے اور سالن میں اتنی برکت پیدا ہوئی کہ ایک ہزار آدمی کھانا کھا گئے۔ نہ روٹی کم ہوئی نہ سالن کم ہوا۔

(مشکوٰۃ شریف صہ۵۳۲)

حضرات! یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعابِ دہن کی برکت تھی کہ تھوڑے

سے کھانے میں اتنی برکت آئی کہ ہزار آدمی کھانا کھا گئے مگر کھانے میں کمی نہ آئی۔ میں کہتا ہوں نبی کو اپنی مثل بشر کہنے والو، تم بھی اپنے گھر کی ہنڈیا میں تھوک کر دیکھو۔ کھانا زیادہ ہونا تو کجا پہلا بھی جاتا رہے گا۔

کھجوروں کا چشمہ!

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے والد غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے اور ان پر بہت زیادہ قرض تھا۔ جب کھجوروں کا موسم آیا تو تمام قرض خواہ اپنا اپنا قرضہ لینے کے لئے آ گئے۔ میں نے وہ ساری کھجوریں ان کے سپرد کر دیں۔ مگر انہوں نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ کھجوریں قرضے سے کم ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدھے حضور سرورِ کائنات کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کی آقا میرے ساتھ باغ میں تشریف لے چلیں۔ اور میرے قرض خواہوں کو یقین دلائیں کہ کھجوریں کم نہیں ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لے گئے، تو آپ نے فرمایا۔ اے جابر

فَبَيِّدِرْ كُلَّ تَمْرٍ عَلٰى نَاحِيَتِهٖ	تمام کھجوروں کی ڈھیریاں علیحدہ علیحدہ لگا دو۔

چنانچہ ڈھیریاں لگا کر قرض خواہوں کو بلایا گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک بڑی ڈھیری کے پاس کھڑے ہو گئے اور آپ نے اس کے ارد گرد تین چکر لگائے اور اس ڈھیری سے سب کو کھجوریں ناپ کر دیں۔

حَتّٰى اَدَّى اللّٰهُ عَنْ وَالِدِيْ اَمَانَتَهٗ	یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے والد کا قرضہ ادا کر دیا

تعجب کی بات تو یہ تھی کہ تمام قرض خواہ اپنا قرض لے گئے۔ مگر کھجوریں اسی طرح

برقرار رہیں اور

لَـمْ تَنفَقِسْ تَـمْرَةٌ وَّاحِدَةٌ -

ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی۔
(بخاری شریف صفحہ ۵۸۰ ج-۲)
(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۳۷)

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

دودھ کا چشمہ!

ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت بھوک لگی اور وہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دربار دُربار میں حاضر ہو گئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مجھے بھوک نے ستایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا۔ ابوہریرہ میرے ساتھ چلو۔ میں آپ کے ساتھ ہو لیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم گھر میں تشریف لے گئے اور ایک دودھ کا پیالہ لیا اور فرمایا جاؤ اصحابِ صفہ کو بلا لاؤ۔ اصحابِ صفہ کی تعداد ستر تھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ پیالہ تو ایک ہے۔ اگر وہ بھی آگئے۔ پھر میرے لئے کیا بچے گا۔ مگر دل نے سہارا دیتے ہوئے کہا کہ اے ابوہریرہ پیالے کو نہ دیکھ پیالے والے کو دیکھ۔ وہ تو

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

الغرض حکمِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر عمل کرتے ہوئے۔ اصحابِ صفہ کو بلا لائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا۔ اے ابوہریرہ لو یہ

دودھ کا پیالہ اور باری باری سب کو پلاتے جاؤ۔ جب سب نے سیر ہو کر پی لیا، تو کیا دیکھتا ہوں کہ دودھ کا پیالہ ویسے کا ویسا ہی ہے۔ پھر وہ پیالہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنے ہاتھ میں لیا۔

فَنَظَرَ اِلَیَّ فَتَبَسَّمَ	اور مجھے دیکھ کر مسکرائے۔

فرمایا اے ابوہریرہ میں نے عرض کیا۔ لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

قَالَ بَقِیْتُ اَنَا وَاَنْتَ قُلْتُ صَدَقْتَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ۔	فرمایا۔ اب تم اور میں رہ گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔

پھر وہ پیالہ آپ نے مجھے دیا اور فرمایا لو پیئو۔

فَقَعَدْتُ فَشَرِبْتُ	پس میں بیٹھ گیا اور دودھ پیا۔

فرمایا اور پیئو۔ میں نے اور پیا۔ حتیٰ کہ کئی بار یہی فرمایا کہ اور پیئو، اور پیئو اور میں اس کی تعمیل کرتا رہا۔

حَتّٰی قُلْتُ لَا وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَا اَجِدُ لَہٗ مَسْلَکًا۔	آخر میں نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اب تو بالکل گنجائش نہیں رہی

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے پیالہ لیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور بسم اللہ شریف پڑا اور باقی دودھ خود نوش فرمالیا۔ (بخاری شریف ص ۹۵۵ ج ۲)

اعلیحضرت فرماتے ہیں۔

کیوں جناب بوہریرہ کیسا تھا وہ جام شیر
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا
وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دلیلِ خدا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔
اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَانٌ
مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا
اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ
رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عقیدت ومحبت کے ساتھ ہدیہ درود وسلام پیش کریں۔

حضرات محترم! میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید، فرقانِ حمید کی جو آیۂ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے اس میں دلیلِ خدا اور حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی تشریف آوری کا ذکر کیا گیا ہے۔

چنانچہ رب کائنات نے ارشاد فرمایا۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا (پ)

اے لوگو بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتارا۔

حضرات! آپ جانتے ہیں کہ دلیل ہوتی ہے دعویٰ پر پہلے دعویٰ پھر اس کی دلیل مثلاً ایک شخص دعویٰ کرتا کہ میں عالم ہوں تو اس سے کہا جائے گا تیرے عالم ہونے کی دلیل کیا ہے۔ کاریگر دعویٰ کرے کہ میں کاریگر ہوں تو اس سے کہا جائے گا۔ کہ تیرے کاریگر ہونے کی دلیل کیا ہے۔ یعنی دعویٰ پہلے ہوگا۔ دلیل بعد میں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اے لوگو تحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے دلیل آ گئی۔ اب سوال یہ ہے کہ اس دلیل پر دعویٰ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور دلیل ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

یعنی

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دعویٰ ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ دلیل ہے۔

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حق ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ حقانیت ہے۔

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نور ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ نورانیت ہے۔

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کلام ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ متکلم ہے۔

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ذکر ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ذاکر ہے۔

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہدایت ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہادی ہے۔

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ارشاد ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ مرشد ہے۔

حضرات گرا[م] دعویٰ کی مضبوطی دلیل سے ہوگی۔ دلیل مضبوط ہے تو دعویٰ بھی مضبوط، اگر دلیل ناقص ہے تو [د]عویٰ بھی ناقص۔

آیئے دیکھیں [د]لیل میں نقص کیسے پیدا ہوگا۔ وہ اس طرح کہ مصوّر کی تعریف تصویر سے ہوگی معمار کی تعریف [ت]عمیر سے ہوگی۔ جب بھی کوئی کسی مصنوعی تصویر کی تعریف کرے گا تو وہ دراصل مصوّر کی [ت]عریف ہوگی یعنی ناظر جب تصویر کو دیکھے گا تو کہے گا۔ کہ مصوّر نے کمال کر دی کیسی اعلیٰ تص[وی]ر بنائی کیسی شان والی تصویر بنائی۔ تو ظاہر ہے اس تصویر کے بنانے والا خوش ہو[جائے] گا اور یہ تصویر اُس مصوّر کے دعویٰ کی دلیل ہے۔ جس سے اس کا دعویٰ مضبوط ہو جائیگا لیکن اگر تعریف کرنے کے بعد آخر میں یہ کہہ دے کہ تصویر تو اچھی ہے مگر اس کا ناک ٹیڑھا ہے۔ تو سمجھ لیں کہ اس کی تمام تعریف ختم ہو جائے گی۔ جس سے دعوئ مصوّر کمزور اور ناقص ہو جائے گا۔ اور مصوّر ناراض ہو جائے گا کیونکہ اس کی صنعت میں نقص نکال دیا گیا ہے۔

حضرات! اس[ی] طرح حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اس خالقِ حقیقی کی تصویرِ بے مثل و بے مثال ہیں اور خدائے وحدہٗ لا شریک کی دلیل ہیں تو اگر ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ عبادت کرے، نمازیں پڑھے۔ روزے بھی رکھے سخاوت بھی کرے۔ زکوٰۃ بھی دے۔ تبلیغیں بھی کرے۔ لمبے لمبے سجدے بھی کرے تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ خوش ہو جائے گا۔ لیکن جب ساری عبادتیں کرنے کے بعد آخر میں دلیلِ خدا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّمْ کے متعلق یہ کہہ دیا۔ کہ وہ دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں رکھتے۔ کسی چیز کے مالک و مختار نہیں اور ہماری مثل ایک عام بشر ہیں۔ تو پھر سمجھ لیں کہ دلیلِ خدا میں نقص آ جائے گا۔ اور دعویٰ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کمزور پڑ جائے گا اور پھر اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جائے گا۔ جس سے اس کی ساری کی ساری کی گئی عبادت رائیگاں جائے گی تو نتیجہ یہ نکلا کہ

اللہ تعالیٰ کی شان بھی اسی وقت بلند ہوگی۔ جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بیان کریں گے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہیں جنہوں نے ہمیں بتایا کہ خدا ایک ہے۔ یوں سمجھیں کہ شان میں خدا پہلے ہے اور پہچان میں مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھیں گے تو پتہ چلے گا۔ کہ
جس کا محبوب ایسا ہے وہ محب کیسا ہوگا۔
جس کا مطلوب ایسا ہے وہ طالب کیسا ہوگا۔
جس کا بندہ ایسا ہے وہ مولیٰ کیسا ہوگا۔
جس کا فرشی ایسا ہے وہ عرشی کیسا ہوگا۔
جس کا بامکاں ایسا ہے وہ لامکاں کیسا ہوگا۔
جس کا باصورت ایسا ہے وہ بے صورت کیسا ہوگا۔
جس کا مصطفےٰ ایسا ہے وہ خدا کیسا ہوگا۔

وہ مصور کیسا ہوگا جس کی یہ تصویر ہے
سر سے لے کر پاؤں تک تنویر ہی تنویر ہے

معزز سامعین! یہاں ایک سوال ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کو دلیل نہیں فرمایا۔ محبوب کی باری آئی تو فرمایا دلیل آگئی۔ حالانکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (پ۳)	ہم کسی رسول کے درمیان فرق نہیں کرتے۔

مگر یہاں کیوں وہ اس لئے کہ۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ دَرَجٰتٍ (پ ۳)	یہ رسول ہیں۔ فضیلت دی ہم نے اُن کو بعض کو بعض پر

یعنی پہلے نبیوں کو اللہ تعالیٰ نے ایک دستور اور قانون دیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور عطا فرمائی۔ فرمایا لے جاؤ یہ دستور ہے۔ یہ قانون ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی فرمایا لے جاؤ یہ تمہارے اور تمہاری قوم کے لئے قانون و دستور ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل دی فرمایا یہ دستور ہے لے جاؤ۔ اب اس میں تبدیلی نہیں آسکتی۔ مگر جب باری آئی آمنہ کے لال کی فرمایا محبوب تجھے دستور اور قانون بنا کر نہیں دیا۔ بلکہ تو چلے گا تو قانون بن جائے گا۔ تو بیٹھے گا تو قانون بن جائے گا۔ تو اٹھے گا تو قانون بن جائے گا اور تو جھکے گا تو قانون بن جائے گا۔ کسی شاعر نے کہا کہ

تیرے موہنوں جیہڑی گل نکلے اوہ تیرا اے
جیہڑا توں اشارہ کریں اوہو تقدیر اے

حضور کا فیصلہ!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک شخص حاضر ہوا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ میں ہلاک ہو گیا۔ کملی والے نے فرمایا۔ تجھے کس چیز نے ہلاک کیا۔ وہ کہنے لگا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کر چکا ہوں، تو حضور سرور کائنات علیہ التحیہ والثناء نے ارشاد فرمایا، ایک غلام آزاد کر دو

عرض کرنے لگا۔ یارسول اللہ مجھ میں غلام آزاد کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ فرمایا دو مہینے کے لگاتار روزے رکھ۔ وہ عرض کرنے لگا۔ اے اللہ کے نبی مجھ میں یہ بھی ہمت نہیں ہے۔ کملی والے نے فرمایا۔ اگر یہ نہیں ہو سکتا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلادے وہ کہنے لگا۔ آقا مجھ سے یہ بھی نہیں ہو سکتا تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بیٹھ جا۔ تھوڑی دیر کے بعد دربار رسالت میں کھجوریں پیش کی گئیں تو امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہ سائل کہاں ہے۔ سوالی حاضر ہو گیا۔ فرمایا یہ کھجوریں اٹھالے اور مدینہ منورہ کے غریبوں میں تقسیم کر دے۔ تیرا کفارہ ادا ہو جائے گا۔ یہ سُنا تو کہنے لگا۔ اے کملی والے آقا مجھ سے زیادہ مدینہ میں غریب کوئی نہیں ہے۔ تو رحمۃ للعالمین نے مسکرا کر فرمایا۔ اے سوالی

اَطْعِمْهُ اَهْلَكَ	جا اپنے گھر والوں کو ہی
بخاری شریف صفحہ ۲۵۹ ج ۱	کھلادے تیرا کفارہ ادا ہو جائے گا۔

تیرے مونہوں جیہڑی گل نکلے اوہ تیرا اے
جیہڑا توں اشارہ کریں اوہو تقدیر اے

مقتولین کی نشاندہی!

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میدانِ بدر میں کفار کے مقتولین کی نشاندہی فرمائی۔ آپ نے اپنی انگشت مبارک سے نشان لگا کر فرمایا کہ فلاں کافر یہاں مرے گا۔ اور فلاں کافر یہاں مرے گا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ:۔

فَمَا مَاطَ اَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمْ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۵۴۳)	وہ کافر اسی جگہ مرا جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نشان لگایا تھا۔

تیرے موہنوں جیہڑی گل نکلے اوہ تیر اے
جیہڑا توں اشارہ کریں اوہو تقدیر اے۔

دوزخی مجاھد!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ حنین میں لڑائی شروع ہوئی۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص (جو بڑی جرأت وبہادری سے لڑ رہا تھا) کے متعلق فرمایا کہ وہ جہنمی ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ وہ بڑی شجاعت وبہادری سے لڑ رہا ہے۔ فرمایا وہ دوزخی ہے۔ آخر کار لڑتے لڑتے جب وہ زخمی ہو گیا تو اپنی ہی تلوار سے خودکشی کر لی۔ جب صحابہ کرام نے یہ منظر دیکھا۔ تو دربارِ نبوی میں حاضر ہوئے اور

فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَدَّقَ اللّٰهُ حَدِيْثَكَ	عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بات کو سچ کر دیا۔

جس شخص کے متعلق آپ نے فرمایا کہ وہ دوزخی ہے۔ اس نے اپنی ہی تلوار سے قَتَلَ نَفْسَہٗ اپنے آپ کو قتل کر لیا۔

(مشکوٰۃ شریف ص۵۴۳)

تیرے موہنوں جیہڑی گل نکلے اوہ تیرا اے
جیہڑا توں اشارہ کریں اوہو تقدیر لے

گستاخ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھاتا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ دائیں ہاتھ سے کھا۔ اس نے کہا میں دائیں ہاتھ سے نہیں کھا سکتا۔ حالانکہ اس کا ہاتھ بالکل ٹھیک تھا۔ اس نے یہ بات جان بوجھ کر غلط کہی تھی۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ لَا اسْتَطَعْتَ۔ تو دائیں ہاتھ سے نہ کھا سکے گا۔ اس کا ایسا ہی حال ہو گیا کہ دایاں ہاتھ اس کا ایسا بیکار رہا کہ

فَمَا رَفَعَهَا اِلٰی فِیْہِ — منہ تک نہ پہنچ سکتا۔

(مشکوٰۃ شریف صـ۵۳۶)

تیرے موہنوں جیہڑی گل نکلے اوہ تیرا اے
جیہڑا توں اشارہ کریں اوہو تقدیر اے

منہ ٹیڑھا ہو گیا!

ایک گستاخ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑا کر منہ ٹیڑھا کر کے آپ کا نام لیا تو اسی وقت اس کا منہ ٹیڑھے کا ٹیڑھا ہو گیا۔ لاکھ کوشش کی مگر منہ سیدھا نہ ہوا۔ آخر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اور عرض کرنے لگا۔ اے اللہ کے نبی مجھ سے بہت بڑی گستاخی ہو گئی۔ مجھے معاف فرما دیں۔ مجھے پتہ چل گیا ہے کہ آپ کی گستاخی موجب عذاب ہے اور میں یہ جانتا ہوں کہ آپ رحمتِ عالم ہیں۔ میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں

کہ اللہ کے لئے میری خطا معاف فرما دیں۔

مرحمت فرمود سیدِ عفو کرد ! !
چوں زجرآت توبہ کرد آں روئے زرد

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت جوش میں آگئی اور فرمایا کہ میں نے معاف کر دیا وہ اسی وقت اچھا ہو گیا اور سمجھ گیا کہ :۔

تیرے مونہوں جیہڑی گل نکلے اوہ تیر اے
جیہڑا توں اشارہ کریں اوہو تقدیر اے

سراقہ زمین میں!

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کی طرف گئے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے ساتھ تھے ادھر قریش مکہ نے اعلان کیا کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ساتھی کو گرفتار کر کے لائے گا۔ اُسے ایک سو اونٹ دیا جائے گا۔ چنانچہ سراقہ بن جعشم نے یہ اعلان سُنا تو اپنے تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیچھا کیا۔ اور آپ کے قریب پہنچ گیا۔ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر پڑی تو دیکھ کر عرض کرنے لگے۔ اے کملی والے آقا۔ جَاءَ سُرَاقَۃُ یا رسول اللہ سراقہ آگیا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا صدیق کوئی فکر نہ کر اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اتنے میں جب سراقہ بالکل قریب آگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی۔ یَا اَرْضُ خُذِیْہِ اے زمین اسے پکڑ لے۔ آپ کی زبان مبارک سے یہ لفظ نکلنا تھا کہ زمین نے فوراً سراقہ کے گھوڑے کو پکڑ لیا اور وہ سمجھ گیا۔ کہ

تیرے موہنوں جیہڑی گل نکلے اوہ تیرا لے
جیہڑا توں اشارہ کریں اوہو تقدیر لے

سراقہ یہ منظر دیکھ کر گھبرایا اور عرض کرنے لگا۔ یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ پر رحم فرمائیں اور زمین سے نجات دلا دیں۔ میں واپس چلا جاؤں گا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے زمین نے اسے چھوڑ دیا۔

(شواہد النبوۃ ص۱۱۵) (مدارج النبوۃ ص۱۹، ج۲)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شانِ صدیقِ اکبر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ
وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝
اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عقیدت و محبت کے ساتھ درود وسلام پیش کریں۔

حضرات محترم! میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید، فرقانِ حمید کی جو آیہ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت وشان کا تذکرہ فرمایا ہے۔

چنانچہ خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۔	اور وہ جو سچ لے کر تشریف لائے اور جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی ڈر والے ہیں۔

(پ ۲۴)

حضرات! تفاسیر میں آتا ہے کہ وَصَدَّقَ بِهٖ سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

عَنْ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ الَّذِیْ جَآءَ بِالْحَقِّ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَصَدَّقَ بِهٖ اَبُوْبَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ ۔	علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ سچ لے کر تشریف لانے والے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور سچ کی تصدیق کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(تفسیر درمنثور ص ۳۲۸ ج ۵) (تفسیر خازن ص ۵۵ ج ۴) (کنز الایمان ص ۶۴۷) (صواعق محرقہ ص ۶۴)

کون صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جن کے لئے امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَبَابَكْرٍ مَعِیْ فِیْ دَرَجَتِیْ یَوْمَ	اے اللہ قیامت کے دن ابوبکر کو میرا ساتھی بنا دے یعنی اللہ

اُلْقِیَا مَتِیْ فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلَیْہِ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اِسْتَجَابَ لَکَ۔ (الوفا ص۲۸۶ ج۱)

تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ بے شک آپ کی دعا قبول ہو چکی ہے۔

کون صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رونقِ بازارِ مصطفٰے صدیق، حاملِ انوارِ مصطفٰے، صدیق، حاملِ افکار مصطفٰے صدیق، مظہرِ کردارِ مصطفٰے صدیق۔

واقفِ اسرارِ مصطفٰے صدیق ——— زینتِ دربارِ مصطفٰے صدیق ———
نکہتِ گلزارِ مصطفٰے صدیق ——— کشتۂ دیدارِ مصطفٰے صدیق ———
ساکنِ مزارِ مصطفٰے صدیق ——— اور افضل البشر بعد الانبیاء صدیق ———

کون صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ شفیق بھی ہیں اور شفیق بھی، آپ رہبر بھی ہیں اور خلیق بھی ———
آپ اتقیٰ بھی ہیں اور عتیق بھی اور آپ صادق بھی ہیں اور صدیق بھی۔

خدا نے مرتبہ بالا کیا صدیق اکبر کا
کلام اللہ نے خطبہ پڑھا صدیق اکبر کا
کہا روح الامین نے حاضرِ دربار شہ ہو کر
صحابہ میں ہے عالی مرتبہ صدیق اکبر کا
کہا ثانی اثنین ان کو خدا نے
کہا ان کو صدیق ہے مصطفٰے نے

محمد ہیں شاہکار ربِ جلی کا
محمد کا شاہکار صدیق اکبر

بچپن صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ مجلس لگی ہوئی تھی اور شمع کائنات خواجۂ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بچپن کا واقعہ سنایا۔ عرض کی کہ میری چار برس کی عمر تھی۔ میرے باپ ابو قحافہ مجھے بُت خانہ میں لے گئے۔ اور کہنے لگے یہ ہیں تمہارے بلند و بالا خدا انہیں سجدہ کرو۔ یہ کہہ کر حضرت ابو قحافہ باہر آ گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بُت کے سامنے تشریف لے گئے اور فرمایا۔

اِنِّیْ جَائِعٌ فَاَطْعِمْنِیْ	میں بھوکا ہوں مجھے کھانا کھلا
اِنِّیْ عَارٍ فَاکْسِنِیْ۔	میں ننگا ہوں مجھے کپڑا دے۔

مگر وہ بُت کچھ نہ بولا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے ہاتھ میں ایک پتھر لیا۔ اور فرمایا اگر تو خدا ہے تو مجھ سے اپنے آپ کو بچا لے۔ وہ بت بھلا کیا جواب دیتا جو تھا ہی بُت آپ نے وہ پتھر اُسے مار دیا۔

جس کے لگتے ہی وہ گر گیا اور قوتِ خداداد کی تاب نہ لا سکا۔ باپ نے یہ حالت دیکھی تو غضب ناک ہو کر ابوبکر کے رخسار پر ایک تھپڑ مار دیا۔ اور آپ کو آپ کی والدہ ام الخیر کے پاس لے آئے۔ سارا واقعہ بیان کیا۔ ماں نے کہا۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ جب یہ پیدا ہوا تھا۔ تو غیب سے یہ آواز آئی تھی۔ کہ اے اللہ کی سچی لونڈی تجھے مبارک ہو، اس آزاد بچے کا آسمانوں میں نام صدیق ہے

اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھی اور رفیق ہے۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بیان کر چکے تو۔

نَزَلَ جِبْرِیْلُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَقَالَ صَدَقَ اَبُوْبَکْرٍ وَھُوَ الصِّدِّیْقُ۔	جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر نے سچ کہا ہے اور وہ صدیق ہیں

(ارشاد الساری شرح بخاری ص۲۰۷) (المکان الحیدریہ، اعلیحضرت)

شام والا خواب!

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ تجارت کی غرض سے ملک شام میں گئے۔ ایک رات سوئے تو خواب آئی کیا دیکھتے ہیں کہ آسمان سے چاند اترا اور گود میں آگیا۔ صبح ہوئی تو بحیرہ راہب کے پاس گئے۔ تعبیر پوچھی اس نے کہا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو فرمایا مکہ معظمہ کا۔ پھر اس نے پوچھا قبیلہ کون سا ہے۔ فرمایا قریش۔ راہب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کا یہ خواب ضرور سچا فرمائے گا اور تم میں سے ایک نبی مبعوث فرمائے گا۔

تَکُوْنُ وَزِیْرُہٗ فِیْ حَیَاتِہٖ وَخَلِیْفَتُہٗ مِنْ بَعْدِ وَفَاتِہٖ	ان کی زندگی میں تم ان کے وزیر ہوں گے اور وصال کے بعد ان کے خلیفہ ہو گے۔

ادھر جب مکہ میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا تو ابوبکر رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے نبی ہونے کی دلیل کیا ہے۔

قَالَ اَلرُّؤْيَا الَّتِیْ رَأَیْتَ بِالشَّامِ۔	فرمایا وہ خواب جو تو نے شام میں دیکھا۔

یعنی جو تو نے شام میں خواب دیکھا ہے۔ وہ خواب میری نبوت کی دلیل ہے یہ سنا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔

(نزہتہ المجالس صـ۱۵۳ ج ۲) (ریاض النضرہ صـ۸۵ ج ۱)

سخاوتِ صدیق اکبر!

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ جس روز میرے باپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے۔ اس وقت ان کے پاس چالیس ہزار دینار تھے۔ انہوں نے وہ سب کے سب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پر قربان کر دیئے۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَبِیْ بَکْرٍ۔	کہ جتنا نفع مجھے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال نے دیا۔ اتنا نفع کسی کے مال نے نہ دیا۔

یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ھَلْ اَنَا وَمَالِیْ اِلَّا لَکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (مشکوٰۃ شریف صـ۵۵۵)	میں اور میرا مال سب حضور کا ہی ہے۔

اسی لئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہمارے اوپر کسی کا احسان نہیں نہیں رہا سب کا اتار دیا ہے مگر ابوبکر کا احسان میرے ذمہ باقی ہے۔

يُكَافِئُهُ اللّٰهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ (مشکوٰۃ شریف ص۵۵۵)	اس کا عوض قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی دے گا۔

دوسری حدیث!

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری کوشش یہی رہتی کہ میں کسی نہ کسی معاملہ میں ابوبکر سے بڑھ جاؤں۔ چنانچہ ایک دن امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راہِ خدا میں خرچ کرنے کا حکم فرمایا۔ اور اس دن اتفاقاً میرے پاس مال بھی بہت زیادہ تھا۔ میں جلدی سے گھر گیا اور جاتے ہوئے راستہ میں یہ خیال کرتا جاتا کہ

اَلْيَوْمَ اَسْبِقُ اَبَا بَكْرٍ۔	آج میں ابوبکر سے بڑھ جاؤں گا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر گئے اور آدھا مال گھر والوں کے لئے چھوڑا اور دوسرا آدھا اٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں حاضر کر دیا۔ دریں اثنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حاضر ہو گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمر فاروق سے پوچھا عمر کیا لائے ہو۔ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آدھا مال گھر چھوڑ آیا ہوں اور

جِئْتُ بِنِصْفِ مَالِيْ۔	آدھا مال لے آیا ہوں۔

جب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باری آئی تو سرورِ کائنات علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا صدیق تم کیا لائے ہو۔ عرض کی اے کملی والے آقا گھر کا سارا سامان لے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا:

مَا اَبْقَیْتَ لِاَھْلِکَ	گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا

عرض کی!

اَبْقَیْتُ لَھُمُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (مشکوٰۃ شریف ص۵۵۵)	ان کے لئے اللہ اور اس کا رسول کافی ہے۔

پروانے کو چراغ اور بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

مقامِ صدیقِ اکبر!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رحمۃ اللعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جو شخص نمازی ہوگا۔ وہ نماز کے دروازے سے جنت میں بلایا جائے گا۔ جو مجاہد ہوگا وہ جہاد کے دروازے سے بلایا جائے گا جو سخی ہوگا وہ صدقہ کے دروازہ سے بلایا جائے گا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیا کوئی ان سب دروازوں سے بھی بلایا جائے گا۔

قَالَ نَعَمْ وَاَرْجُوْ اَنْ تَکُوْنَ مِنْھُمْ یَا اَبَابَکْرٍ۔	فرمایا ہاں اور میں امید رکھتا ہوں اے ابوبکر تم ان ہی میں سے ہوگے (بخاری شریف ص۵۱۶ ج ۱)

یعنی اے ابوبکر تمہیں سب دروازوں سے آواز آئے گی۔ کہ ابوبکر ادھر سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ تمہارے لیے نماز کا دروازہ بھی کھلا ہے۔ تمہارے لئے روزہ کا دروازہ بھی کھلا ہے۔ تمام دروازے تمہارے لئے کھلے ہیں۔ جدھر سے جی چاہے آجاؤ۔

حضرات! جن لوگوں کو فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اب بھی ابوبکر کے جنتی ہونے میں شک ہے۔ وہ خود تو دوزخ میں جا سکتا ہے۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و شان میں شک ہو سکتا نہیں۔ یہ لو عظمتِ صدیق میں شک ہو سکتا نہیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنتی ہونے میں شک ہو سکتا نہیں۔ جو صدیق اکبر کی عظمت و شان میں شک کرے اس کے جہنمی ہونے میں بھی شک ہو سکتا نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو یہاں تک فرما دیا۔

اے ابوبکر

اَنْتَ صَاحِبِیْ عَلَی الْحَوْضِ۔	تم حوضِ کوثر پر بھی میرے ساتھی ہو۔

(ترمذی شریف ص ۲۰۸ ج ۲) (تاریخ الخلفاء ص ۶۳)

مقامِ محبت!

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا یہ انگوٹھی لے جاؤ اور اس پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لکھوا لاؤ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ انگوٹھی ایک نقاش کو دی اور کہا اس پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھ دو۔

اس نے پُورا کلمہ شریف لکھ دیا۔ جب ابوبکر انگوٹھی لے کر دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حاضر ہوئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جب انگوٹھی دیکھی تو اس پر لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰـہِ اَبُوْبَکْرِ اَلصِّدِّیْقُ لکھا ہوا ہے۔ کھلی والے نے فرمایا اے ابوبکر۔

مَا ھٰذِہِ الزِّیَادَۃُ | یہ زیادتی کیسی ہے۔

عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰـہِ تو میں نے لکھوایا ہے۔ لیکن ابوبکر صدیق کا مجھے علم نہیں اور نہ ہی میں نے اسے کہا۔ ابھی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ یہ عرض کر ہی رہے تھے۔ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ کے یارِ غار نے تمہارے نام کو میرے نام سے جُدا کرنا پسند نہ کیا تو مجھے بھی یہ پسند نہ آیا۔ کہ تمہارے نام سے صدیق کا نام جُدا ہو جائے۔

(نزہۃ المجالس ص۱۵۵ ج۔ ۲)

حضرات! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو یہ انعام کیسے ملا۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

مقامِ عشق!

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے بیٹے عبدالرحمٰن مشرکین مکّہ کے ساتھ غزوہ بدر میں لڑ رہے تھے۔ جب عبدالرحمٰن مسلمان ہوئے تو

انہوں نے اپنے والد گرامی سے عرض کیا۔ کہ آپ بدر کے دن کئی بار میری تلوار کی زد میں آئے۔ مگر میں باپ سمجھ کر ہاتھ روک لیتا۔ یہ سُن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اگر تو میرے نشانہ میں آجاتا تو میں کبھی تجھے معاف نہ کرتا۔ کیونکہ تو گستاخِ رسُول تھا۔ (خلفاءِ راشدین ص۳۶)

مقامِ ادب!

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے ابوبکر:

أَنَا أَكْبَرُ وَ أَنْتَ | میں بڑا ہوں یا تو

عرض کی آقا عمر تو میری زیادہ ہے مگر بڑے آپ ہیں۔
(خلفاء راشدین ص۱۱۲)

وصالِ صدیقِ اکبر!

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی کہ جب میرا وصال ہو جائے تو میرا جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے روضۂ اطہر کے سامنے رکھ دینا اور عرض کرنا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰہِ یہ ابوبکر حاضر ہیں اور اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ اگر دروازہ کھل جائے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ جنت البقیع میں دفن کر دینا۔ چنانچہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے روضۂ انور کے سامنے رکھا گیا۔ اور عرض کی گئی۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ۔ یہ ابوبکر ہیں دروازہ پر حاضر ہیں اور اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں ۔ اتنا کہا تو دروازہ کھل گیا اور آواز آئی ۔

اُدْخُلُوْا الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ	دوست کو دوست کے پاس لے آؤ ۔

(نزہتہ المجالس صد ۱۶۵ ج ۱) (نور الابصار صد ۶۵)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔

○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یارِ غار

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۔ وَالۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۔ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ ۔

اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
ثَانِیَ اثۡنَیۡنِ اِذۡ ھُمَا فِی الۡغَارِ ۔
اٰمَنۡتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُ وَ
صَدَقَ رَسُوۡلُہُ النَّبِیُّ الۡکَرِیۡمُ

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں عقیدت و محبت کے ساتھ ہدیۂ درود و سلام پیش کریں۔

حضراتِ محترم! میں نے آپ کے سامنے قرآنِ مجید، فرقانِ حمید کی ایک آیۂ کریمہ کا کچھ حصّہ تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے

ہجرت کے موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر فرمایا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ (پ۱۰)	دو جان جب وہ دونوں غار میں تھے۔

حضراتِ گرامی! جب مشرکین مکہ نے دیکھا کہ اسلام روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ تو انہوں نے مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھانے شروع کر دیئے حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا پروپیگنڈہ شروع کر دیا مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ جس شمع کو خود خدا روشن کرے اسے کوئی نہیں بجھا سکتا۔

شمع محمدی!

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔ (پ۲۸)	چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا پڑے پڑے برا مانیں کافر کیا مطلب اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے کافرو تم نورِ خدا کو بجھاتے رہو گے میں خدا ہو کے چمکاتا رہوں گا۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت خدا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

کفار ومشرکین پریشان ہو گئے۔ کہ سمجھ نہیں آتی جو بھی جاتا ہے۔ واپس نہیں آتا۔ صدیق گیا وہ نہیں آیا۔ عمر کہتا رہا کہ ابھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر لاتا ہوں وہ بھی واپس نہیں آیا۔ عثمان گیا وہ نہیں آیا۔ جو بھی جاتا ہے اس کے ساتھ ہی مل جاتا ہے۔ الغرض انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ کسی نہ کسی طریقے سے نبی کو ہی قتل کر دیا جائے۔

"نہ ہوگا بانس نہ بجے گی بانسری"

دارالندوہ کی میٹنگ

آدھی رات کے وقت دارالندوہ میں جمع ہو گئے۔ گفتگو شروع تھی کہ دروازہ کھٹکھٹایا گیا۔ پوچھا کون ہے آواز آئی دروازہ کھولو۔ جب دروازہ کھولا تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک سفید ریش بزرگ لمبی لمبی داڑھی والا۔ پوچھا بابا کون ہے۔ بولا اَنَا شَیْخٌ نَجْدِیٌّ مِنْ نَجْدٍ۔ میں شیخ نجدی ہوں نجد سے آیا۔ کہنے لگا کیوں آیا ہے۔ اس نے کہا جو کام تم کر رہے ہو میں تو اس کام کا سردار ہوں۔ ابوجہل نے جلدی سے کرسی صدارت چھوڑ دی اور کہا جناب اس کرسی پر بیٹھو۔ شیطان کہنے لگا۔ اپنی اپنی آراء پیش کرو۔ ایک اٹھا کہنے لگا۔ کہ مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیس نکالا دے دو۔ شیطان نے کہا کہ بیٹھ جا۔ تیری رائے درست نہیں ہے۔ اس نے کہا کیوں۔ شیطان نے کہا کہ تم خود ہی کہتے ہو کہ وہ جس کو دیکھ لیتا ہے۔ جہاں سے گزر جاتا ہے اسے ساتھ ہی لے جاتا ہے۔

اوہ محبوب کل سوہنا ختم الرسل
جتھوں لنگدا گیا اسی رنگ لبیندا گیا

عبداللہ دا چن دکھیاں دا سجن
کبھوں توحید نوں ورتیندا گیا
لَآ اِلٰہ دی چھری جیہڑے دل نے پھیری
بہتراں دے خدا بھویندا گیا

اس کے بعد ایک اور کھڑا ہوا۔ کہنے لگا۔ جناب میرا مشورہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قید کر دو۔ شیطان نے کہا تو بھی بیٹھ جا۔ کہنے لگا۔ جناب کوئی اعتراض۔ شیطان نے کہا کہ خود ہی کہتے ہو۔ جہاں سے وہ نبی گزر جاتا ہے۔ وہاں سے کئی کئی دن تک خوشبو آتی رہتی ہے۔ لہٰذا اس محبوب کو بے شک تحت الثریٰ میں لے جاؤ۔ اس کے ماننے والے اسے وہاں سے بھی نکال لائیں گے۔

اعلیحضرت فرماتے ہیں۔

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل دیئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

حضرات! جس وقت سب کی آراء ختم ہوگئیں۔ آخر میں ابوجہل بولا کہنے لگا۔ میرا خیال یہ ہے۔ کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک فرد لیا جائے اور یہ سب بہادر رات کی تاریکی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کر لیں۔ جب آپ صبح کی نماز کے لئے تشریف لائیں تو قتل کر دیا جائے۔ شیطان بولا واہ اوہ پترا اے مشورہ تے میری کھوپڑی وچ وی نئیں آیا۔

چالیس بہادر۔

چنانچہ چالیس آدمی (ہر قبیلے کا ایک ایک آدمی) اکٹھے اور تیار ہیں۔ کہ

کب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلیں۔ تو ختم کر دیں۔ مگر وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ:۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

آستانۂ رسول پر تلواریں چمک رہی ہیں۔ ربِّ کائنات جلّ وعلا نے حکم فرمایا اے جبریل عرض کی یا ربِّ جلیل فرمایا۔ جلدی کر میرے محبوب کو جا کر کہہ دے کہ اپنے بستر پر علی کو سلا کر اور صدیقِ اکبر کو ساتھ لے کر ہجرت کر جائیے یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت نہیں کہا۔ جب کافر کوئی نہیں تھا۔ اب حکم دے رہا ہے۔ جب کفار مسلح ہو کر نبی کو قتل کرنے کے لئے تلے ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ اس میں حکمت یہ تھی۔ کہ میرا نبی نکل بھی جائے مگر ان بے ایمانوں کو نظر بھی نہ آئے۔ حضرت جبریل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ سورہ لیٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے نکلو۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے نکلے۔ کافر قدموں کی آہٹ تو محسوس کرتے مگر نظر کوئی نہ آتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں ہاتھوں میں مٹی لی اور پڑھا۔

فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ (پ ۲۳)	اور ہم نے انہیں اوپر سے ڈھانک دیا تو انہیں کچھ نہیں سوجھتا

یہ پڑھ کر مٹی ان کافروں کے سروں پر پھینکی اور فرمایا۔

شَاهَتِ الْوُجُوْهُ۔	اے کافرو تمہارے چہرے برے ہو گئے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے۔ مگر کافروں کو نظر نہ آئے۔ وجہ کیا ہے۔

ہے نظر نظر میں وہ جلوہ گر اور نور آنکھ کا نور ہے
جو تیری نظر میں نہ آسکا تو تیری نظر کا قصور ہے

اعلیحضرت فرماتے ہیں۔

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے
دیدہ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے!

والئ دو جہاں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ اور فرمایا اے علی میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکہ چھوڑ کر مدینہ جا رہا ہوں آج رات تم میرے بستر پر سو جاؤ۔ عرض کی آقا جیسے حکم ہو غلام حاضر ہے۔

حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہہ سکتے تھے کہ حضور آپ مجھے موت کے منہ میں ڈال کر جا رہے ہو لیکن ایسا نہیں اس لئے کہ علی جانتے تھے۔ کہ جب سلانے والا پیارا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے تو پھر جگانے والا کون ہے۔

علی آئے اور بستر رسول پر چادر اوڑھ کر سو گئے۔ ادھر مشرکین مکہ کو نہ نبی کے جانے کا پتہ چلا نہ علی کے آنے کا۔ اس کے بعد سرکار دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے صدیق اکبر نے آواز دی۔ لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ میں حاضر ہوں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کیا اور معراج کی رات مسجد اقصیٰ میں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں نے آپ کا استقبال کیا۔

عظمتوں کے نگینے جڑے ہیں
نام نبیوں کے بے شک بڑے ہیں
مقتدی بن کے پیچھے کھڑے ہیں
وہ جو پہلے سے آئے ہوئے ہیں

جبرئیل علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ میں اذان پڑھی۔ اذان کے بعد تکبیر پڑھی گئی۔ تو جبرئیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بازو سے پکڑا اور مصلے پر کھڑا کر دیا۔ جہاں اذان دینے والا جبرئیل امین ہو تو امام کیوں نہ سید المرسلین ہو۔

حضرات! جسے اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبرائیل علیہ السلام امام بنا دیں تو کسی میں جرأت نہیں کہ کوئی اعتراض کرے تو میں کہتا ہوں جس صدیق اکبر کو خود سید المرسلین امام بنا دیں۔ اسے کون ہٹا سکتا ہے۔

خلیفۂ اوّل کون!

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ کسی چیز کے بارے میں اس نے آپ سے کلام کی۔ آپ نے اس کو حکم دیا کہ کسی اور وقت میرے پاس آنا۔

قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ	اس عورت نے عرض کی یارسول اللہ
اَرَاَیْتَ اِنْ جِئْتُ	مجھے بتایئے اگر میں آؤں
وَلَمْ اَجِدْکَ۔	اور آپ کو نہ پاؤں۔

آپ نے فرمایا اگر تو مجھے نہ پائے تو

فَاتِیْ اَبَابَکْرٍ۔	ابوبکر کے پاس آجانا۔

(مشکوٰۃ شریف ص۵۵۵) (مسلم شریف ص۲۷۳ ج ۲)

حضرات! معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لے کر اپنے بعد خلیفہ اوّل ہونے کا اعلان فرما دیا۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدیق کے پاس گئے اور فرمایا۔ اے ابوبکر اللہ تعالیٰ نے مجھے مکّہ سے مدینہ ہجرت کرنے کا حکم فرمایا ہے اور تجھے اپنے ساتھ لے جانے کا بھی حکم ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بغیر سوچے سمجھے فوراً عرض کی آقا میں حاضر ہوں۔ حالانکہ آپ جانتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جانا معمولی بات نہیں ہے۔ تلواروں کے سائے تلے گزرنا ہے۔ مگر ان کی محبّت کا تقاضا یہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (پ ۸)	تم فرماؤ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو رب ہے سارے جہان کا۔

موت و حیات میری دونوں تیرے لئے ہیں
مرنا تیری گلی میں جینا تیری گلی میں

مکّہ سے کوچ!

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر مکّہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ادھر جب کفّار کو پتہ چلا کہ

حضور تو جا چکے ہیں۔ انہوں نے کھوج لگانا شروع کی۔ قدموں کو دیکھتے جا رہے ہیں کہ دو جا رہے ہیں۔ دو میں اب بھی دو ہیں جب غار کے قریب گئے تو دیکھا کہ ایک شخص ہے۔ حیران ہوئے دوسرا کہاں چلا گیا۔

ان میں ایک بولا ارے پاگلو جانتے نہیں کہ غلام ساتھ ہے ہو سکتا ہے کاندھوں پہ سوار کر لیا ہوگا۔ غلام نے آقا کو کاندھوں پہ اٹھایا۔ آسمان کے دروازے کھل گئے کہ عرشِ الٰہی پہ قدم رکھنے والا آج ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے کاندھوں پر سوار ہے۔

میرے بزرگو اور دوستو! جس ریل پہ ہم قرآن مجید رکھتے ہیں اسے بوسے دیتے ہیں۔ آنکھوں سے لگاتے ہیں چومتے ہیں۔ لیکن افسوس جس صدیق اکبر کے کاندھوں پہ قرآن والا سوار ہو اور اس کی شان میں گستاخیاں۔ آدھی رات گزر چکی تھی۔ اور یہ دونوں مسافر اللہ تعالیٰ کی راہ میں سفر کرتے ہوئے غارِ ثور کے قریب پہنچے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غار میں داخل ہونے لگے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے عرض کی آقا ذرا ٹھہریئے۔ میں غار کو صاف کر لوں اور آپ کے بیٹھنے کے قابل بنا لوں۔ جب آپ غار میں گئے تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ غار میں بہت سے سوراخ ہیں۔ آپ نے تمام سوراخوں کو بند کر دیا۔ مگر ایک سوراخ باقی رہ گیا۔ جس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ نے اپنا پاؤں رکھ کر اسے بند کر دیا اور آواز دی کہ آقا اب اندر تشریف لے آئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی گود میں اپنا سرِ انور رکھ کر آرام فرمانے لگے۔ لیکن

جنت تھا یا وہ غار تھا
بن بن گیا گلزار تھا

اس غار میں اک مار تھا
وہ طالب دیدار تھا!
انگوٹھا گو دیوار تھا
منہ سانپ کا تلوار تھا
رکنا اسے دشوار تھا!
آتا تھا خدمت کے لئے

غار والا سانپ

سانپ نے کاٹا وفادار نبی رونے لگا
زہر نے تاثیر کی نیلا بدن ہونے لگا

معارج النبوت میں ہے کہ ایک دن ایک سانپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا روح اللہ مکہ کو کون سا راستہ جاتا ہے۔ آپ نے پوچھا۔ اے سانپ تجھے مکہ میں کیا کام ہے۔ اس نے عرض کی۔ چھ سو سال ہو گئے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نام سنا تھا اور اس وقت سے ان کے دیدار کے لئے تڑپ رہا ہوں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میرے اور ان کے درمیان چھ سو سال کا زمانہ ہے۔ سانپ نے عرض کیا۔

لَا تَيْئَسُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ۔	اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ۔

عیسیٰ علیہ السلام نے اسے مکہ کا راستہ بتایا۔ وہ شوقِ دیدار میں سر کے بل روانہ ہوا۔ اور یہ وہی سانپ تھا۔ جو صدیق کی ایڑھی پہ بار بار اسی لئے ڈنگ مار رہا تھا اور پریشان تھا کہ جس محبوب کے دیدار کے لئے عرصہ دراز

سے انتظار کر رہا ہوں۔ اب وقت آیا ہے۔ تو رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ مگر جوں جوں سانپ ڈستا گیا۔ آپ پاؤں کو زیادہ دباتے گئے۔ کہ کہیں آقا کے آرام میں خلل نہ آ جائے۔ چونکہ سانپ کا زہر آپ کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا تھا۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور آنسوؤں کا ایک قطرہ چہرۂ رسول پر گرا۔ حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام بیدار ہوئے فرمایا۔ ابوبکر کیا حال ہے۔ عرض کی آقا سانپ نے ڈسا ہے۔ فرمایا کہاں۔ عرض کی پاؤں کی ایڑھی پر۔

فَتَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ فَذَھَبَ مَا یَجِدُہٗ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۵۵۶)	پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعابِ دہن لگایا تو درد جاتا رہا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ابوبکر اب سناؤ۔ عرض کی آقا

ہُن میں مر کے وی نیئں مردا جے تیری نظر ہووے

معارج النبوۃ میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار میں داخل ہوئے تو جبرئیل علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا یا اللہ مجھے اجازت ہو تاکہ میں جا کر اپنے پروں سے غار تو کیا اس پہاڑ ہی کو چھپا دوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے جبرئیل حقیقی ستار میں ہوں۔ میرا کمالِ قدرت تو یہ ہے کہ اپنی کمزور ترین مخلوق کے ذریعے دشمن کے مکر و فریب کو دور کروں تو اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے مکڑی کو مقرر کیا۔ اور اسے حفاظت کے لئے بھیجا۔ جب مکڑی کو حکمِ خداوندی پہنچا۔ اس نے اسی وقت سجدۂ شکر ادا کیا۔

اور اس نے غار کے منہ پہ جالا تن دیا۔ اور کبوتری نے انڈے بھی دے دیئے۔ ادھر جب کفارِ مکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تلاش کرتے کرتے غار کے منہ پہنچ گئے۔ تو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوف و ہراس کے عالم میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشمن غار کے منہ پہ آگئے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ واقعہ یوں بیان فرمایا۔

ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ج (پ ۱۰)	دو جان جب وہ دونوں غار میں تھے۔ جب اپنے یار سے فرماتے تھے۔ غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

مشرکینِ مکہ غار کے منہ پہ مکڑی کا جالا اور کبوتری کے انڈے دیکھ کر اور یہ سمجھ کر کہ اگر وہ غار کے اندر گئے ہوتے تو یہ تاریں کٹ جاتیں اور انڈے ٹوٹ جاتے۔ ابھی وہ باہر باتیں کر رہے تھے کہ شیطان آگیا۔ اس نے چاہا کہ چغلی کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جبرائیل جلدی کر قبل اس کے دشمن دشمنی کرے اس کو ٹھکانے لگا دے۔ جبرائیل علیہ السلام نے حکم خدا کے مطابق اپنا پَر مارا کہ ساتویں زمین پہ جا پڑا اور بے ہوش آگیا۔

انعامِ خدا!

مکاشفۃ القلوب میں ہے۔ کہ جس کبوتری نے غار کے منہ پہ انڈے دیئے تھے۔ اس کبوتری اور کبوتر کو اللہ تعالیٰ نے ایسی بے مثال جزا دی کہ آج تک حرم میں جتنے بھی کبوتر ہیں۔ وہ انہی دو کی اولاد ہیں۔ جیسے انہوں نے

اللہ تعالیٰ کے نبی کی حفاظت کی تھی۔ ویسے ہی اللہ تعالیٰ نے بھی حرم میں ان کے شکار پہ پابندی عائد کر دی۔

مدینہ میں آمد!

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعرات کے دن مکہ سے ہجرت کی۔ تین راتیں غارِ ثور میں گزار کر یکم ربیع الاوّل پیر کے دن وہاں سے روانہ ہوئے اور ۱۲ ربیع الاوّل کو مدینہ طیبہ پہنچے اور مدینہ میں ایک عجیب منظر تھا۔

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ میں رُوح پرور اور دلکش منظر کچھ یوں تھا کہ پُورے مدینے کو سجایا گیا تھا۔

فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ فَوْقَ الْبُيُوْتِ تَفَرَّقَ غِلْمَانُ وَالْخَدَمُ فِي الطَّرِيْقِ وَيُنَادُوْنَ يَا مُحَمَّدُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ (مشکوٰۃ شریف صد ۴۱۹ ج ۲)	مرد اور عورتیں مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے۔ چھوٹے چھوٹے بچے گلیوں میں خوشی میں دوڑتے پھرتے تھے اور یا محمد و یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعرے لگاتے تھے۔

حضرات! اور جلوس کسے کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ ربیع الاوّل کو مدینہ منورہ میں تشریف لائے اور یہی آپ کی ولادتِ باسعادت کا دن ہے اسی دن ہم بھی اہل مدینہ کی سُنّت پر عمل کرتے ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی ولادت کے دن گلیوں اور بازاروں کو سجاتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا میلاد بیان کرتے ہیں نعتیں پڑھتے ہیں اور جلوس نکالتے ہیں کہ

خوشی ہے آمنہ کے لال کے تشریف لانے کی

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

واقعات ہجرت کے ماخوذات

(قرآن مجید پارہ ۱۰۔۹) (بخاری شریف ص ۵۱۵-۱۶ ج ۱) (مسلم شریف ص ۴۲۳-۲۷ ج ۲ ص ۴۱۹) (مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۶) (مدارج النبوۃ ص ۱۲-۱۱ ج ۲) (مکاشفۃ القلوب ج ۲ ص ۳۴-۱۲۷)

○

اختتام کتاب

۲۹ ستمبر ۱۹۹۲ء

بمطابق:۔ یکم ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ

بروز منگل، گیارہ بجے دن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

ابرار خطابات

حصہ اوّل

مصنف: قاری ابرار احمد قادری
(فاضل علوم عربیہ)

ناشر: علی برادران
ارشد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد

قرآن مجید کے واقعات پر مشتمل دو کتابوں کا مجموعہ

عجائب القرآن

غرائب القرآن

مصنف

حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رح

علی برادران تاجران کتب

ارشد مارکیٹ، جھنگ بازار، فیصل آباد

0345-7755946, 0346-6146660

معالی الہمم

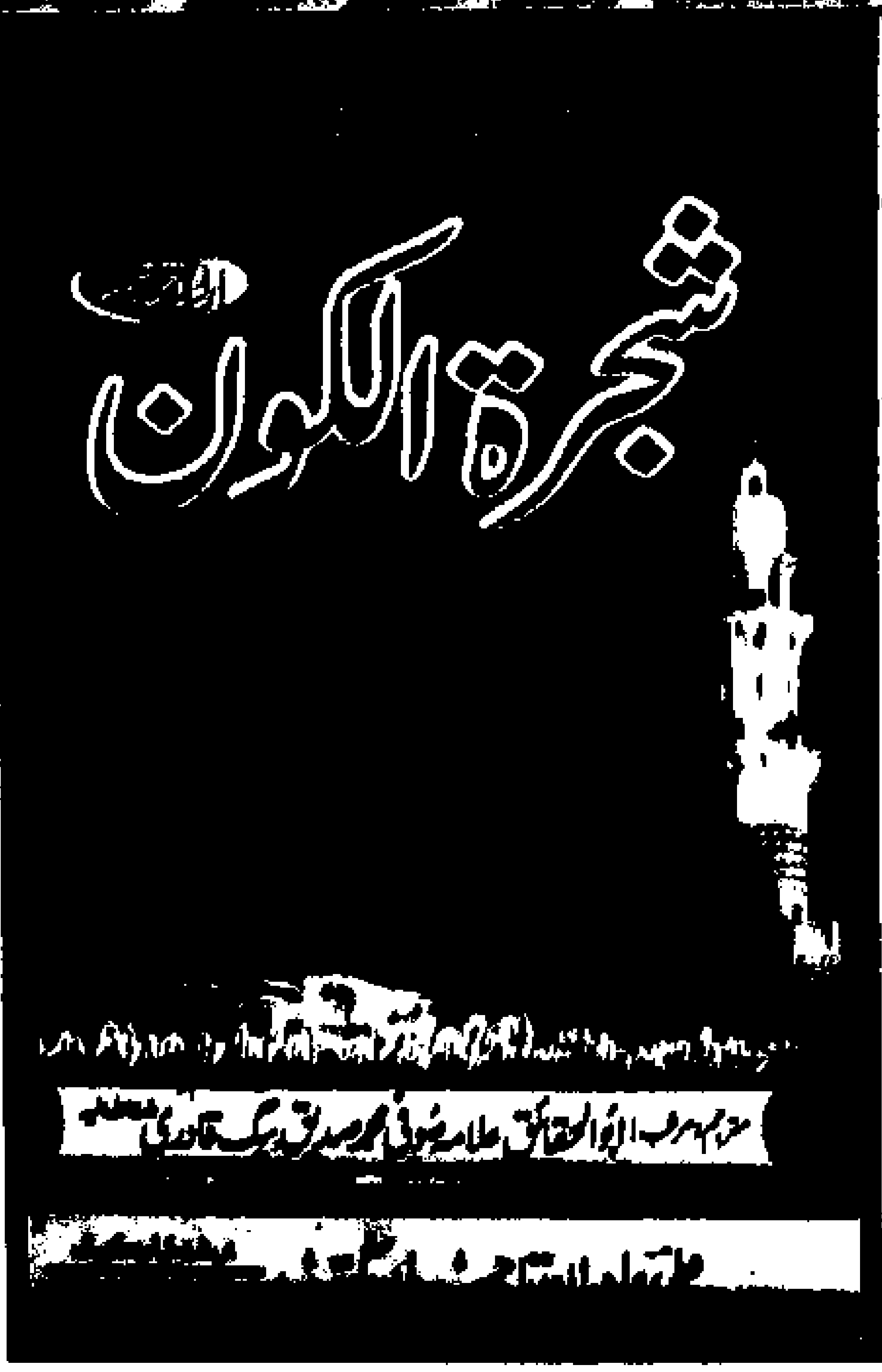
یعنی ـــــــــ ہمتوں کی بلندیاں

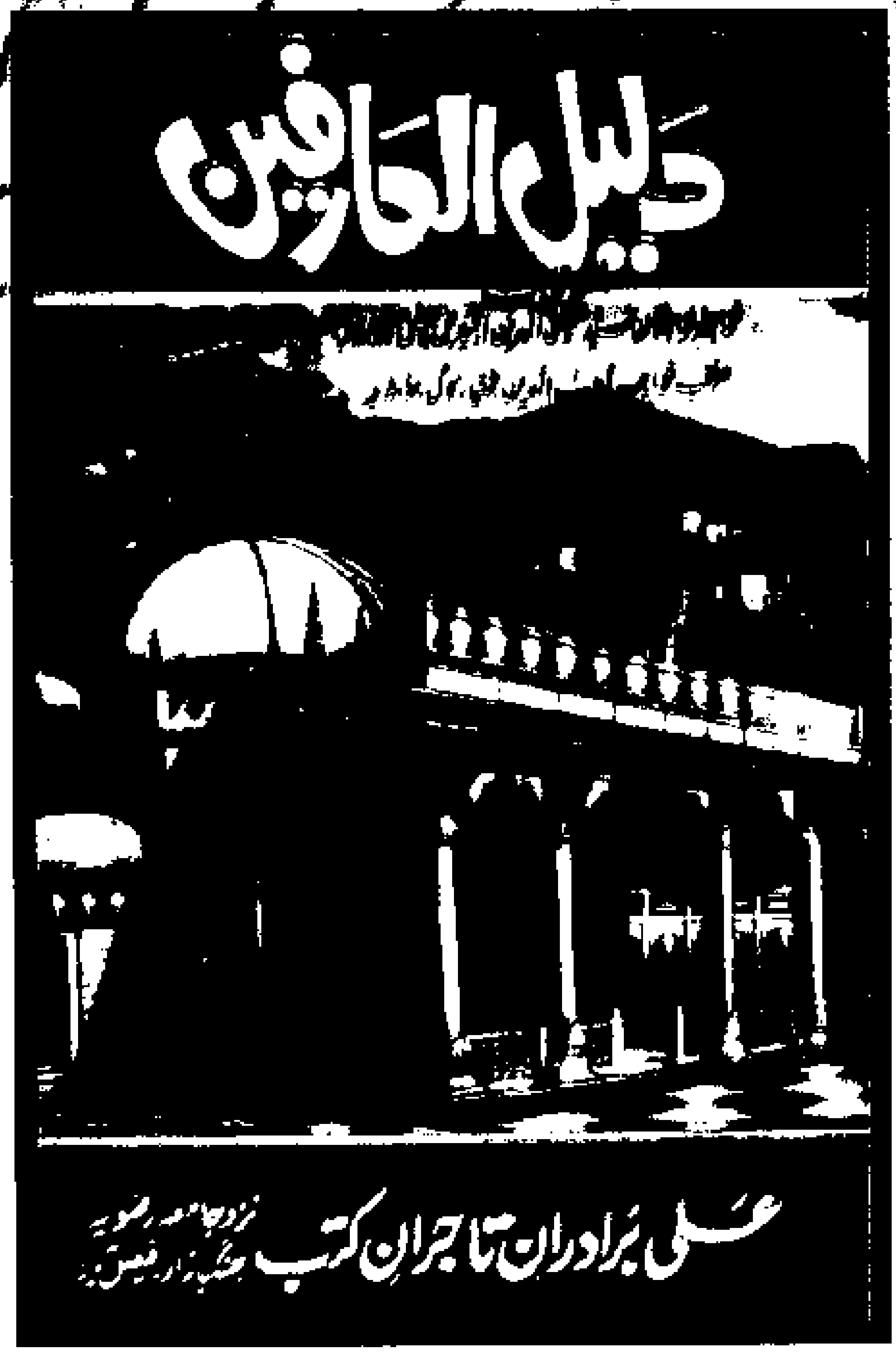
تصنیف لطیف

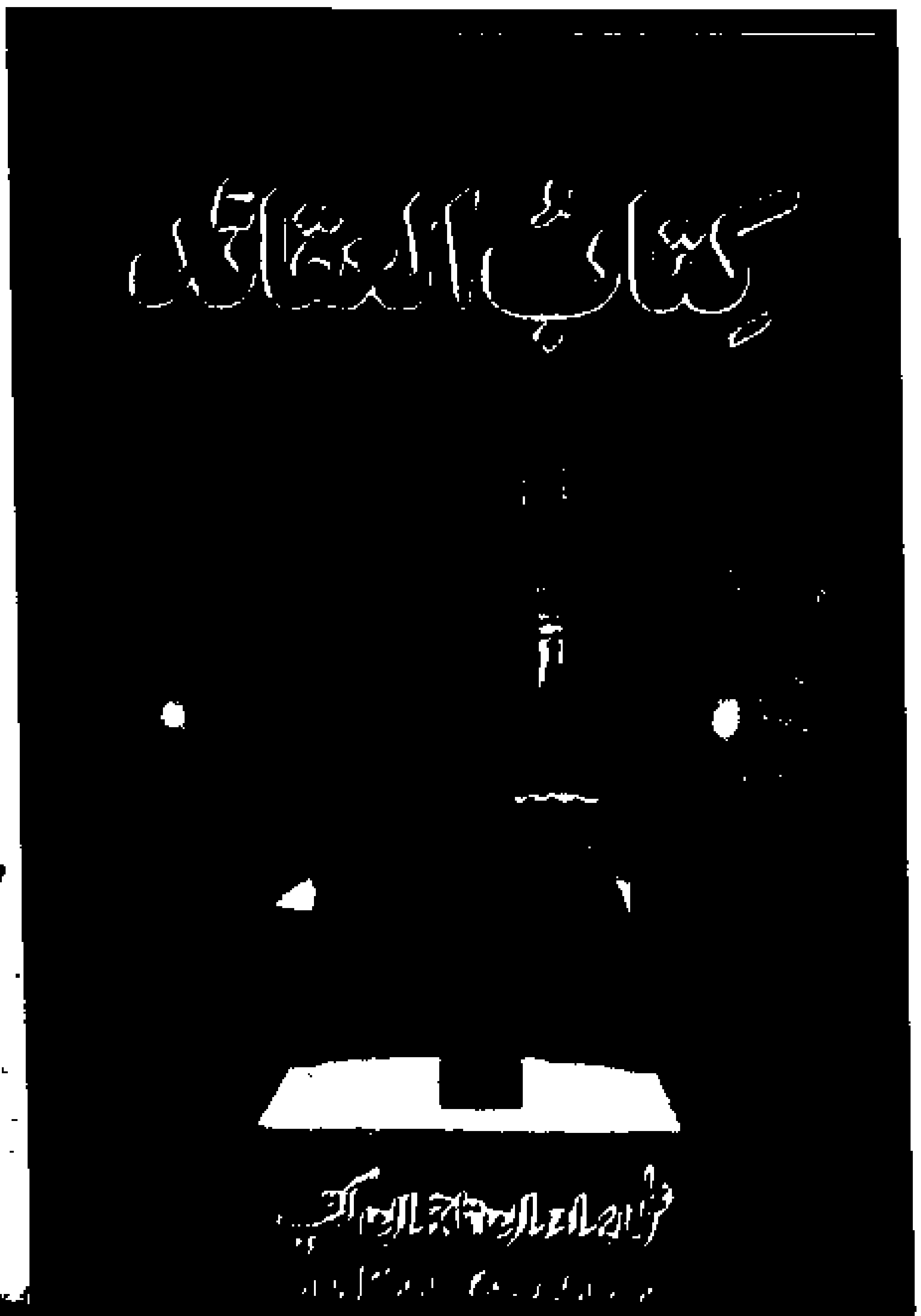
رہبر شریعت و طریقت۔ رموز دقیق حقیقت و معرفت عارف باللہ

جناب حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

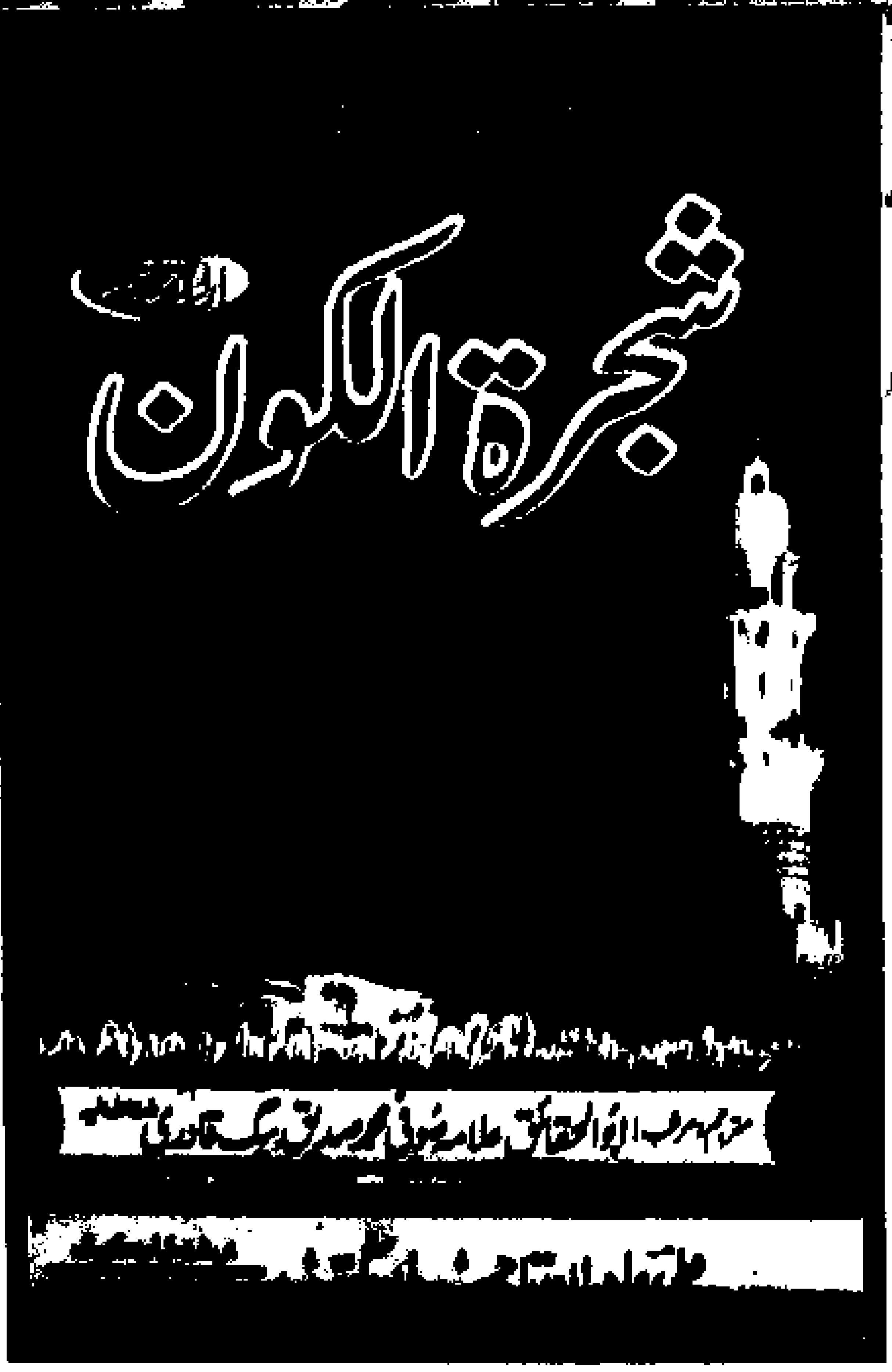
ہدیہ ۳۰/-

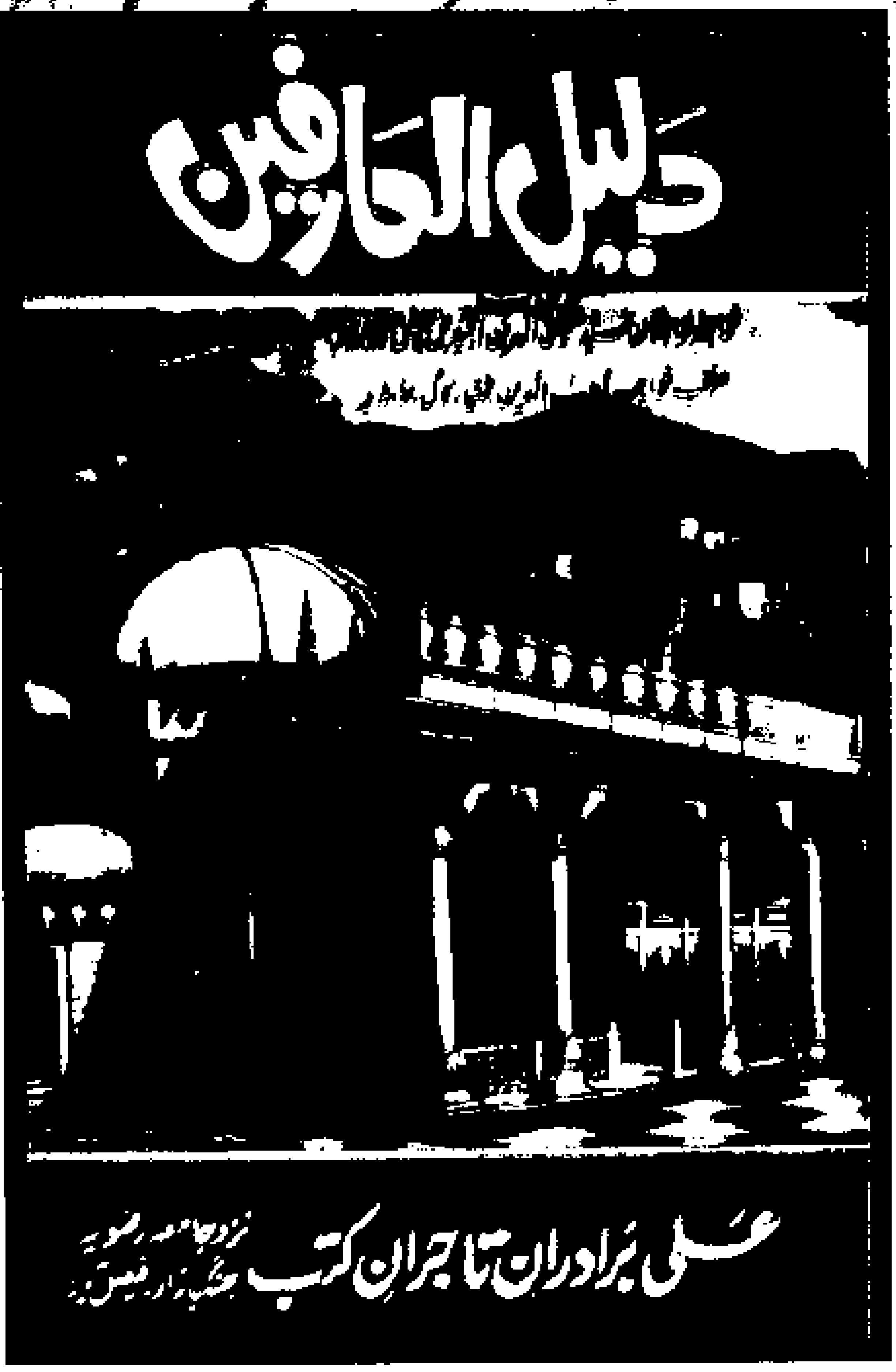

شجرة الكون


دلیل العارفین
علی برادران تاجران کتب






شجرة الكون


دلیل العارفین
علی برادران تاجران کتب

